[illegible]

ایمان تقویٰ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

81609

نام کتاب	:	ایمان، تقویٰ، جہادِ فی سبیل اللہ
[redacted] مصنف	:	صوبیدار زمان علی چوہدری
نگران	:	امجد علی چشتی ایم اے ڈائریکٹر شرکت حنفیہ لمیٹڈ
پہلا ایڈیشن	:	مارچ ۱۹۸۱ء
تعداد	:	ایک ہزار
کاتب	:	محمد امین قصوری برکاتی
مطبع	:	بختیار پرنٹرز
ناشر	:	شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور
قیمت	:	۳۶/۰۰ روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
دیباچہ	۱۸
علماء و دانشوروں کے تبصرے	۲۳
ایمان	۳۳
مفہوم	۳۳
ایمان کیا ہے ؟	۳۳
مکالمہ (آنحضرتؐ اور جبرائیلؑ)	۳۴
اسلام اور عقائد	۳۵
ایمان کی صفتیں	۳۶
ایمان مجمل اور ایمان مفصّل	۳۶
ایمان کی شاخیں	۳۹
توحید	۳۹
ایمان بالغیب	۴۰
دُعا خدا کا مسلح لشکر ہے	۴۲
تاریخ اسلام کا ایک حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعہ	۴۳
دُعا کا فائدہ	۴۴
ملائکہ پر ایمان	۴۵
کتابوں پر ایمان	۴۵

مضامین	صفحہ نمبر
رسولوں پر ایمان	۴۶
یوم آخرت پر ایمان	۴۷
تقدیر پر ایمان	۴۹
مرنے کے بعد زندہ ہونا	۵۰
ایمان اخلاص کا نام ہے	۵۱
حضرت عثمانؓ کا ایمان	؍؍
ایمان کامل	۵۲
ایمان کامل کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلویؒ کا قول	۵۷
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان	۵۸
ایمان کی نشانیاں	۶۰
ایمان کے درجات اور عمل	۶۲
ایمان کی اعلیٰ صفات	۶۲
ایمان کا ضعیف درجہ	؍؍
حلاوت ایمان	؍؍
ایمان اور عمل	۶۳
تجدید ایمان	۷۲
ایک بے عمل مسلمان کا ایک کافر کو	۷۳

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
دعوت اسلام دنیا	۷۳
ایمان اور پاکیزگی	۷۴
ایمان اور حیا	۷۵
حیا ایمان کا شعبہ ہے	۷۶
جب حیا چھن جاتی ہے	۷۷
ایمان اور صبر	۷۷
مصائب پر صبر کا اجر	۷۸
ایمان اور شکر	۸۰
حضرت عائشہؓ کا بیان	۸۱
ایک بزرگ کا واقعہ	۸۲
اخلاق ایمان والوں کی صفات اور درجات	۸۶
ایمان اور اخلاق	۸۶
ایمان والوں کی صفات	۹۰
ایمان والوں کے درجات	۹۲
جہاد فی سبیل اللہ	
مفہوم	۹۶
حضرت علیؓ کا عمل	۹۶
جہاد فی سبیل اللہ کا طرۂ امتیاز	۹۷
عمل کا انحصار نیت پر ہے	۱۰۱
جہاد کا دائرہ کار	۱۰۲
	۱۰۳

مضامین	صفحہ نمبر
دعوتِ عمل	۱۰۳
جہادِ قولی	۱۰۷
ہمارے دینی شغف کا حال	۱۰۸
جہاد قولی کی مثالیں	۱۱۰
حضرت ابوذر غفاریؓ	۱۱۰
جنگِ یرموک	۱۱۰
فتح بخارا ۹۰ھ	۱۱۱
فتح اندلس	۱۱۱
صلیبی جنگیں	۱۱۲
مختلف ذرائع	۱۱۴
جہادِ فکری	۱۱۵
حالات کا رُخ بھانپنا	۱۱۶
مسلمانانِ ہند اور آرزوئے اقبالؒ	۱۱۶
اقبال اور تصورِ پاکستان	۱۱۷
وقت کا اہم تقاضا	۱۱۸
آزادی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے	۱۲۱
دُعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے	۱۲۲
مالی جہاد	۱۲۵
غزوہ تبوک کا واقعہ	//

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
دفاعی اخراجات میں مالی مدد کا ثواب	۱۲۶
حضرت عثمان رضی کی شہادت سے پہلے تقریر	۱۲۷
ناجائز مال سے پرہیز بھی جہاد میں شامل ہے	۱۲۸
عملی جہاد	۱۲۹
جہاد کی قسمیں	۱۳۱
جہادِ نفس	۱۳۱
جہادِ شیطان	۱۳۲
شیطان کا محبوب نمائندہ	۱۳۴
حضرت خواجہ حسن بصری رح کا قصہ	۱۳۵
جہادِ کفار	//
جہاد کا حکم کب نازل ہوا	//
دعوتِ جہاد	۱۳۷
ایک صحابی کا واقعہ	۱۳۸
جہاد فرض ہے	۱۴۰
انسانی فطرت کا تقاضا	//
مجاہد کی شہادت قوم کی حیات ہے	۱۴۱
دین صرف دین اسلام ہے	۱۴۲
قومیں خون کی آبیاری سے پھلتی پھولتی ہیں	//

مضامین	صفحہ نمبر
دورِ حاضر کی جنگ	۱۴۳
تقدیر اور انسانی تدبیر	۱۴۴
انسان کی مثال طفلِ بے شعور کی ہے	۱۴۵
جہاد کفار کبھی فرضِ عین اور کبھی فرض کفایہ ہوتا ہے	۱۴۶
جہاد اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	۱۴۷
جہاد کا دائرہ عمل اور آخری حد	۱۴۸
پاکستان میں لڑائی کی آخری حد	۱۴۹
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	۱۵۲
حکمِ ربانی	۱۵۲
خفیہ دعوتِ اسلام	۱۵۳
اعلانیہ تبلیغ اسلام	۱۵۴
حضور پُرنور کی مشکلات	۱۵۵
ہجرت مدینہ	۱۶۰
اہل مدینہ کا استقبال	۱۶۱
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دفاعی حکمت عملی	۱۶۲
حضور اقدس صلعم کا عمل دورانِ جنگ	۱۶۵
صحابہ کرام اور ابتدائے اسلام	۱۷۰

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
اسلام اور ہجرت	۱۷۲
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۷۶
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۱۷۹
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ	۱۸۶
حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱۸۹
حضرت بلال رضی اللہ عنہ	۱۹۳
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۱۹۸
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	۲۰۱
حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ	۲۰۲
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ	۲۰۴
حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ	۲۰۷
حضرت عمار اور انکی والدہ کا قصہ	۲۰۷
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ	۲۰۸
بیر معونہ کی لڑائی	۲۰۹
اسلام میں دفاع کی اہمیت	۲۱۴
شرعی عذر	۲۱۶
وطن کا دفاع ایک مقدس فریضہ ہے	۲۱۷
اسلامی جہاد کے مقاصد	۲۱۸
مظلوموں کی مدد میں جہاد	//
منافقوں اور عہد شکنوں سے جنگ	۲۲۰
دشمن کی سرکوبی میں کاہلی اور کم ہمتی نہ دکھاؤ	۲۲۴

مضامین	صفحہ نمبر
جہاد میں مسلمان کی اپنی فلاح ہے	۲۲۸
مومن اور کافر کی جنگ میں فرق	۲۳۱
مومن کو اللہ کی حمایت حاصل ہے	۲۳۲
ناکامی کا ذمہ دار کون ہے	//
شامت اعمال ما در صورت آتش گرفت	۲۳۴
ترغیبات جہاد	۲۳۸
دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو	۲۳۹
مومنوں کو جہاد کی ترغیب دو	//
آخرت کی زندگی اور نفع ہی حقیقی ہے	۲۴۱
مومن اللہ کی راہ میں لڑتا ہے	۲۴۳
مجاہد فی سبیل اللہ۔ اللہ کا مہمان ہے	//
مجاہد کی دعا قبول ہوتی ہے	۲۴۴
مومن کی جان و مال کا رسول خدا مومن سے زیادہ حقدار ہے	۲۴۵
ترک جہاد باعث غضب الہی ہے	//
مجاہد کا طرز عمل	۲۴۷
مجاہد اور غیر مجاہد برابر نہیں	۲۴۸
جذبہ جہاد	۲۵۱

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
غزوہ احد میں نوجوانوں کی شرکت	۲۵۱	مستقبل کی جنگ	۲۷۴
رحمتِ دو عالم کی حفاظت مبارک کا شوق	۲۵۲	مجاہد کی تیاری	۲۷۶
غزوہ خیبر اور عمیر ابی اللحم	۲۵۳	فائر کی مشق جاری رہنی چاہیئے	۲۷۷
حضرت امیر حمزہ کا قصہ	//	سامان کی دیکھ بھال	//
طارق بن زیاد فاتح اندلس	۲۵۵	صحت اور صفائی	۲۷۸
حضرت خالد بن ولید۔ جنگِ سلاسل	۲۵۶	عسکری مشقیں	//
بابائے قوم نے فرمایا	۲۵۷	سامانِ جہاد بنانے والے	۲۸۰
ہمت نہ ہو تو ہتھیار بے کار ہے	//	جنگی سامان مہیا کرنا	۲۸۱
حضرت اُم عمارہ مازنیہ کی بہادری	۲۵۸	قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے	۲۸۱
		احتیاط ضروری ہے	۲۸۲
ہمارے مجاہدین کے کارنامے	۲۶۰		
نشانِ حیدر کے اعزاز	۲۶۱	**جہاد کے مختلف فرائض**	۲۸۵
چونڈہ کی جنگ العالمین کی جنگ سے بڑی جنگ تھی	۲۶۳	سپہ گری ایک مقدس فریضہ اور بہترین ذریعہ معاش ہے	۲۸۵
جنرل کا جواب سُن کر صحافی کے ہاتھ سے نوٹ بک اور ٹیپ ریکارڈر گر پڑا	۲۶۵	سرحدوں کا پہرہ	۲۸۶
		گشت کا ثواب	۲۸۷
چونڈہ محاذ پر فضائیہ کی شاندار کارکردگی	//	سفر جہاد کا ثواب	۲۸۷
جوڑیاں کی فتح	۲۶۶	سمندر میں سفر اور جہاد کرنا	۲۸۸
۷۱ء کی پاک بھارت جنگ	//	**جنگی آداب**	۲۹۱
جہاد کی تیاری	۲۷۱	سریہ موتہ کی مہم سے آنحضرتؐ کا خطاب	۲۹۲
تیاری میں مصروف رہو	۲۷۳	اظہار اسلام کے بعد حکم	۲۹۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
انتقامی کارروائی کر سکتے ہیں۔	۲۹۵
ماہ حرام میں جنگ	۲۹۶
حدود حرمین شریفین میں جنگ منع ہے۔	۲۹۹
موت اٹل ہے	۳۰۱
انسان کے ذہن میں محاذِ جنگ کا تصور	//
موت اور احکام الٰہی	۳۰۳
موت کا وقت، انداز اور جگہ مقرر ہے۔	۳۰۴
موت بند قلعوں میں بھی آجاتی ہے	۳۰۵
تقدیر کے سامنے ناکامیٔ تدبیر	۳۰۶
جو موت سے ڈر کر بھاگے	۳۰۹
ایک دلچسپ واقعہ	//
ملک الموت روزانہ گھر میں چکر لگاتا ہے	۳۱۰
حضرت موسیٰ اور ملک الموت کا واقعہ	۳۱۱
احتیاطی تدابیر	۳۱۲
جہاد ایمان کی کسوٹی ہے	۳۱۵
جانی اور مالی آزمائش	۳۱۶
غزوہ تبوک	۳۱۷

مضامین	صفحہ نمبر
مصائب اور حادثات درستی اعمال کا باعث ہے	۳۱۹
تعمیلِ حکم	۳۱۹
مجاہد اور سالارِ اعلیٰ کی دید میں فرق ہے	۳۲۰
تعمیلِ حکم کیلئے ارشادِ باری تعالیٰ	۳۲۲
حضرت طالوت علیہ السلام کی فوج کا قصہ	۳۲۴
منافق کی پرکھ جہاد ہے	۳۲۶
ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا	۳۲۷
جہاد سے پیٹھ موڑنے والا جہنمی ہے	۳۳۴
جنگی چال کے تحت مورچہ چھوڑنا جائز ہے	۳۳۶
قصہ ان تینوں کا جو پیچھے رہ گئے	۳۳۷
میدانِ جنگ سے بھاگنا شیطانی بہکاوا ہے	۳۴۴
گرفت کن پر ہے	۳۴۵
ہمیں قیامت میں رونا پڑے گا	۳۴۶
ایمان والوں کی لغزش معاف ہوتی ہے	۳۴۷
جہاد اور نصرتِ الٰہی	۳۴۹
مجاہدین کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے	۳۵۰
فرشتوں کی مدد	۳۵۴
غزوہ بدر میں حضور کا کنکریاں پھینکنا	۳۵۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
غزوہ احزاب	۳۵۷	پاک بھارت جنگیں	۳۸۳
غزوہ احد	"		
کامیابی اور ناکامی کا انحصار کس چیز پر ہے	۳۵۹	**مجاہدین کا مقام**	۳۸۶
جنگ اور ذکرِ الٰہی	۳۶۳	جنت کے سو درجات	۳۸۶
		کافر اور کافر کو مارنے والا کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔	۳۸۷
تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا	"		
غزوہ بدر میں حضورِ اقدس کی دعا	"	مجاہد کے زخم	۳۸۷
جہاں میرا ذکر ہو میں وہاں موجود ہوتا ہوں	۳۶۵	**جہاد کی فضیلت**	۳۸۹
ایک بار درود اور دس بار رحمت	۳۶۸		
ذکر کی فضیلت	۳۷۲	مجاہد سب سے افضل انسان ہے	۳۹۰
مجاہدین میں ذکر الٰہی کرنے والا سب سے افضل ہے۔	۳۷۳	شہید زندہ ہے	۳۹۱
معراج شریف کا واقعہ	"	شہدا کے واقعات	۳۹۲
قرآنی دعائیں	۳۷۴	حضرت خبیبؓ کی نعش	۳۹۴
صبر مجاہد کا بنیادی ہتھیار ہے	۳۷۸	حضرت امام حسینؓ	۳۹۴
		حضرت ابوبکر وراقؓ	۳۹۶
حضرت خنساء کی اپنے بیٹوں کو نصیحت	۳۷۹	شہاب الدین غوری	۳۹۷
فتح کا انحصار طاقت اور تعداد پر نہیں	۳۸۰	اللہ کی راہ میں ہجرت اور تکالیف	۳۹۸
غزوہ احزاب	۳۸۱	جہاد میں اپنی بھلائی ہے	۴۰۱
جنگ یرموک	۳۸۲	مجاہد کو اللہ تعالیٰ جنت کی ضمانت دیتا ہے۔	۴۰۳
فتح اندلس	"		
محمد بن قاسم فاتح سندھ	۳۸۳	جہاد کی نیت سے نکلنا ہی عظیم نعمت ہے	۴۰۳

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
مجاہد جنت کی تینوں منازل کا مکیں ہے	۴۰۴
جہاد کے پہلے روز ہی تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔	۴۰۵
شوق شہادت	۴۰۷
حضور سید عالم کو پہاڑوں اور درختوں کا سلام کہنا۔	۴۰۸
جنگ نہاوند اور حضرت ساریہ کو حضرت عمر کی للکار	۴۰۹
حضرت عبداللہ بن جحش اور سعد بن ابی وقاص کی دعائیں۔	۴۱۲
لنگڑے صحابی کا شوقِ شہادت	۴۱۳
حضرت منذر۔ شہادت چھوڑ کر جانا مجھے پسند نہیں۔	؍
	۴۱۴
ابن ملجم خارجی کو مار دیا۔ تو مجھے شہادت کس کے ہاتھ سے نصیب ہو گی (حضرت علی رضی اللہ عنہ)	۴۱۵
موت شراب سے زیادہ محبوب ہے	۴۱۵
اللہ تجھ غازی کو کامیاب و کامران کرے	۴۱۶
حضرت عمر بن العمام کا قصہ	۴۱۸
شہادت کی اقسام	؍؍

مضامین	صفحہ نمبر
شہادت کی فضیلت	۴۲۲
شہید بار بار راہ خدا میں قربان ہونے کی تمنا کرتا ہے۔	۴۲۲
اللہ جل شانہ، شہدا سے بلا حجاب گفتگو فرماتا ہے۔	۴۲۲
شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔	۴۲۳
شہادت کی تکلیف چیونٹی کے کاٹنے کی مثل ہے۔	۴۲۴
شہدا بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔	۴۲۵
قیامت کے گواہ	۴۲۶
تمہیں بولنا کس نے سکھایا	۴۲۷
جنت تلواروں کے سائے ہیں	۴۲۸
ایک سیاہ فام بدصورت کا واقعہ	۴۲۹
اللہ شہدا کی ناپاکی بھی دور فرماتا ہے	۴۳۰
شہید کی موت کے ساتھ جنت کے	۴۳۱
معاملات شروع ہو جاتے ہیں	۴۳۲
شہدا کے چھ انعام	۴۳۲
تقویٰ	۴۳۵
تقویٰ کے معنی	؍؍

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر
تقویٰ کا مفہوم	۴۳۵
تقویٰ کے مراتب	۴۳۶
تقویٰ کی قسمیں	″
قرآن کریم متقین کیلئے ہدایت ہے	۴۳۷
دعوتِ تقویٰ	۴۳۹
اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ہے	۴۴۱
اعلیٰ منزلت کا انسان	″
شیطان کا حسین جال	۴۴۲
تقویٰ گناہوں کی سپر ہے۔	″
فواحش سے اجتناب	۴۴۴
جرائم کا اثر	۴۴۵
زنا بے حیائی اور بُرا راستہ ہے	۴۴۶
زنا بالجبر کی سزا	۴۴۷
کثرتِ زنا باعث وبال ہے	۴۴۹
زنا کی چار خرابیاں	۴۴۹
لواطت حرام ہے	۴۵۰
لوطی ملعون ہے	۴۵۳
شراب نوشی	″
شراب نوشی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے	۴۵۵
شرابی کی سزا	۴۵۷
آخرت کا عذاب	″

مضامین	صفحہ نمبر
تقویٰ اور عمل	۴۶۰
تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے	۴۶۰
تقویٰ کی کان	۴۶۱
لباسِ تقویٰ	۴۶۲
متقی کون ہے	۴۶۴
تقویٰ نیکی کی بنیاد ہے۔	۴۶۵
تقویٰ جملہ عبادات اور نیکیوں کی جان ہے	۴۶۶
انصاف اور تقویٰ	۴۶۹
مصائب پر صبر	۴۶۹
تقویٰ پسندیدہ امور کی بنیاد ہے۔	۴۷۰
تقویٰ اور معاونت	۴۷۳
محض اللہ کا ڈر ہو	″
تقویٰ الفت و محبت اور دنیا و آخرت کی فلاح کا ذریعہ ہے۔	۴۷۴
تقویٰ کی تکمیل	۴۷۶
تقویٰ حکمت اور دانائی کا منبع ہے	۴۷۷
تقویٰ کی اہمیت اور فضیلت	″
متقیوں کی صفات	۴۷۸
متقین کا اجر	۴۸۰
جنت کی مثال	۴۸۲
جو اللہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے	۴۸۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
اس کے لیے دو جنتیں ہیں	۴۸۴	بیت المال کے وظیفہ میں کمی	۴۹۰
		وظیفہ کی واپسی	۴۹۱
حضورؐ اور صحابہ کرامؓ اور تقویٰ	۴۸۸	**حضرت عمرؓ**	۴۹۱
حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی پر		صدقہ کا دودھ	۴۹۱
ایک عورت کی دعوت۔	۴۸۸	مشک کی تقسیم	۴۹۱
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۴۸۹	حضرت علی بن حسینؓ(?)	۴۹۲
ایک غلام کا حرام کی کمائی کا لقمہ سے قے کرنا(?)	//	عبرت سامانی تقویٰ اور احتیاط کے نمونے(?)	۴۹۲

عساکرِ پاکستان کے جنرل ہیڈ کوارٹرز کی
طرف سے منظور شدہ بمطابق
جوائنٹ سٹاف ہیڈ کوارٹرز آئی ایس پی آر
ڈائریکٹریٹ چھٹی نمبر (ہ) 5149/62/PR
مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۶۹ء

Marfat.com

حرفِ آغاز

مسلمانوں کی عزیز ترین متاع اور دولتِ گراں مایہ ان کا ایمان ہے جس سے دوسرے محروم ہیں یہی ایمان ہے جو مسلم و غیر مسلم کے مابین خطِ امتیاز کھینچکر ان دونوں بنیادی طور پر دونوں قوموں کو جدا کرکے دو قومی نظریہ کی بنیاد بنتا ہے۔ ایمان کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کا پایا جانا اور دلوں کا جذبۂ جہاد سے سرشار رہنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے اڑنے اور زندہ رہنے کے لیے پرندے کو اپنے دونوں پروں کی ہمہ وقت ضرورت رہتی ہے۔

افسوس! آج مسلمان کہلانے والوں میں ایسے حضرات کی بھی کمی نہیں جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ ایمان کس چیز کا نام ہے کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ آج کتنے ہی صاحبانِ جبہ و دستار ایمان کی بنیادی شقوں یعنی عقیدۂ توحید و رسالت کے مفہوم و مطالب میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ ایک دوسرے کو توحید و رسالت کا منکر قرار دے کر اسلام سے خارج بنا رہے ہیں۔ آخر غیر اسلامی عقائد و نظریات کو اسلام میں شامل کیا گیا تو یہاں تک نوبت پہنچی۔ آخر یہ سب سے بنیادی چیز ایمان کا معاملہ ہے کوئی آمین کہنے کا مسئلہ نہیں کہ اونچی آواز سے کہی جائے یا نیچی آواز سے کہی جائے۔

جب اصل متاعِ عزیز پر خود تیشہ زنی کرلی تو جوشِ اتحاد اور جذبۂ جہاد

Marfat.com

کی کیسے خبر رہ سکتی تھی۔ دینی، سیاسی اور طبقاتی لحاظ سے مسلمان یوں یوں علیحدہ علیحدہ جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں کہ اپنے خرمنِ اتحاد میں خود ہی آگ لگائی ہوئی ہے۔ غیر مسلموں کی دست برد سے ایمان کی دولت کو بچانے کے لیے جہاد کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے لیکن جو اجتماعی طاقت کافروں سے مقابلہ کرنے کے لیے وقف رہنی چاہیئے تھی۔ اسے ٹکڑوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کی مخالفت پر شب و روز صرف کیا جا رہا ہے ایک دوسرے سے وہ حریفانہ رقابت ہے کہ عقل و دانش اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

ان لرزہ خیز حالات میں ہر خیر خواہ ملک و ملت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد کروائے۔ اختلافات پیدا کرنے والے کانٹوں کو توڑ کر پھینک دے تاکہ اتفاق و اتحاد کی وہ نسیمِ جانفزا چلنے لگے جو دلوں اور دماغوں کو مسرور کر دے یہ اسی وقت ممکن ہے جب غیر اسلامی عقائد و نظریات پر پابندی لگے اور ان کی نشر و اشاعت کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

جناب صوبیدار قربان علی صاحب تحسین و تشکر کے مستحق ہیں جنہوں نے مذکورہ امور میں سے جہاد کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کرنے کی بساط بھر سعی فرمائی ہے۔ فوجی زندگی گزارنے کے باعث موصوف نے سپاہیانہ سپرٹ اور جوشِ جہاد کے الفاظ کے اندر خوب اظہار کیا ہے۔ موجودہ علمی ہستیوں کا اس کتاب کو سراہنا مصنف کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔

شرکت حنفیہ کے ڈائریکٹر صاحبان خصوصاً لطیف احمد چشتی پلاننگ ڈائریکٹر شکریہ کے مستحق ہیں جو ایسی

Marfat.com

حرفِ آغاز

مسلمانوں کی عزیز ترین متاع اور دولت گراں مایہ ان کا ایمان ہے جس سے دوسرے محروم ہیں یہی ایمان ہے جو مسلم و غیر مسلم کے مابین خطِ امتیاز کھینچکر ان دونوں بنیادی طور پر دونوں قوموں کو جدا کر کے دو قومی نظریہ کی بنیاد بنتا ہے۔ ایمان کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کا پایا جانا اور دلوں کا جذبۂ جہاد سے سرشار رہنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے اڑنے اور زندہ رہنے کے لیے پرندے کو اپنے دونوں پروں کی ہمہ وقت ضرورت رہتی ہے۔

افسوس! آج مسلمان کہلانے والوں میں ایسے حضرات کی بھی کمی نہیں جو اتنا بھی نہیں جانتے کہ ایمان کس چیز کا نام ہے کیا یہ ستم ظریفی نہیں کہ آج کتنے ہی صاحبانِ جبّہ و دستار ایمان کی بنیادی شقوں یعنی عقیدۂ توحید و رسالت کے مفہوم و مطالب میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ ایک دوسرے کو توحید و رسالت کا منکر قرار دے کر اسلام سے خارج بتا رہے ہیں۔ آخر غیر اسلامی عقائد و نظریات کو اسلام میں شامل کیا گیا تو یہاں تک نوبت پہنچی۔ آخر یہ سب سے بنیادی چیز ایمان کا معاملہ ہے کوئی آمین کہنے کا مسئلہ نہیں کہ اونچی آواز سے کہی جائے یا نیچی آواز سے کہی جائے۔

جب اصل متاعِ عزیز پر خود تیشہ زنی کر لی تو جوشِ اتحاد اور جذبۂ جہاد

Marfat.com

کی کیسے خیر رہ سکتی تھی۔ دینی، سیاسی اور طبقاتی لحاظ سے مسلمان یوں یوں علیحدہ علیحدہ جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں کہ اپنے خرمن اتحاد میں خود ہی آگ لگائی ہوئی ہے۔ غیر مسلموں کی دست برد سے ایمان کی دولت کو بچانے کے لیے جہاد کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے لیکن جو اجتماعی طاقت کافروں سے مقابلہ کرنے کے لیے وقف رہنی چاہئے تھی۔ اسے ٹکڑوں میں بانٹ کر ایک دوسرے کی مخالفت پر شب و روز صرف کیا جا رہا ہے ایک دوسرے سے وہ حریفانہ رقابت ہے کہ عقل و دانش اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

ان لرزہ خیز حالات میں ہر خیر خواہ ملک و ملت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد کروائے۔ اختلافات پیدا کرنے والے کانٹوں کو توڑ کر پھینک دے تاکہ اتفاق و اتحاد کی وہ نسیم جانفزا چلنے لگے جو دلوں اور دماغوں کو مسرور کر دے یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب غیر اسلامی عقائد و نظریات پر پابندی لگے اور ان کی نشر و اشاعت کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

جناب صوبیدار فرمان علی صاحب تحسین و تشکر کے مستحق ہیں جنہوں نے مذکورہ امور میں سے جہاد کے موضوع پر قلم اٹھایا اور اس سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کرنے کی بساط بھر سعی فرمائی ہے۔ فوجی زندگی گزارنے کے باعث موصوف نے سپاہیانہ سپرٹ اور جوش جہاد کے الفاظ کے اندر خوب اظہار کیا ہے۔ موجودہ علمی ہستیوں کا اس کتاب کو سراہنا مصنف کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔

شرکت حنفیہ کے ڈائریکٹر صاحبان خصوصاً لطیف احمد چشتی مینجنگ ڈائریکٹر شکریہ کے مستحق ہیں جو ایسی

Marfat.com

ولولہ انگیز اور مفید کتاب کو زیورِ طبع سے آراستہ کر کے منظرِ عام پر لا رہے ہیں تاکہ پاکستان کے مسلمان اپنے اسلاف کی طرح شمشیر و سناں سے محبت کر کے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی کوشش کریں اور طاؤس و رباب سے بھول کر بھی دل نہ لگائیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

یا الٰہ العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ
سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

احقر العباد:۔ عبدالحکیم خاں اختر
مجددی، مظہری، شاہجہاں پوری
لاھور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ

الخطاط محمد امین برکاتی قصوری

Marfat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان اسلام کا بنیادی عنصر ہے۔ تقویٰ اس کی نشوونما اور پھل پھول لانے کے لیے پہلا بنیادی جزو ہے۔ دین اسلام کے شجر کی حفاظت اور ترقی کے لیے جہاد فی سبیل اللہ دفاعی فصیل کا کام دیتا ہے۔ ملک وملّت کے قویٰ نحیف ہوں۔ بازو کمزور ہوں تو بیرونی قوتیں وار کرنے میں عُجلت سے کام لیتی ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا ؎

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

مسلمان کی حقیقی زندگی کے سوتے "ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہی کے شجر سے پھوٹتے ہیں۔ اسلامی طریقہ زندگی کا منتہائے مقصود یہی ہے۔ علمائے کرام اور مورخین نے ان موضوعات پر مختلف تصانیف میں موضوع کی مطابقت کے لحاظ سے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ ان میں سے اکثر کتب ضخیم قیمتی اور نایاب ہیں۔ جو عام انسان کی دسترس سے باہر ہیں۔ پھر کسی ایک کتاب میں اس موضوع کی تمام تفصیلات کا ملنا بھی مشکل ہے۔

بری افواج کے سربراہ جناب جنرل محمد ضیاالحق نے چیف آف سٹاف کا عہدہ سنبھالتے ہی افواج پاکستان کو "ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کا نصب العین دیا۔ اس اعلان کے بعد ہفت روزہ فوجی ہلال میں اس موضوع پر مختلف حضرات نے مضامین لکھے یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ ایک مضمون یا چند صفحات پر اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ افواج کے نصب العین کے پیشِ نظر یہ ضروری ہے کہ اس کے اہم

Marfat.com

پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔ قرآن پاک، احادیث اور تاریخی مثالوں سے اُجاگر کیا جائے۔ ایمان کیا ہے۔ اِس کا دائرہ کار کہاں تک ہے۔ تقویٰ کیا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے اور یہ مسلمان کی زندگی کے کن کن پہلوؤں پر حاوی ہے۔ تاکہ افواجِ پاکستان اس سے کلی طور پر مستفید ہو سکیں اور عملی زندگی میں رہنمائی حاصل کر سکیں۔ یہی وہ پہلو ہے جو زیرِ نظر کتاب کا محرک ہے۔

مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ کرم نوازیاں ہیں۔ جس نے مجھے اِس حقیر سی کوشش میں کامیابی عطا فرمائی۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ اس کتاب کے موضوعات کو الگ الگ بیان کیا جائے ایک باب کے ضمن میں بیان ہونے والی باتیں دوسرے باب میں مکرر نہ آئیں۔ لیکن کچھ قرآنی آیات اور حوالہ جات کا مختلف ابواب میں مکرر ذکر ناگزیر تھا۔ لہذا میں امید کرتا ہوں کہ قارئین حضرات اُکتاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔ قارئین اگر کوئی کمی یا خامی پائیں تو مجھے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جا سکے۔

ابتدا ہی سے غیر مذاہب اسلام کی روحانی قدروں کی شکست و ریخت میں بڑی سرگرمی سے مصروف رہے ہیں۔ وہ مختلف انداز اور طریقوں سے اسلام کی روحانی قدروں کو اور خاص کر کشف و کرامات کو غیر حقیقی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں میں نے بعض ضمنی پہلوؤں کے بیان میں اولیا اللہ کے اقوال و کشف و کرامات کا ذکر بھی کیا ہے۔ ہماری نئی پود انتہائی مادی دور کی زد میں ہے۔ وہ روحانیت کی طرف کم اور مغربی طرزِ زندگی پر زیادہ رواں دواں ہے۔ سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی زندگی کے متعلق مغربی مفکرین کے اقوال و افکار کو زیادہ وزنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے سب کچھ اسلام سے حاصل کیا ہے۔ اُسے اپنے الفاظ کا لبادہ پہنا کر مشتہر کر دیا ہے۔ موجودہ سائنسی ترقی، خلائی سفر، ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ کی ایجاد کا منبع معراج النبیؐ اور کشف و کرامات اولیا اللہ ہیں۔ اُن کے سماجی اور مادی فلسفے کی

Marfat.com

بنیاد زیادہ تر اسلامی نظریات سے لی گئی ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

اقبالؒ اور میسولینی :- سفر اٹلی کے دوران علامہ اقبالؒ کی ملاقات خصوصی طور پر میسولینی سے ہوئی گفتگو کے دوران میسولینی نے کوئی اچھوتا مشورہ طلب کیا۔ علامہ اقبال نے جواب دیا "شہر کی آبادی مقرر کر کے اِسے حد سے نہ بڑھنے دو اِس سے زیادہ بسنے والوں کو نئی بستیاں مہیا کی جائیں۔ میسولینی نے حیران ہو کر کہا اس میں کیا مصلحت ہے ؟ علامہ نے جواب میں فرمایا۔ شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی ہے۔ اس کی تہذیبی اور اقتصادی توانائی کم ہوتی جاتی ہے اور ثقافتی توانائی (CULTURAL FORCES) کی جگہ محرکات شر (EVIL FORCES) لے لیتے ہیں۔ علامہ نے مزید فرمایا کہ یہ میرا ذاتی نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبر اسلام نے تیرہ سو برس قبل یہ مصلحت آمیز ہدایت فرمائی تھی کہ مدینہ منورہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کی بجائے دوسرا شہر آباد کیا جائے۔ یہ حدیث نبوی سنتے ہی میسولینی کرسی سے اُٹھ گیا اور دونوں ہاتھ میز پر زور سے مار کر کہا۔ WHAT AN EXCELLENT IDEA کتنا عمدہ خیال ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ شہری آبادی کے انتظامی مسائل گوناگوں مشکلات سے دوچار ہیں اور شہری آبادی کو ایک مناسب حد تک رکھنے کے لیے ہر ملک میں کوشش کی جا رہی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے مسائل کے حل کے لیے قرآن مجید اور دین اسلام جو ہر لحاظ سے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

جہاد صرف ملک کی سرحدوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ جہاد نفس سب سے بڑا جہاد ہے۔ جس سے مسلمان ابتدائے زندگی سے لے کر آخری سانس تک دوچار رہتا ہے۔ اِس لیے مختصر طور پر جہاد نفس اور جہاد شیطان کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مسلمان کو جہادِ زندگی میں کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جانی، مالی اور جہاد نفس کی مثال کیا ہے۔ اس کا تصور قائم کرنے کے لیے ابتدائے اسلام میں مشرف با اسلام ہونے والے چند صحابہ کرامؓ کی مشکلات اور

Marfat.com

مصائب کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جانی و مالی قربانیوں اور عشق رسولؐ کی بنیاد فراہم کرنے کے لیے خلفاء راشدین اور چند صحابہ کرام کی قربانیوں کا ذکر شامل کیا گیا ہے۔ اور ان میں طوالت سے بچنے کے لیے صرف ایک یا دو واقعات کا ذکر بطور نمونہ نقل کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے کوئی نہ کوئی عملی مثال موجود ہو۔

اس کتاب کو کسی صورت میں اس موضوع پر کامل نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال مجھے امید ہے اس کے تمام پہلوؤں پر اس حقیر سی کوشش سے مفید معلومات حاصل ہونگی۔ قارئین زندگی کے بعض شعبوں میں رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ ؎

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے　　شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

میری گذارش ہے قارئین دعا فرمائیں اگر مجھ سے لاعلمی میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور میری مغفرت فرمائے۔

آخر میں میں اپنے معاونین لانس نائیک سعید الرحمٰن جنجوعہ اور لانس نائیک صوفی محمد صدیق کا ذکر کرتا ہوں ان حضرات نے مسودہ کی تحریر میں انتہائی اعانت کی ہے۔ یونٹ کے مولوی صاحب مولانا احسان الحق عباسی نے مسودہ کو ساتھ ساتھ پڑھا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ پیر طریقت حضرت مولانا حامدی علی نقشبندی مجددی، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب، حضرت مفتی غلام مصطفٰے رضوی صاحب حضرت مفتی فاروق احمد صاحب، جناب بشیر احمد صاحب اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات اور جناب مختار حسین ترابی لیکچرار اردو نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کمال مہربانی سے کتاب کو مطالعہ کا شرف بخشا اور اپنے تائیدی بیانات سے نوازا جنہیں میں اس کتاب میں شامل کر رہا ہوں۔ میں ان تمام حضرات کا مشکور ہوں۔ میری دعا ہے اللہ تبارک تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

ماخذ کتب کی فہرست کے علاوہ ہفت روزہ فوجی ہلال اور بعض اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری معاونت کا وسیلہ بنایا ہے۔ جس کے لیے میں بے حد مشکور ہوں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ
صَلٰوۃً تُسَھِّلُ بِھَا عَلَیْنَا جَمِیْعَ الْاُمُوْرِ۔

محتاج دعا
فرمان علی چوہدری

81609

Marfat.com

شیخ المحدثین، امام المتکلمین، غزالی دوراں، رازی زماں، حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت فیوضھم العالیہ مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان و سابق شیخ الحدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔

ایمان تقویٰ اور جہاد اسلام کے وہ بنیادی امور ہیں جن پر پورے دین اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی عمارت قائم ہے۔ ہر نیک عمل اور خوبی کی اصل ایمان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا الذین آمنوا وعملوا الصالحات اس طرح تقویٰ کے متعلق فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ جہاد فی سبیل اللہ کی جو تاکید اور فضیلت قرآن مجید میں وارد ہے۔ کسی سے مخفی نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔ نیز فرمایا فضل اللہ المجاہدین باموالہم وانفسہم علی القاعدین درجہ ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ مالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ۔

اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی ایمان تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کو دین کی اصل اور دین کی روح قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سارا دین سمٹ کر آجاتا ہے۔ اس پُر آشوب دور میں مسلمانوں کا ایمان بھی انتہائی ضعیف ہے اور تقویٰ و جہاد کی روح مضمحل ہو چکی ہے۔ اگرچہ مختلف اوقات میں متعدد اہل علم تقریر و تحریر کے ذریعے ایمان، تقویٰ اور جہاد کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہی رہتے ہیں لیکن جناب صوبیدار فرمان علی صاحب اے۔ ای۔ سی نے مذکورہ عنوانات پر سیر حاصل بحث کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

سید احمد سعید کاظمی عفی عنہ، مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان، ۱۶ فروری ۱۹۷۸ء

Marfat.com

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مجاہدِ ملت حضرت مولانا حامد علی خاں صاحب نقشبندی مجددی
دامت برکاتہم العالیہ ملتان

سو بیدار فرمان علی صاحب اے۔ای۔سی نے ایمان۔ تقویٰ اور جہاد کے عنوانات پر اچھی خاصی ضخیم کتاب مرتب فرمائی ہے اور مجھے فرمائش کی ہے کہ میں تبصرہ کروں۔ بیماری کی وجہ سے میں اس وقت مطالعہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور تبصرہ کے لیے پوری کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ سرسری نظر سے فقط کتاب کی فہرست مضامین دیکھی۔ ماشا اللہ تینوں عنوانات پر بہت کچھ درج کیا گیا ہے۔ جو مسلمانوں کے لیے ضروری مفید باتیں ہیں انداز بیان عام فہم معلوم ہوتا ہے۔ ماخذ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ جو قابلِ اعتبار ہے۔ مصنف نے مفید مطلب مضامین چننے میں محنت کی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی سعی کو مشکور فرمائے اور عوامِ مسلمین کے لیے اس کتاب کو مفید بنائے (آمین) بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

احقر حامد علی خان نقشبندی مجددی عفی عنہ

یکم جنوری ۷۶ء

Marfat.com

فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ رضوی صاحب مدظلہ العالی فاضل انوار العلوم ایم۔اے۔جامعہ اسلامیہ بہاولپور ایم۔اے اسلامیات انچارج دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستانی فوج جرأت، شجاعت اور جذبہ حب الوطنی کے لحاظ سے پوری دنیا میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اور فنون سپہ گری میں انہیں مہارت تامہ حاصل ہے۔لیکن جناب صوبیدار فرمان علی اے۔ای۔سی نے ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر ایک معیاری تصنیف کے ذریعے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہماری پاک افواج صرف شمشیر و سناں سے ہی نہیں بلکہ قلم کے زور سے بھی جہاد کرنا جانتی ہے۔

زیر نظر کتاب کے بعض حصے میں نے غور سے پڑھے ہیں۔جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں کافی محنت سے کام لیا گیا ہے۔اس کتاب کے مضامین قرآن و سنت، اجماع، قیاس اور سلف صالحین کے عقائد کے عین مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

مفتی غلام مصطفیٰ رضوی۔مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان ۵ فروری ۸۶ء

Marfat.com

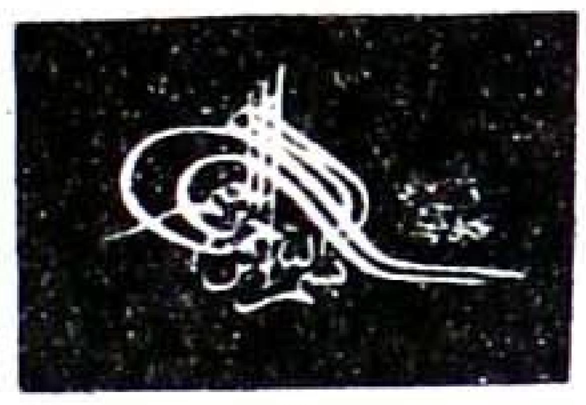

تعارف

کسی باشعور شخص کو اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ہر دور میں نوعِ انسانی کا تعلق کسی نہ کسی مذہب وملت سے رہا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ وہ مذہب واقع میں مبنی بر صداقت ہے یا نہیں۔ ہر شخص اپنے مذہب کو ہدایت وصداقت کا سرچشمہ سمجھتا ہے۔ ورنہ وہ ہمیشہ اس پر قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن حقیقتہً کسی مذہب کے مبنی بر صداقت ہونے کا اصل معیار کیا ہے؟ اس کا صحیح اندازہ اس مذہب کے موجد کی ذات سے لگایا جا سکتا ہے۔ یعنی جس مذہب کا بانی وموجد جتنا علیم وخبیر اور نوعِ انسانی کے فطری حالات سے آگاہ ہوگا۔ مذہب اتنا ہی جامع اعلیٰ اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر مکمل طور سے حاوی ہوگا۔ اس کے برعکس کسی مذہب کے بانی کی جہالت اور انسانی حالات سے بے خبری اس کے مذہب کی کمزوری قرار پائے گی اور کسی صورت وہ مذہب نوعِ انسانی کی فطرتوں پر منطبق نہیں ہوگا۔ اس کسوٹی پر اگر اقوامِ عالم کے مذاہب کو پرکھا جائے تو بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو تمام بنی نوعِ انسان کی فطرتوں کے مطابق ہے اور انسانیت کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ کیونکہ اس کا موجد خالقِ کائنات ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اس کے علم وقدرت سے کائنات کا کوئی ذرہ باہر نہیں۔ لہٰذا اسی کا پیدا کردہ مذہب ہی نوعِ انسانی کے لیے ہدایت اور نجات کا سرچشمہ ہو سکتا ہے۔

اسی حقیقت کو قرآن مقدس نے یوں بیان کیا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔
اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔

پھر ہر مذہب کے کچھ بنیادی ارکان ہوتے ہیں جن پر اس کا تشخص قائم رہتا ہے اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ اہم ترین رکن ہیں۔ محترم جناب صوبیدار فرمان علی صاحب نے اسلام کے انہیں ارکان کو اپنی کتاب کا موضوع بنایا ہے۔ کتاب کو دیکھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ جناب صوبیدار صاحب اسلامیات سے گہری معلومات رکھتے ہیں اور کتاب کی ترتیب و تدوین میں نہایت تحقیق اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اور دورِ حاضر کی بے راہروی میں فرزندانِ اسلام کی صحیح رہنمائی کی ہے۔ مسلم معاشرہ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر جامع نسخہ تیار کیا ہے جو مسلم معاشرہ کے لیے دستاویزی حقائق کا حاصل ہے۔

میں نے اکثر و بیشتر مقامات سے کتاب کا مطالعہ کیا ہے ماشاء اللہ کتاب بہت ضخیم ہے۔ اسلوب تحریر شستہ اور دلنشین ہے۔ مسائل کو قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ اسلام کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے مضامین جمہور علمائے اسلام کے عقائد و اعمال کی ترجمانی کرتے ہیں۔ کتاب کی افادیت اس لائق ہے کہ اسے سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں رکھا جائے۔ یہ کتاب ملّتِ اسلامیہ کے لیے اور بالخصوص افواجِ پاکستان کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

دعا ہے خدائے ذوالجلال بصدقہ حبیب اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام مصنف کی سعیِ جمیل کو شرفِ مقبولیت بخشے اور کتاب کو مفیدِ عام بنائے (آمین)

آخر میں مصنف کا مختصر تعارف پیش کرتا ہوں

Marfat.com

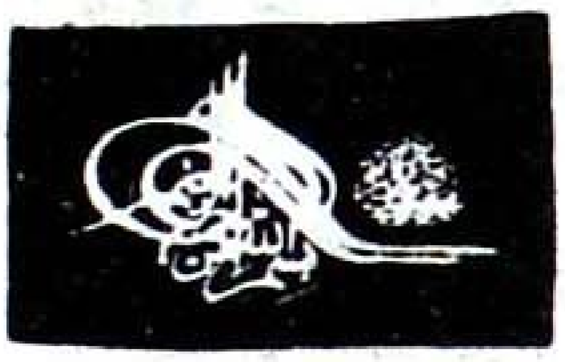

مصنّف کا تعارف

جناب صوبیدار فرمان علی اے۔ای۔سی ۱۹۴۲ء میں مقبوضہ کشمیر موضع کھنوال میں پیدا ہوئے۔ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں والدین کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ ۱۹۶۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۲ء میں پاکستان آرمی میڈیکل کور میں بطور کلرک بھرتی ہوئے۔ ملازمت کے دوران پرائیویٹ طالب علم کی حیثیت سے مطالعہ جاری رکھا۔ اس طرح ۱۹۶۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۹ء کے شروع میں آرمی ایجوکیشن کور میں بطور جونیئر کمیشنڈ آفیسر (۵ ح ق) منتخب ہوئے۔ ۵ نومبر ۱۹۶۹ء کو تمام مراحل کامیابی سے طے کرنے کے بعد نائب صوبیدار بنا دیئے گئے۔ اس طرح ۱۹۶۹ء کے آخر میں فوج میں محکمہ تعلیم سے منسلک ہو گئے اب تک مختلف یونٹوں کے ساتھ خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ مذہبی کتب کے مطالعہ کا خصوصی ذوق رکھتے ہیں۔

مفتی محمد فاروق احمد مہتمم دار العلوم جامعہ نظامیہ عبد الحکیم
ضلع ملتان شریف۔

۲۹ محرم ۱۳۹۸ھ

Marfat.com

جناب بشیر احمد ایم۔اے اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ کالج میاں چنوں

محترم صوبیدار فرمان علی کی تالیف ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ کے بیشتر حصہ کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا، میں نے اسلامیات کا ایک لیکچرار ہونے کی حیثیت سے جب کتاب کے مباحث دیکھے تو دل میں ایک مسرت کا احساس پیدا ہوا کہ یہ کتاب پاک فوج کے جوانوں میں اسلامی ذہن و قلب کی آبیاری میں بڑی مفید ثابت ہوگی۔

قرآن حکیم کی آیات، احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ مؤلف نے اپنی تالیف میں سمو دیا ہے۔ اس کا ملکِ عزیز کی افواج کی تعلیم و تربیت کے پہلو سے بڑا اچھا اثر مترتب ہوگا۔

مؤلف نے بعض مباحث میں بڑے شرح و بسط سے کام لیا ہے اور اس طرح بحث میں ایمان اور تقویٰ کے بارے میں بہت سی اسلامی معلومات کا ذکر بھی آگیا ہے بہر حال تالیف مجموعی طور پر انشاء اللہ مملکت اسلامیہ پاکستان کی عسکری زندگی پر نہایت خوشگوار اثرات ڈالے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

بشیر احمد اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات
۲۶ اپریل ۷۸ء

Marfat.com

جناب مختار حسین ترابی اردو لیکچرار گورنمنٹ کالج میاں چنوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوہدری فرمان علی صاحب کی کتاب "ایمان۔ تقویٰ۔ جہاد فی سبیل اللہ" کو پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب کا ایک ایک لفظ مؤلف کے بے پایاں خلوص کا آئینہ دار ہے۔

اسلامی شعار اور قومی روایات سے محبت، جوشِ شہادت اور جذبہ جہاد اول سے آخر تک ساری کتاب میں جاری و ساری دکھائی دیتا ہے۔ مفہوم کو واضح کرنے کے لیے مؤلف نے تفصیلی انداز اپنایا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ تفصیلی انداز قارئین کے لیے خاص طور پر پاک فوج کے جوانوں کے لیے مفید ہوگا اور اپنے مقصد سے قریب تر لانے میں ممد و معاون بھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب عوام الناس کے لیے بالعموم اور پاک فوج کے جوانوں کے لیے بالخصوص جذبہ جہاد پیدا کرنے، نورِ ایمان سے اپنے قلوب کو منور کرنے اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہونے کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگی۔

مختار حسین ترابی لیکچرار
گورنمنٹ کالج میاں چنوں

۲۵ اپریل سنہ ۱۹۷۸ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو ترے دل میں لَاشَرِیکَ لَہٗ

(اقبالؒ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان کیا ہے؟

حضرت ابو فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا "اخلاص"

(بیہقی)

Marfat.com

ایمان

مفہوم:- ایمان کے لغوی معنی "مان لینا اور امن دینا ہے"، کسی چیز کی حقیقت یا صداقت کو اس طرح تسلیم کر لینا کہ زبان سے اقرار کرے اور دل اس کی تصدیق کرے حال اور قال میں فرق نہ ہو۔ اس کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ، تذبذب اور تامل نہ ہو وہ کیسے ہے، کیونکر ہوا، منطقی یا سائنسی طور پر ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں کیا اس میں کوئی رد و بدل ہو گا یا نہیں اور اس قسم کے دوسرے خیالات اور وسوسے یکسر ختم کر دیئے جائیں۔ مختصراً کسی بات کو خلوصِ نیت سے قبول کر لیا جائے۔ یہ ایمان ہے۔

اسلام کی رو سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار، انبیاء اور الہامی کتابوں کو سچ ماننا، نماز، روزہ اور اگر استطاعت ہو تو حج کرنا ایمان کہلاتا ہے۔ ان کے اقرار اور پابندی میں خلوصِ نیت سے کام لیا جائے۔ ان ارکان میں سے کسی میں بھی کوتاہی نہ کی جائے اس کو کامل ایمان کہیں گے۔

حدیث پاک ہے۔

ایمان کیا ہے:- (۱) حضرت ابو فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا اخلاص (بیہقی)

ایک اور حدیث پاک میں فرمایا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا حضور ایمان کیا ہے؟ فرمایا اگر نیکی کرنے کے بعد تجھ کو خوشی حاصل ہوتی ہو اور گناہ کے بعد تیرا دل رنجیدہ ہوتا ہو تو سمجھ لے تو مومن ہے (احمد)

ایمان کی حقیقت، تعریف اور تشریح کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

Marfat.com

کے بے شمار ارشادات اور احادیث موجود ہیں۔ اختصار کے لئے مذکورہ دو حدیثوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایمان کی تعریف کے متعلق حسب ذیل ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱:- ایمان یہ ہے کہ کسی کو خوش کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کیا جائے۔ نعمت خُدا داد پر دوسرے کی تعریف نہ کی جائے۔ محرومیت پر دوسرے کی مذمت نہ کیجائے اور رزق کا تو یہ حال ہے کہ حریص کی حرص اسے کھینچ نہیں سکتی اور کسی کا تنفر اسے روک نہیں سکتا۔

۲:- دِل سے اعتقاد، زبان سے اعتراف، اعضا سے عمل کرنا اسی کو ایمان کہتے ہیں۔

ایمان کی وضاحت کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور جبرائیلؑ کا ایک مکالمہ پیش ہے۔

مکالمہ (آنحضرتؐ اور جبرائیلؑ) حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ ہم سب رسول کریمؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص نمودار ہوا جو انتہائی سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ اور اس کے بال بے حد سیاہ تھے نہ تو وہ مسافر نظر آرہا تھا۔ اور نہ وہ ہم میں سے ہی تھا وہ آیا اور رسولِ کریمؐ کی طرف بڑھا اور اپنے گھٹنوں کو رسولِ کریمؐ کے گھٹنوں سے ملا کر ہاتھوں کو حضرتؐ کے دونوں زانوؤں پر رکھ کر بیٹھ گیا اور گویا ہوا۔ اے محمدؐ اسلام کی تعریف کیجیے۔

رسول کریمؐ :- "اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت، محمدؐ کی رسالت کی گواہی دو اور نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو حج کرو"

نووارد :- "سچ فرمایا آپؐ نے"

(حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے پوچھنے، پھر تصدیق کرنے پر سخت تعجب ہوا)

نووارد :- اچھا ایمان کی وضاحت فرمایئے

Marfat.com

رسولِ کریمؐ:- ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے ملائکہ اس کی کتب مقدسہ، اس کے
محترم رسولوں اور روزِ آخرت پر اعتقاد و یقین رکھو۔ اور خیر و شر کا خالق اسی کو سمجھو
نووارد:- سچ فرمایا آپؐ نے۔ اچھا اب احسان کی تشریح کیجئے۔"
رسولِ کریمؐ:- "احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو۔ کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔
ورنہ یہ خیال کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔"
نووارد:- اچھا یہ بتایئے کہ قیامت کب آئے گی۔
رسولِ کریمؐ:- جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔
نووارد:- اس کے علامات ارشاد ہوں۔
رسولِ کریمؐ:- جب لونڈی اپنے سردار جننے لگے گی اور جب تم دیکھو گے کہ فقیر تنگدست
سر و پا برہنہ لوگ بکریوں کے چرانے والے مضبوط عمارتوں میں رہنے لگے ہیں۔
تو سمجھ لینا کہ قیامت آنے والی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا پھر فرمایا حضرتؐ نے واسطے میرے اے عمر کیا جانتا ہے کہ سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ جبرائیل تھے اور تمہیں تمہارے دین کی بابت سبق دینے کے لئے آئے تھے۔

اسلام اور عقائد:- جو لوگ اسلام لائے یعنی مسلمان ہوئے۔ ان کے عقائد کی تفصیل یوں بیان فرمائی۔ کلامِ پاک میں ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ
وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط
وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَ
کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ پ۵

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ خدا
پر اس کے رسولوں پر اور اس کتاب پر جو اس نے
اپنے رسول پر اتاری اور جو شخص خدا کا اور
اُس کے فرشتوں کا۔ اس کی کتابوں کا۔ اس کے
پیغمبروں کا اور روزِ آخرت کا انکار کریگا وہ سخت
گمراہ ہوا۔ پ۵۔ النساء۔ ع ۱۷

Marfat.com

اللہ کی توحید کا اقرار کرنے کے بعد ایمان کے عقائد کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان الہامی کتابوں، انبیاء، ملائکہ پر ایمان لائے اور آخرت کے ہونے اور اس کی جزا سزا پر ایمان لائے۔ چنانچہ مسلمان ہوتے وقت انسان انہی صفات کے ساتھ اپنے آپ کو متصف کرتا ہے اور تفصیل سے اپنے ایمان کا اظہار کرتا ہے۔

ایمان کی صفتیں

ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ط

میں اللہ پر ایمان لایا۔ جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے۔ زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔

ایمان مفصل

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ط

میں اللہ پر ایمان لایا۔ اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی بری تقدیر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر

ایمان کے اجمالی اور تفصیلی خاکے میں بنیادی عقائد کی طرف اشارہ ہے۔ اب ان مختلف بنیادی ارکان کو کس طرح قبول کیا جائے۔ ان کے متعلق عقیدہ کیا ہے۔ یہ اپنی جگہ بڑی اہم بات ہے۔ اگر ان میں کوئی کمی، خامی یا غلطی ہو تو ایمان ناقص ہوگا۔ اور انسان آخر تک خسارے میں رہے گا۔

بنیادی اور ابتدائی سے غلطی آخر تک ایمان کی پاکیزہ عمارت کو ناقص رکھے گی۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

Marfat.com

لہٰذا ضروری ہے کہ تمام بنیادی عقائد کی الگ الگ تفصیل بیان کی جائے کہ ان پر ایمان سے کیا مُراد ہے۔ اس کی وسعت اور دائرہ کار کہاں تک ہے۔

اسلام اور ایمان میں فرق:۔ اسلام کے معنی ہیں سر سجدے میں رکھنا یعنی اطاعت کرنا۔ اسلام میں ظاہر کرنا معتبرہ ہے۔ مُراد ظاہراً اقرار کرنا لازمی ہے۔ اور ایمان چھپی ہوئی چیز ہے۔ اگر کسی کے عقائد درست نہ ہوں۔ لیکن وہ اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ہو۔ جیسے منافقین تو وہ مسلم ہوگا مومن نہیں ہوگا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص ایمان لے آیا۔ مگر اُس کو اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کا موقع نہ ملا تو وہ مومن ہوگا۔ مسلم نہ ہوگا۔ جس شخص کے عقائد بھی درست ہوں۔ اقرار بھی کرتا ہو۔ لیکن اعمال خراب ہوں وہ فاسق ہے۔ جس کے اعمال درست اور عقائد بھی درست ہوں وہ متقی ہے۔

یہاں ایک خیال رکھنا ضروری ہے کہ جاننا پہچاننا اور ہے۔ ماننا کچھ اور۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاننے پہچاننے کا نام ایمان نہیں۔ بلکہ ماننے کا نام ایمان ہے۔ کفار مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو جانتے پہچانتے تھے۔ امانت داری اور پاکبازی کے قائل تھے۔ مگر کافر ہے۔ کیونکہ مانتے نہ تھے۔ مطلب آپؐ کی نبوت پر ایمان نہ لائے۔ پھر ماننا تین قسم کا ہے۔ ایک محض ڈر سے ماننا۔ دوسرے لالچ سے ماننا۔ تیسرے دلی نیت سے ماننا۔ پہلے دو ماننے والے ایمان والے نہیں کہ منافق بھی ڈر اور لالچ سے مانتے تھے۔ محبت سے ماننا ایمان ہے اور یہی اصل ایمان ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۔ (پ ۵ ۔ نسأ ۔ ع ۱۷)

○

اور جو نہ مانے اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور
کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور
کی گمراہی میں پڑا ۔

Marfat.com

ایمان کی شاخیں

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحیٰ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ظفر علی خاںؒ

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں۔ سب سے اعلیٰ شاخ یہ کہنا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے ادنیٰ شاخ یہ ہے کہ راستے میں پڑی ہوئی رکاوٹ ہٹا دی جائے۔ اسی طرح حیا بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔

توحید توحید یعنی اللہ کی وحدانیت کا اقرار، یہ ایمان کی اولین شاخ ہے۔ تمام مومن اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمان کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک

Marfat.com

ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اِس سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس کو فنا نہیں۔ وہ زمان و مکان کی حدود سے بالا ہے وہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ ہمارے ظاہری اور باطنی احوال سے باخبر ہے۔ سب کا خالق اور رازق ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ اس نے ہر ذی روح کو پیدا کیا وہی موت دے گا۔ موت کے بعد زندہ کرے گا اور پھر ہمارے اعمال کا حساب لے گا اس کے بعد جنت اور جہنم کا فیصلہ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات و الاصفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں وہ واحد ہے لاشریک ہے۔ جس کسی نے اس کی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا وہ سب سے بڑا مجرم ہے اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (پ ۲۱ - لقمٰن)

صحیح مسلم میں ہے حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو اس شعور کے ساتھ مرا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جنت میں داخل ہوا۔ جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (پ۵ - نساء)

جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے والے کے لئے نجات کی کوئی راہ نہیں وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ایمان بالغیب:- اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (بقرہ) جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

لفظ یُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان سے مشتق ہے۔ ایمان کے لغوی معنی امن دینا اور مان لینا ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ چونکہ مومن اچھے عقائد اختیار کر کے اپنے آپ کو ہمیشہ کے عذاب سے امن دے لیتا ہے۔ اس لیے اچھے عقائد کو اختیار کرنے کا نام ایمان

Marfat.com

ہے۔ ایمان کے دوسرے معنی مضبوط کرنے اور بھروسہ کرنے کے بھی ہیں۔ چونکہ مومن کو اپنے عقائد پر مضبوطی اور بھروسہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیئے اِسے مومن کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کو مومن کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی۔ اس میں مسلمانوں کے مومن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے آپ کو عذاب سے امن دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مومن ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے کرم سے ایمان والے بندوں کو عذاب سے امن دیتا ہے۔ شریعت میں ایمان کے معنی یہ کہ جن باتوں کے متعلق یقین سے معلوم ہو جائے کہ دینِ محمدی سے ہیں۔ اِن سب کو دِل سے یقیناً ماننا اور زبان سے اقرار کرنا لیکن اس کی دِل سے تصدیق اصل ایمان ہے۔ ایمان تمام نیکیوں کی اصل اور جڑ ہے۔ اگر ایمان قائم ہے۔ تو نیک اعمال فائدہ دیں گے۔ ورنہ نہیں۔

غیب کے معنی غائب یعنی چھپی ہوئی چیز ہے۔ اصطلاح میں غیب وہ چیز کہلاتی ہے جو ظاہری و باطنی حواس اور عقل سے چھپی ہو۔ یعنی نہ تو آنکھ اور کان وغیرہ سے معلوم ہو سکے اور نہ غور و فکر سے عقل میں آسکے۔ دوسرے الفاظ میں غیب سے مُراد وہ عالم ہے۔ جو اس ظاہری دنیا سے بلند و بالا ہے اور جس کی خبریں صرف نبی کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں۔

غیب دو طرح کا ہے۔ ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ جیسے کسی کی موت کا وقت۔ قیامت آنے کی تاریخ۔ پیٹ کے بچے کی تحقیق۔ کہ یہ چیزیں دلائل سے بھی معلوم نہیں ہو سکتیں۔ اِسی کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ[1]۔ یعنی غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اِسے کوئی بھی اپنے آپ معلوم نہیں کر سکتا۔ دوسرا غیب وہ ہے۔ جس پر دلیل قائم ہو۔ یعنی دلائل سے پتہ لگ جائے۔ جیسے حق تعالیٰ کی ذات و صفات۔ انبیاء کی نبوت۔ جنت دوزخ۔ قیامت میں جزا سزا وغیرہ ہیں۔ یہ وہ غیب ہے جو غور و فکر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہم نے نہیں دیکھا۔ لیکن دنیا کا ذرہ ذرہ اس کے ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔ تو جو شخص ان میں سے کسی چیز کا انکار کرے وہ مومن نہیں ہے۔

---

[1] پ ۷۔ الانعام۔ ع ۱۳

Marfat.com

مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ ہر اچھی اور بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ روز ازل سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی انجام کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔ قضائے ربانی کو انسان اپنی حکمت اور تدبیر سے ٹال نہیں سکتا وہ ہو کر رہتی ہے۔ چنانچہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔

مشیت الٰہی جب نافذ ہونے لگتی ہے تو عقلمندوں کی دانائی سلب ہو جاتی ہے البتہ انسان اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کے تبدیلی کی آرزو کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اچھے کو بُرے اور بُرے کو اچھے میں تبدیل کر سکتا ہے۔ اس کی تدبیر اور تقدیر سب پر غالب ہے۔

دُعا کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے

دُعا خُدا کا مسلّح لشکر ہے:

فرمایا۔

۱:۔ دُعا خُدا کے مسلح لشکروں میں سے ایک مسلح لشکر ہے۔ جو قضا یقینی کو بھی دفع کر دیتا ہے۔

۲:۔ دُعا سے ردِ بلا ہوتا ہے۔

۳:۔ دُعا عبادت ہے۔

۴:۔ دُعا سے قضا دور ہوتی ہے۔ نیکی سے رزق بڑھتا ہے اور گناہوں سے رزق میں کمی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (پ۲۔ البقرہ ع)

دُعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی۔ جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیئے۔ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ راہ پائیں۔

مومن کی دُعا اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ کبھی بعینہٖ اُسے قبول فرما لیتا ہے اور کبھی اُس کے ذریعے کوئی دوسری مصیبت ٹال دیتا ہے۔ کبھی آخرت کے لئے اُسے ذخیرہ فرما دیتا ہے۔ اور کبھی مناسب حال نہ ہونے کی وجہ سے بھی قبولیت سے محروم رہتی ہے۔

Marfat.com

تاریخِ اسلام کا ایک حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ المنصور نے سرحدی ریاست کے واقعہ کے قلعہ لیون کا محاصرہ کیا۔ ریاست کا عیسائی حکمران رومیرو جو بڑا بہادر اور جوشیلا تھا۔ اور جس کی عمر ابھی صرف بیس برس کی تھی۔ خود اپنی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ وہ اپنی فوجوں کو جوش دلاتا ہوا آگے بڑھا اور قلعہ سے باہر مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑا سخت معرکہ ہوا۔ طرفین نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ مگر کچھ عجیب اتفاق ہوا کہ مسلمان سپاہی عیسائیوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ انکے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ تیزی کے ساتھ افراتفری کے عالم میں پسپا ہونے لگے۔ گویا ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور عیسائی اُن کو انکی خیمہ گاہ تک دھکیلتے ہوئے لے گئے۔ ابن ابی عامر المنصور جو ایک اونچے تخت پر جنگ کا سارا نقشہ دیکھ رہے تھے اور وہاں سے فوج کا حوصلہ و ہمت بھی بڑھا رہے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ ان کے لئے یہ سب کچھ قطعاً خلاف توقع تھا۔ انہوں نے ایسی شرمناک پسپائی کا شاید کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ جب انہوں نے اپنی فوج کو اس طرح پسپا ہو کر بھاگتے دیکھا تو وہ مارے غم و غصّہ کے تخت سے نیچے اُتر آئے اور فرشِ خاک پر سجدہ ریز ہو گئے اور اپنے اللہ کے حضور گڑگڑا کر فتح کی دعائیں مانگنے لگے۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ المنصور نے یہ عجیب و غریب حربہ استعمال کیا تھا۔ بلکہ وہ ایسے نازک موقعوں پر جب ان کی فوج کو دشمن کی زبردست طاقت سے واسطہ پڑتا تھا اور ان کی فتح مشتبہ ہو جاتی تھی تو یہی حربہ استعمال کرتے تھے اور ہمیشہ کامیاب رہتے تھے۔ سلطان محمود غزنویؒ بھی یہی حربہ استعمال کرتا تھا اور کامیاب رہتا تھا۔ پسپا ہوتے ہی سپاہیوں کی نظر جب اپنے محبوب بادشاہ پر پڑی اور انہیں اس طرح اللہ کے حضور گڑگڑاتے دیکھا تو انہیں اپنی پسپائی اور کم ہمتی پر سخت ندامت ہوئی۔ ان کی خوابیدہ غیرت دفعتاً بیدار ہو گئی۔ ان کے سینہ میں ایمان کی شمعیں فروزاں ہو گئیں۔ اور یک بہ یک ان کے پسپا ہوتے ہوئے قدم رک گئے۔ ان کے قدم رکے ہی نہیں بلکہ انہوں نے پلٹ کر دشمن پر انتہائی بے جگری

Marfat.com

اور جوانمردی کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اس غیر متوقع جوابی حملہ نے عیسائیوں کے ہوش گم کر دیئے ان کے بڑھتے ہوئے قدم یکایک رک گئے۔ اب وہ آگے بڑھنے کی بجائے۔ پیچھے کی طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان مجاہدین ان کا نہایت سختی کے ساتھ تعاقب کر رہے تھے۔ لڑائی کا پالنسہ پلٹ چکا تھا۔ مسلمانوں کی شکست فتح میں اور عیسائیوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو چکی تھی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کا قلعہ کے دروازے تک پیچھا کیا اور مار مار کر ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ مسلمانوں کی اس بے مثل جرأت و ہمت اور اپنی زبردست پٹائی سے عیسائی اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ بالآخر انہوں نے اپنی شکست قبول کی اور ہتھیار ڈال دیئے۔

یہ ہے وہ حیرت انگیز اور ایمان افروز واقعہ جس کی مثال ساری دنیا کی تاریخ میں شاید ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ مسلمانوں کی یہ فتح بلاشبہ ایک معجزہ سے کم نہ تھی۔ مگر اس قسم کے معجزے مجاہدینِ اسلام کے نزدیک کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہیں۔ انہیں ایسے معجزوں سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ماضی ہی پر کیا موقوف ہے۔ اس قسم کے معجزے آج بھی رونما ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم اپنے اسلاف کے اخلاق و کردار کی انہی بلندیوں کو چھو لیں۔ انہی جیسے نظم وضبط اور اتحاد و اتفاق اپنے اندر پیدا کریں اور انہیں جیسے ایمان کی مقدس شمعیں اپنے سینوں میں فروزاں کریں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا (اقبالؒ)

(نوائے وقت ۸ جولائی ۱۹۷۷ء)

دُعا کا فائدہ:- دُعا نازل شدہ اور نازل ہونے والی مصیبتوں کے دفاع میں مفید ہے۔ خدا کے بندو دُعا کو اپنا وسیلہ بناؤ۔ غیب پر یقین کامل مسلمان کو حقیقی ایمان سے متصف کر دیتا ہے۔ وہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اپنی کوشش اور محنت کے بعد نتائج کو اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ وہ ہر عطا کو اللہ کا کرم، ہر دکھ مصیبت اور بلا کو اپنے عمل کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ کارِ حق میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا پر

Marfat.com

آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ یہ صفتیں مسلمان کے ایمان کو مکمل کرتی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تین صفتیں ایمان کو کامل بنا دیتی ہیں اور انسان کامل الایمان ہو جاتا ہے۔ پہلے کہ کارِ حق میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے عمل کی کسی چیز پر نگاہ نہ ڈالے تیسرے یہ کہ جب دو کام بیک وقت سامنے آجائیں ایک آخرت کا کام ہو اور دوسرا دین کا۔ تو وہ امرِ آخرت کو کارِ دنیا پر ترجیح دے۔

ملائکہ پر ایمان:- ملائکہ جمع ہے۔ ملک کی اس کے عربی معنی ہیں۔ فرشتہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے۔ انسان ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ ان کی تعداد کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ہمیں ان پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ یہ ہر وقت اللہ تعالیٰ اطاعت اور حکم بجالاتے ہیں۔ یہ گناہوں سے پاک ہیں۔ ان میں گناہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ان میں چار بڑے فرشتے ہیں۔ جن کے کام مخصوص ہیں۔

۱:- جبرائیل:- اس فرشتے کا کام پیغمبروں تک اللہ تعالیٰ کے احکام یعنی وحی پہنچانا تھا۔

۲:- میکائیل:- اس کے ذمہ بارش برسانا اور خلائق کی روزی کا انتظام ہے۔

۳:- عزرائیل:- اس کا کام تمام جانداروں کی روح قبض کرنا ہے۔

۴:- اسرافیل:- یہ قیامت کے دن صور پھونکے گا۔ جس سے تمام مخلوق تباہ ہو جائیگی۔

کتابوں پر ایمان:- مسلمان کو تمام الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں ان میں مشہور الہامی کتابیں یہ ہیں۔

۱:- توریت:- حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

۲:- زبور:- حضرت داؤد علیہ السلام پر۔

۳:- انجیل:- حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

۴:- قرآن پاک:- حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

قرآن کریم اللہ کی طرف سے آخری الہامی کتاب ہے۔ ارشاد ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو تیری طرف
وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ج رپ۔ بقرہ) ع اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا۔

اس سے مُراد کتاب (قرآن مجید) جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل ہوئی۔ اس کی تعلیمات وہدایات پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور دوسرے یہ کہ جو کتابیں آپ سے پہلے نبیوں پر نازل ہوئیں۔ اُنہیں بھی حق اور خدا کی طرف سے مانا جائے۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ قرآن مجید میں صرف آخری نبی کی کتاب اور آپ سے پہلے نبیوں کی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کے بعد ہونے والے نہ کسی نبی کا ذکر ہے اور نہ کتاب کا۔ یہ آخری کتاب ہے۔ اس کے احکام اور الفاظ میں تبدیلی نہیں۔ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم میں لے رکھا ہے

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم نے اسے نازل کیا اور ہم اس کے محافظ ہیں۔
(پ۱۴ - ع۱)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نورانی کلام کو سینوں میں محفوظ فرما دیا ہے۔ کلام پاک کے علاوہ یہ شرف اور کسی الہامی کتاب کو نہیں کہ وہ حرف بحرف انسان کے سینے میں محفوظ ہو سکے۔ یہ اعجاز صرف قرآن پاک کو ہے۔ تحریف اور تبدیلی سے بچانے کا یہ انوکھا طریقہ ہے۔ کوئی عبارت بدلنے کی کوشش کرے۔ چھپائی لکھائی میں ہیر پھیر کرے۔ جیسا کہ جھوٹے مدعیان نبوت نے کیا۔ لیکن حفاظِ قرآن پاک کے سینے ایسے قلعے ہیں۔ جہاں کسی کی رسائی نہیں۔ یہ اپنی عبارت اور الفاظ پر تاقیامت محفوظ رہے گا۔ انسان کی دینوی اور اُخروی زندگی کے احکام وامور اس میں موجود ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو کر ہم دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ دنیا و مافیہا کا ذکر اس میں موجود ہے۔

وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ٥ (پ۷ الانعام ع۱۳)
" نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔"

ہر کوئی اپنی ہمت کے مطابق گوہر مقصود حاصل کرتا ہے۔

رسولوں پر ایمان:- اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں رسول بھیجے۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق

Marfat.com

راہِ حق کی نشان دہی کرتے رہے۔ عوام الناس کو حق کی طرف بلاتے رہے۔ تمام انبیا علیہ السلام اور رسولوں کی تعلیمات کا منبع اور مقصود ایک ہی تھا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں باعثِ تخلیق کائنات، صاحبِ لولاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تمام انبیا علیہ السلام پر ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ تمام کی تعلیم برحق ہے۔ کسی نبی نے نبی برحق کی تعلیم کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اس کے نبی برحق ہونے کی تصدیق کی تمام انبیا علیہ السلام اور ان کی تعلیم کو برحق ماننا جزوِ ایمان ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ

یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اترا اور جو ابراہیم پر اترا اور اسمٰعیل اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ملا۔ ہم ان سب میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں

(پ ۱۔ بقرہ۔ ع ۱۶)

مسلمان تمام انبیا علیہ السلام کو سچا مانتے ہیں، کسی کا انکار نہیں کرتے۔ جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں۔ خواہ وہ کسی زمانہ میں ہوں اور کسی بھی ملک اور قوم کی طرف بھیجے گئے ہوں سب ایک ہی پیغام حق لائے تھے۔ ان کا انکار کفر اور اقرار ایمان ہے۔ البتہ عمل صرف ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیم اور کتاب (قرآن مجید) پر باقی ہے۔

یومِ آخرت پر ایمان:۔ یہ دنیا فانی ہے اللہ کی ذات کے بغیر باقی سب کچھ قیامت کے دن ختم ہو جائے گا۔ قیامت کب ہو گی اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس دن انسان کے اعمال کا حساب ہوگا۔ جزا اور سزا ہو گی۔ انسان کو اس

Marfat.com

دن کے عذاب کو نہیں بھولنا چاہیئے۔ ہمیشہ نیک عمل کرکے زادِ راہ جمع کرنے کی سعی میں مصروف رہے۔

ارشاد ہے۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ؕ (پ۱ - بقرہ - ع ۶)

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہوگی۔ اور نہ اس کی طرف سے بدلہ لیا جائے گا۔ اور نہ ان کو مدد ملے گی۔

یہاں دن سے مراد یومِ قیامت ہے۔ اِس دن دنیا کی لذتوں کو چھوڑنے اور نیک کام کرنے کا انعام دیا جائے گا۔ بُرے کاموں پر سزا بھگتنی پڑے گی۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کام آئیں گے۔ کسی دوسرے کا کوئی عمل یا سفارش کام نہ دے گی۔ ایسا خیال کہ قیامت میں اعمال کی بازپرس نہ ہوگی قطعی باطل ہے۔ ایسا شخص ایمان سے خالی اور خارج از اسلام ہے مومن قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یقین سے مُراد ایسا علم ہے۔ جسے دلائل سے اسقدر واضح کر دیا جائے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ یہ دنیا دار العمل ہے اور عارضی زندگی ہے۔ اس کے بعد آنے والی دنیا دار الجزا ہے۔ جس میں انسان کے کام کا بدلہ دیا جائے گا۔ اِس میں شک نہیں کہ محض عبرت کے لئے کچھ جھاڑ پھٹک یہاں دنیا میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن جزا سزا قیامت کے لئے محفوظ رکھی جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل دِن مقرر کر دیا ہے۔ اِس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی سے دنیا میں نیکی اور بدی کی تمیز ہوتی ہے۔ آخرت میں جزا و سزا ہوگی۔

ارشادِ باری ہے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (پ۲۴ المومن ع ۲) آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائیگی۔ آج کسی پر زیادتی نہیں۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے

(نوٹ: اِس آیت کا حکم منکرینِ اسلام کیلئے ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کیلئے شفاعت قرآن وحدیث سے ثابت ہے)

Marfat.com

قیامت میں نیک اپنی نیکی کا بدبدی کا بدلہ پائیں گے۔ اُس دن کسی پر کوئی ظلم، زیادتی اور ناانصافی نہ ہوگی۔ تو جو اِن سب کو نہ مانے وہ گمراہ ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا۔ (پ۵۔سورہ نساء ع۱)

اور جو نہ مانے اللہ کو اور اُس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

تقدیر پر ایمان:- انسان بڑی حد تک اپنے ارادے اور مرضی کا مالک ہے۔ اکثر افعال پر اسے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ مگر بعض کام اس کی طاقت اور اختیار سے باہر ہیں۔ مثلاً زندگی اور موت، سورج اور چاند کا نکلنا، دن رات کا ہونا وغیرہ جو کام ہمارے اختیار میں ہیں اور جو ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ ان سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی پتّا بھی نہیں ہل سکتا۔ ظاہری اسباب انسان کرتا ہے۔ لیکن فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ انسان کے افعال اور مقسوم ازل سے لوحِ محفوظ میں درج ہیں اور قادرِ مطلق اسی کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔ جب تک حکمِ ربی نہ ہو۔ کوئی ذی روح کچھ نہیں کر سکتا۔ کسی بھی مخلوق کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر انجام نہیں پاتا۔ یہاں تک کہ درختوں کے پتے بھی اُسی کے حکم سے گرتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا (پ۷ الانعام ع۷)

اور جو پتا گرتا ہے وہ (اللہ) اُسے جانتا ہے۔

ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور علم سے ہوتا ہے۔ انسان کا کوئی حال اُس سے چھپا نہیں ہے۔ راحت، آرام، دُکھ اور مصیبت سب کچھ ایک فطری نظام کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ مصائب میں انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ اس طرح اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ آرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہے۔ یہ باعثِ ثواب اور قربِ خداوندی ہے۔ جب انسان میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہی رضائے

Marfat.com

رہی ہے۔ تو پھر مصائب اس کے لئے مصائب نہیں رہتے۔ وہ انہیں اللہ کی نعمت اور اپنے اعمال کی درستی کا ذریعہ سمجھ کر صبر و سکون سے برداشت کرتا ہے۔ آرام و آسائش مصائب، زندگی اور موت یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی معاملے میں سوچنے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ صفت ایمان میں ذکر ہے۔

وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اور اچھی اور بری تقدیر کا خالق اللہ تعالیٰ ہے

یہی پختہ ایمان ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ سے گلہ شکوہ سے محفوظ رہتا ہے۔

چنانچہ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔

تقدیر پر ایمان رنج و غم کو ختم کر دیتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا، ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایمان کی بھی ایک حقیقت ہے۔ جب تک انسان اس وقت تک نہیں پہنچتا۔ جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو چیز ملنے والی ہے وہ مل کر رہے گی اور جو مقدر میں نہیں وہ کبھی نہیں ملے گی۔

مرنے کے بعد زندہ ہونا:۔ قیامت کا ایک دن مقرر ہے۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔ مقررہ وقت آنے پر فرشتہ اسرافیل علیہ السلام حکم الٰہی سے صور پھونکیں گے۔ تمام ذی روح موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ زمین تمام نباتات اور جمادات سے صاف ہو جائے گی۔ کچھ وقفہ کے بعد اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے۔ اس سے تمام مخلوق دوبارہ زندہ ہو گی اور قبروں سے نکل کر میدانِ قیامت کی طرف چل پڑے گی۔ اس کا ذکر ایمان مفصل میں وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ آیا ہے۔ کلام پاک میں بارہا اس کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

(پ ۱۶ - طٰہٰ - ع ۱۲)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ (اعلیٰحضرت بریلوی ؒ)

Marfat.com

اِس سے مراد یہ ہے کہ نوعِ بشر کے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ اولادِ آدم علیہ السلام موت کے بعد اسی مٹی میں دفن کی جائے گی اور قیامت کے دن اِسی مٹی سے تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے۔ اور اعمال کا حساب ہو گا۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ (پ ۱۷ - الحج - ع ۱۶)

مطلب بے جان نطفے سے پیدا فرمایا، مقررہ عمر کے بعد موت دے گا اور پھر روزِ قیامت حساب کتاب کے لئے زندہ کیا جائے گا۔ انسان کی تخلیق، رزق، طبعی حیات اور موت کے متعلق مزید ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ (پ ۲۱ - الروم - ع ۴)

اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا۔ (اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

میدانِ قیامت میں ہر شخص اللہ کے روبرو پیش ہو گا۔ اعمال کا حساب ہو گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا کہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں۔ اب ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔ اس کے بعد موت کسی کو نہیں آئے گی۔ ایمان کی تمام شاخوں کا احاطہ ناممکن ہے۔ یہاں چند چیدہ چیدہ شاخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اخلاص ان سب میں سے زیادہ اہم اور بنیادی جزو ہے۔ اِسی وجہ سے حدیث پاک میں ایمان کو اخلاص قرار دیا گیا ہے۔

ایمان اخلاص کا نام ہے:- سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا گیا۔ ایمان کیا ہے آپ نے فرمایا خلوصِ نیت یعنی اللہ اور اللہ کے دین میں اخلاص سے کام لیا جائے اور کوئی مطمعِ نظر نہ ہو اس کی مثال کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل ہے۔

حضرت عثمان کا ایمان:- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ جمعہ کے لئے بالائے منبر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ آپ کے وصال

Marfat.com

مبارک کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے خطبہ جمعہ کے لئے آئے آپ دوسرے پائے پر بیٹھے۔ آخر تک دوسرے پائے پر ہی بیٹھا کرتے تھے۔ خلیفہ اوّل کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے نچلے پائے پر بیٹھا کرتے تھے۔

خلیفہ ثانی کے وصال پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ جمعہ کا دِن آیا تو آپ بالائے منبر بیٹھ گئے اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ حضرت سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالائے منبر کبھی نہیں بیٹھے تھے۔ آپ کیوں بیٹھے ہیں؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں دوسرے پائے پر بیٹھتا تو صدیقِ اکبر کی ہمسری ہوتی۔ تیسرے پر بیٹھتا تو فاروقِ اعظم کی برابری ہوتی۔ لیکن میں بالائے منبر بیٹھتا ہوں اِس لئے کہ دنیا جانتی ہے۔ سرورِ کائنات میرے آقا ہیں۔ میں ان کا غلام ہوں یہاں تو ہمسری اور برابری کا شائبہ تک نہیں ہوسکتا۔

آپ کا یہ ایمان افروز واقعہ مسلمان کے لئے مشعل راہ ہے اور یہ واضح کر دیا کہ ایمان کا تعلق ظاہری افعال کی نسبت باطنی افعال (خلوص نیت) سے زیادہ گہرا ہے۔ اگر باطن میں کوئی کمی پائی جائے تو ظاہری اچھے اعمال بھی قبولیت کی باریابی سے محروم رہتے ہیں۔

ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں لہذا ایمان کامل اس وقت ہوسکتا ہے۔

ایمانِ کامل:۔ جب اُس کے تمام اجزا پر کامل یقین ہو۔ ان سب پر منِ وعَن عمل کیا جائے۔ البتہ بعض ایسی بنیادی باتیں ہیں۔ جن پر حقیقی عمل تمام ایمان کے اجزا پر محیط ہوجاتا ہے۔ اور یہ اعمال انسان کے ایمان کو کامل بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تین صفتیں مستحق ثواب کرتی ہیں۔ اور بندے کے ایمان کو کامل بناتی ہیں۔

۱:۔ خوش اخلاقی:۔ جس کے ذریعے انسان لوگوں میں خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے۔

۲:۔ تقویٰ :۔ جو حرام سے روکتا ہے۔

۳:۔ تحمل :۔ جو جاہل کی جہالت کو دفع کرتا ہے۔

ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

۱:۔ اول تصدیق قلبی یعنی دِل سے جملہ امور کا یقین کرنا۔

Marfat.com

۲:۔ دوسرے۔ زبان کا اقرار اور عمل۔

۳:۔ تیسرے۔ بدن کے اعمال۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ ایمان کی تمام شاخوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول جن کا تعلق نیت واعتقاد اور تصدیق قلبی سے ہے۔ دوسرے جن کا تعلق زبان کے اقرار سے ہے تیسرے وہ جن کا تعلق بدن کے باقی حصوں سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان میں شامل ہیں۔

پہلی قسم:۔ اس میں تمام عقائد ہیں۔ اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

۱:۔ اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اُس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی مثل ہے۔

۲:۔ اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیدا وار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک پاک ذات ہے۔

۳:۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔

۴:۔ اللہ کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

۵:۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

۶:۔ تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

۷:۔ قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا۔ جس میں قبر کا سوال وجواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پُل صراط پر سے گزرنا سب ہی داخل ہے۔

۸:۔ جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشا اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

۹:۔ جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت عذاب ہے۔ اور کافر اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۱۰:۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے محبت رکھنا۔

۱۱:۔ اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے دوسروں سے

Marfat.com

بغض رکھنا۔ یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بغض رکھنا اس میں آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، صحابہ کرامؓ اور بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت شامل ہے۔

۱۲:۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا۔ جس میں آپ کی تعظیم، آپ پر درود بھیجنا اور سنّت کا اتباع بھی داخل ہے۔

۱۳:۔ اخلاص جس میں۔ ریا نہ کرنا، اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔

۱۴:۔ توبہ یعنی دِل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔

۱۵:۔ اللہ کا خوف۔

۱۶:۔ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا۔

۱۷:۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

۱۸:۔ شکرگزاری۔

۱۹:۔ وفا۔

۲۰:۔ تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔

۲۱:۔ شفقت و رحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا داخل ہے۔

۲۲:۔ صبر۔

۲۳:۔ مقدر پر راضی رہنا۔

۲۴:۔ توکل یعنی اللہ پر بھروسہ۔

۲۵:۔ خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا۔ جس میں اصلاح نفس بھی شامل ہے۔

۲۶:۔ کینہ اور غلش نہ رکھنا۔

۲۷:۔ حیا کرنا۔

۲۸:۔ غصہ نہ کرنا۔

۲۹:۔ فریب نہ دینا۔ بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا۔

۳۰:۔ دُنیا کی محبت دِل سے نکال دینا جس میں مال اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔

Marfat.com

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امورِ بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور کرنے پر اِن نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دوسری قسم:- زبان کا عمل ہے جس کے سات شعبے ہیں۔

۱:- کلمہ طیبہ کا پڑھنا۔

۲:- قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

۳:- علم سیکھنا۔

۴:- علم دوسروں کو سکھانا۔

۵:- دُعا کرنا۔

۶:- اللہ کا ذکر۔

۷:- لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم:- بدن کے اعمال جو کل چالیس ہیں اور تین حصوں میں منقسم ہیں۔

پہلا حصہ:- اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سولہ شاخیں ہیں۔

۱:- پاکیزگی حاصل کرنا۔ اس میں بدن کی پاکیزگی، کپڑے کی پاکیزگی، مکان، جگہ کی پاکیزگی، بدن کی پاکیزگی میں وضو، حیض ونفاس اور جنابت کا غسل شامل ہے۔

۲:- نماز کی پابندی کرنا۔

۳:- صدقہ دینا اس میں زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ داخل ہے۔

۴:- روزہ فرض ہو یا نفل۔

۵:- حج کرنا، فرض ہو یا نفل اس میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی۔

۶:- اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کی تلاش کرنا بھی داخل ہے۔

۷:- دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا اس میں ہجرت بھی شامل ہے۔

۸:- نذر کا پورا کرنا۔

۹:- قسموں کی نگہداشت کرنا۔

Marfat.com

۱۰:- کفاروں کا ادا کرنا۔

۱۱:- ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانپنا۔

۱۲:- قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا۔

۱۳:- جنازہ کا اہتمام کرنا اور اس کے جملہ امور کا انتظام کرنا۔

۱۴:- قرض کا ادا کرنا۔

۱۵:- معاملات کا درست کرنا اور سود سے بچنا۔

۱۶:- سچی بات کی گواہی دینا۔ حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ:- کسی دوسرے کے ساتھ برتاؤ جس کی چھ شاخیں ہیں۔

۱:- نکاح کے ذریعے حرام کاری سے بچنا۔

۲:- اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کرنا۔ اِن کا ادا کرنا۔ اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں۔

۳:- والدین کے ساتھ سلوک برتنا۔ نرمی اور فرمانبرداری کرنا۔

۴:- اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔

۵:- صلہ رحمی کرنا۔

۶:- بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ:- عام حقوق جو اٹھارہ شعبوں میں منقسم ہیں۔

۱:- عدل کے ساتھ حکومت کرنا۔

۲:- حقانی (اہلِ حق) کی جماعت کا ساتھ دینا۔

۳:- حکام کی اطاعت کرنا بشرطیکہ خلاف شرح حکم نہ ہو۔

۴:- آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا۔ جس میں مفسدوں کو سزا دینا۔ باغیوں سے جہاد کرنا بھی شامل ہے۔

۵:- نیک کام پر دوسروں کی مدد کرنا۔

۶:- نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا اس میں وعظ و تبلیغ بھی داخل

Marfat.com

ہے۔

۷:۔ حدود قائم کرنا۔

۸:۔ جہاد کرنا۔

۹:۔ امانت کا ادا کرنا جس میں خُمس بھی جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے بھی داخل ہے

۱۰:۔ قرض دینا اور ادا کرنا۔

۱۱:۔ پڑوسیوں کا حق ادا کرنا۔ اور ان کا اکرام کرنا۔

۱۲:۔ اچھا معاملہ کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال جمع کرنا بھی داخل ہے۔

۱۳:۔ مال کا اپنے محل موقع پر خرچ کرنا۔ اسراف اور بُخل سے بچنا۔

۱۴:۔ سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا۔

۱۵:۔ چھینکنے والے کو یَرحمکَ اللہ کہنا۔

۱۶:۔ دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا۔

۱۷:۔ لہو ولعب سے بچنا۔

۱۸:۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرنا۔

انسان کو ان تمام شعبوں پر غور و فکر کرنا چاہیئے۔ جو اوصاف انسان میں پائے جائیں ان پر اللہ کا شکر ادا کرے اور باقی پر عمل کرنے کے لئے اللہ سے توفیق مانگے۔

ایمان کامل کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عقائد سے متعلق تیس چیزوں میں ایک حُبِّ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔ ایمان کامل کا سب سے زیادہ انحصار اسی پر ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطبے میں ایمان کے متعلق ارشاد فرمایا۔

" ایمان حضرت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و محبت وعظمت کا نام ہے۔ جس کے دِل میں بالکل نہیں وہ قطعاً کافر"

Marfat.com

امام الصدیقین اکمل الاولیا والعارفین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس کی تعظیم و محبت کو ہمیشہ حفظِ جان پر مقدم رکھا۔ یہی تعظیم و محبت و جانثاری شمع رسالت (علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ) ہے جس نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انبیائے مرسلین کے بعد تمام اولیا، عرفا، تمام علما اور تمام خلق اللہ سے افضل و اکرم و اکمل و اعظم کر دیا ہے۔ یہ وہی سرّ (راز) ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کثرت صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ اس ہنر کے سبب ہوئی جو ان کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے۔ جس کے باعث رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اگر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان میری تمام اُمت کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان غالب آئے گا" ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولائے کرام و آقائے اعظم نے فرمایا۔

بے شک تمام لوگوں میں اپنی جان و مال سے میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا۔ جس کا ہم نے عوض نہ دے دیا ہو۔ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ اِن کا ہمارے ساتھ وہ حُسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں روز قیامت عطا فرمائے گا۔

ایمان کامل کے متعلق رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

۱:۔ مومن اس وقت تک کامل الایمان ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک بلا کو راحت اور نعمت کو مصیبت نہ جانے۔

۲:۔ خدا کی قسم کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اس کو اس کی جان و مال اور اولاد سے پیارا نہ ہوں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان:۔

آپ کے ایمان محکم کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کی تعریف و ستائش ممکن ہی نہیں۔ اس کے لئے آپ کی قوتِ ایمانی کی ایک مثال کافی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اِس ظاہری دنیا سے علیحدگی کے بعد خلافت کا منصب آپ کو ملا ہے۔ اس

Marfat.com

کے ساتھ ہی عرب کے کثیر تعداد اور طاقتور قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اور ارتداد اختیار کیا تو اسلام کی پوری تاریخ کے سب سے زیادہ پُر آشوب اور نازک موقعہ پر خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے ایک الہامی جملہ نکلا جو ان کے قلبِ مبارک کے عمیق تاثرات کا آئینہ ہے اور آپ کی پوری سیرت کا خلاصہ ہے۔ " اَیَنقُصُ وَ اَنَا حَیٌّ " کیا اسلام میں میرے جیتے جی کمی کی جاسکتی ہے؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہو اور اس کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی قطع و برید کی جائے بعض فرائض باقی رہیں اور بعض نکال دیئے جائیں۔ اس جملہ سے اِس نسبت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو آپ کو اسلام سے تھی۔

اس مرحلہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت پریشان تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود جلالت قدر دبے نظیر شجاعت کے حیران تھے کہ کیا کریں۔ اس داخلی فتنہ سے کس طرح نجات حاصل کریں۔ اس وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ رائے تھی کہ فی الحال نرمی اختیار کی جائے اور زکوٰۃ سے درگذر کیا جائے۔ حالات سخت نازک ہیں۔ اس لئے سختی سے کام نہ لیا جائے۔ پھر جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ چکا ہو۔ اس پر کس طرح تلوار اُٹھائی جائے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاملہ کی گہرائیوں تک پہنچ چکے تھے۔ ان کی فراست اور تدبر نے بھانپ لیا تھا کہ اگر مخالفت کے اِس شگاف کو بند نہ کیا گیا تو اسلام کی خیر نہیں۔ یہ زخم قیامت تک ہرا رہے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

اسلام حق ہے اسلام کی تعلیم حق ہے۔ بخدا اگر کسی نے رسی کا بھی انکار کیا جس کو وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں زکوٰۃ کے وقت دیتا تھا تو اس پر جہاد کروں گا اور خدا کے دین کو غالب کر کے دم لوں گا۔

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے! " ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان ہم سب کے ایمانوں سے اگر وہ جمع کئے جائیں زیادہ ہے۔

پھر تمام عالم نے دیکھا کہ فتنہ ارتداد پر بڑی خوبی اور سرعت سے قابو پا لیا۔ تمام قبائل راہِ راست پر آگئے۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید کی مہم جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تیار کی تھی اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کیوجہ سے رُک گئی تھی فی الفور روانہ کی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حالات کے پیشِ نظر اس مہم کو ملتوی کرنے یا کسی آزمودہ کار صحابی کو اس کا سالارِ اعظم مقرر کرنے کی رائے دی۔ فتنہ ارتداد کے پیشِ نظر مدینہ منورہ کے لئے خطرات کا اظہار کیا لیکن آپ کی قوت ایمانی کا یہ حال تھا کہ آپ ذرہ برابر کسی خطرے سے نہ گھبرائے اور فرمایا۔

"جس کام کا حکم رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دے چکے ہوں۔ میں اس کو کیسے روک سکتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ ڈر ہو کہ مدینہ میں جنگلی بھیڑے میرا گوشت نوچ لیں گے۔ میں تب بھی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہم ضرور روانہ کروں گا۔

آپ کی قوتِ ایمانی کے متعلق مورخین نے اپنے اپنے علم اور ذخیرہ الفاظ کے مطابق بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان تمام خیالات اور واقعات کا یہاں ذکر کرنا محال ہے۔ دو واقعات بطورِ نمونہ ذکر کیئے گئے ہیں۔ آپ کے ایمان کے متعلق ایک مشہور مستشرق نولڈیکے کی رائے یہ ہے۔

" اللہ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کو اس پہاڑ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتا"

ایمان کی نشانیاں:-

کسی چیز کی جانچ پرکھ کے لئے کوئی نہ کوئی معیار ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی تصدیق ہو سکے۔ اس کے بغیر کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایمان کی بھی بعض نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا ایمان ہے یا نہیں۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی علامت ہیں۔

۱:- تنگی میں سخاوت۔

۲:- اپنے خلاف فیصلہ کرنا۔

۳:- عالم کو سلام کرنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان کے بعد
افضل تر نیکی
خلقِ خدا
کو آرام
دینا ہے

(فرمانِ نبوی)

Marfat.com

ایمان کے درجات اور عمل

ایمان کی شاخیں اور دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ اِن سب پر کلی طور پر عمل یہ ایک عام مسلمان کے لئے انتہائی مشکل ہے۔ ہم میں بے شمار کمزوریاں اور خامیاں ہیں۔ ان تمام پر پُورا اترنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس لئے جس حد تک کسی کا عمل ہوگا اسی اعتبار سے اس کا ایمان ہوگا۔ ایمان کی اعلیٰ و ادنیٰ صفات کے متعلق رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تین فضیلتیں ایمان کے اعلیٰ صفات میں سے ہیں۔

ایمان کی اعلیٰ صفات:- ۱:- غصہ کے وقت غیظ و غضب سے باطل کی راہ پر گامزن نہ ہو جائے۔

۲:- انسان کی رضا اسے حق سے دور نہ کردے۔

۳:- قدرت و اختیار ہوتے ہوئے ناجائز چیز کی طرف دست درازی نہ کرے۔

ایمان کا ضعیف درجہ یہ ہے۔

ایمان کا ضعیف درجہ:- جو شخص بدی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے اگر ایسا نہیں کرسکتا تو زبان سے اُس کی مخالفت کرے۔ اگر ایسا بھی نہیں کرسکتا تو کم ازکم دِل میں اس کی مخالفت کرے اور یہ ایمان کا کمترین درجہ ہے۔

جو شخص اللہ کی توحید کا اقرار کرے اور ختمِ نبوت پر ایمان لائے

حلاوت ایمان:- یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم آخری نبی ہیں۔ ان دو بنیادی اصولوں پر ایمان لانے والا مسلمان ہے۔ وہ کسی حالت ایمان سے خالی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی

Marfat.com

توحید اور ختمِ نبوت تو اس کو ایک راسخ العقیدہ مُلا بھی اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا۔ خواہ فقرا اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت میں وہ کتنی ہی غلطیاں کرے۔ البتہ ایمان کی حلاوت (مٹھاس) اس میں پائی جا سکتی ہے۔ جس میں ایمان کی عمدہ خوبیاں موجود ہوں اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ تین صفتیں جس میں ہوں گی۔ اس میں ایمان کی حلاوت بھی ہوگی۔

۱:۔ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زائد عزیز رکھے۔

۲:۔ جس سے محبت کرے اللہ کے لئے کرے۔

۳:۔ جس طرح آگ میں جانے کو کوئی پسند نہیں کرتا اسی طرح اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف جانے کو ناپسند کرے۔

ایمان اور عمل:۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اُن پر عمل نہ کیا جائے تو ایمان بے فائدہ ہے۔ ایمان اس وقت سود مند ہے۔ جب ایمان کے ساتھ عمل بھی کیا جائے۔ جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اگر اِن کو صرف مانا جائے۔ اور اِن پر عمل نہ کیا جائے، نماز نہ پڑھیں، روزے نہ رکھیں، زکوٰۃ نہ دیں۔ برائیوں سے نہ بچیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا ان پر ایمان ہی نہیں کیونکہ اگر ایمان ہے تو پھر عمل کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ بے عملی آہستہ آہستہ ایمان کو زائل کر دیتی ہے۔ محسنِ خلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

"ایمان و عمل میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

چونکہ ایمان کا انحصار عمل پر ہے اور عمل انسانی زندگی کے ہر پہلو پر خواہ اس کا تعلق ذاتی افعال سے ہو یا اجتماعی سے تمام پر حاوی ہے۔ انسان کی روزمرہ زندگی، کاروبار، لین دین، ہمدردی، صلہ رحمی، عدل وانصاف اور دیگر تمام افعال واعمال کا تعلق انسان کے ایمان سے ہے۔ انسان فطری طور پر لالچ اور خود غرضی کی طرف مائل ہے۔ اسے ہمیشہ اپنے مفادات کی نگہداشت، عزیز و اقارب کی بہتری اور خوشحالی کی تمنا احاطہ کئے رہتی ہے۔ یہ ایک عام روش ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو۔ سرکاری یا غیر سرکاری معاملات میں

Marfat.com

ان کا تعلق خواہ کسی ہی پہلو سے کیوں نہ ہو، ذاتی اور خویش واقارب کے مفادات کی زیادہ سے زیادہ طرف داری کرتا ہے۔ انہیں خوش کرنے کے لئے اخلاق، قانون اور عدل وانصاف کی حدیں پامال کرتا رہتا ہے۔ بلکہ سفارشات اور اثر ورسوخ کی آجکل اس قدر بھرمار ہے کہ عدل وانصاف کی راہ پر چلنا بڑا مشکل ہے اور جو ان معاملات میں اور خاص کر عدل وانصاف کی کرسی پر بیٹھ کر حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا وہ اللہ کی نگاہ میں معزز و مکرم ہے۔ میدانِ آخرت میں کامیاب وکامران ہوگا۔ عدل وانصاف کی اہمیت کے پیش نظر چند احادیث نقل ہیں۔

۱:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں سات قسم کے آدمی ہوں گے۔ ایک ان میں سے امام عادل ہے (بخاری)

۲:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عادل اور منصف بادشاہ کی دعا رد نہیں ہوتی (ترمذی)

۳:۔ حضرت عیاض بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امام عادل جنتی ہے۔ (مسلم)

۴:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک منصف بادشاہ کی نیند اور سونا ستر۷۰ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اللہ کی زمین پر حق وانصاف کے ساتھ سزائیں دینا اور حق کو قائم رکھنا چالیس روز صبح کی روزمرہ بارش سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ (طبرانی)

۵:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حدود قائم کرنے اور شرعی سزائیں دینے میں نہ تو اپنے اور بیگانہ کا فرق کیا کرو اور نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرا کرو۔ (ابن ماجہ)

۶:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایسے امام یا امیر یا بادشاہ جو لوگوں میں انصاف کرتے ہیں اور معاملات کے فیصلوں میں اپنے اور پرایوں کو یکساں سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کا کفیل مددگار رہے۔ یہ لوگ قیامت میں اللہ عزوجل کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے۔ (مسلم)

۷:- اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک خاندانی عورت پر چوری کا جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ تو بعض لوگوں نے سفارش کرنی چاہی۔ آپ نے غضب آلودہ لہجے میں فرمایا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ (بخاری)

اس طرح صلہ رحمی، عفو و درگزر، ہمدردی اور خطا کا معاف کرنا بھی ایمان کے کمال میں شامل ہے۔ اور پھر یہ کسی آدمی، طبقہ یا خاص گروہ تک محدود نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ عام ہونے چاہئیں۔ چرند پرند، حیوان، درندے اور انسان سب ہی اس میں شامل ہوں۔
حدیثِ پاک ہے۔

۱:- حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جب تک تم رحم نہ کرو۔ تمہارا ایمان صحیح نہیں ہو سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم سب رحیم ہیں۔ فرمایا یہ رحمت نہیں کہ تم کسی ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یا ایک پر رحمت کرو بلکہ رحمت عام ہونی چاہیئے۔

۲:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم رحم کرو۔ تم پر رحمت کی جائے گی۔ تم لوگوں کے قصور معاف کرو تمہارے قصور معاف کئے جائیں گے۔

۳:- اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فرماتی ہیں۔ کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ایک اعرابی نے کہا آپ بچوں کو پیار کرتے ہیں میں تو کبھی نہیں کرتا۔ فرمایا اگر تیرے دل سے رحمت دور کر دی گئی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔
(بخاری مسلم)

Marfat.com

۴:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خُدا نے فرمایا ایک شخص نے پیاس سے کتے کو جو کیچڑ چاٹ رہا تھا پانی پلا دیا۔ اس کو اس فعل کے بدلے جنت عطا کر دی گئی۔ (بخاری)

۵:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا۔ میں اپنے خادم کی خطاؤں کو کہاں تک معاف کیا کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ہر دن میں ستر بار (ابوداؤد)

۶:۔ حضرت وصین بن عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ ایک قصائی نے ایک بکری کو ذبح کرنا چاہا۔ بکری اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگئی وہ قصائی بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا اور بکری کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔ آپ نے بکری کو صبر کی تلقین فرمائی۔ قصائی سے فرمایا بکری کو نرمی سے لے کر جاؤ۔ (عبدالرزاق) ہمارا تو یہ حال ہے کہ مرغا دکان سے خریدا۔ ٹانگوں سے پکڑ کر اُلٹا لٹکا کر بڑے آرام سے چلتے ہیں۔ نمود و نمائش کے چکر میں کہ آج مرغا ہو گا۔ ذرا آہستہ اور اکڑ کر بھی چلتے ہیں لیکن ذہن میں یہ احساس بالکل نہیں آتا کہ الٹا لٹکا کر چلنے سے اس کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔

۷:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ مہمان کا اکرام و عزت کرے۔ جو بات منہ سے نکالے اچھی نکالے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری)

۸:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں برکت ہو۔ اس کی عمر زیادہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

۹:۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا۔ حضورؐ ماں باپ کا حق اولاد پر کیا ہے؟ فرمایا وہ دونوں تیرے لئے بہشت اور دوزخ ہیں (ابن ماجہ)

Marfat.com

یعنی اطاعت میں بہشت اور نافرمانی میں دوزخ ہیں۔ والدین کی خدمت وفات کے بعد بھی جاری رہنی چاہیئے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کی خدمت اولاد کے ذمہ ہے ارشاد فرمایا ہاں نماز پڑھنا، ماں باپ کے لئے استغفار پڑھنا اگر انہوں نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو اس کو پورا کرنا۔ ماں باپ کے واسطے جن لوگوں سے رشتہ داری ہوئی ہو ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ماں باپ کے دوستوں کی عزت واکرام کرنا یہ سب باتیں ماں یا باپ کے مرنے کے بعد اُن کی خدمت میں شامل ہیں۔ (ابوداؤد)

القصہ :۔ انسانی زندگی کے کسی پہلو کو لے لیں بات عمل سے بنتی ہے۔

اگر عمل نہیں تو کچھ بھی بن نہیں آتا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ۔۔۔ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

کسبِ حلال:۔

انسانی عمل میں ایک چیز جس کا ایمان کے ساتھ بڑا گہرا اور اہم تعلق ہے۔ وہ حصولِ رزق ہے۔ یہ انسانی زندگی کا محور ہے۔ زندگی میں کبھی رزق میں تنگی اور کبھی فراخی ہوتی رہتی ہے۔ ضروریاتِ زندگی اور وسائل کی کمی بیشی سے انسان اکثر دوچار ہوتا رہتا ہے۔ مالی مجبوریاں انسان کو ناجائز ذرائع کی طرف ترغیب دیتی ہیں۔ کبھی انسان کی اپنی فضول خرچیاں اور عیاشیانہ طرزِ زندگی اُسے رشوت چوری، دھوکہ بازی اور بعض دیگر ناجائز ذرائع کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہ ایمان کے لئے باعثِ ضرر ہے۔ اسلام میں رزق کے معاملات میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ ۔۔۔ اے ایمان والو! پاک رزق سے کھاؤ جو ہم (اللہ) نے تم کو دیا۔

پاک رزق سے مراد جائز ذرائع سے کمائی ہوئی روزی ہے۔ جس میں شک و شبہ

Marfat.com

کی گنجائش نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے تو کسی کے رزق میں تنگی کرے اور چاہے تو فراخی کرے ارشاد ہے۔

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ٥
(پ ۲۱ ۔ العنکبوت ع)

اللہ کشادہ کرتا ہے۔ رزق اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مقدر کا لکھا ہے وہ مل کر رہے گا۔

۱:۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا رازق کو اپنے سے دور نہ سمجھو۔ جو رزق مقدر ہو چکا ہے اس کو حاصل کئے بغیر موت نہیں آسکتی۔ اسی لئے طلب رزق میں خود داری اور شریعت کے حق کا خیال رکھا کرو۔ حلال کو حاصل کیا کرو۔ اور حرام کو چھوڑ دیا کرو۔ (ابن منان)

۲:۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا! لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کمائی میں شریعت کا خیال رکھو۔ جب تک کوئی بندہ اپنا رزق حاصل نہ کرے۔ اس کو موت نہیں آتی خواہ رزق کتنی ہی دیر سے کیوں نہ پہنچے۔ (ابن ماجہ)

صرف انسان ہی نہیں بلکہ اور بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو رزق دیتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا
(پ ۱۲ ۔ هود ۔ ع)

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

دنیا و مافیہا، خشکی اور تری میں کوئی ذی روح ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ہاں سے نہ آتا ہو۔ اور پھر پرندے، حیوانات اور جنگلی جانور ایسے بے شمار ہیں۔

Marfat.com

جن کے پاس اپنی روزی کے ذخیرے کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (پ ۲۱ - ع ۲)

اور زمین پر کتنے چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے۔ اللہ روزی دیتا ہے۔ انہیں اور تمہیں (اعلحضرت بریلویؒ)

شانِ نزول یہ ہے۔ حاشیہ میں حضرت مولانا سید نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں مومنین کو مشرکین شب و روز طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم مدینہ شریف کیسے چلے جائیں۔ نہ وہاں ہمارا گھر نہ مال کون ہمیں کھلائے گا اور کون پلائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں۔ جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے۔ اُس کی انہیں قوت نہیں اور نہ وہ اگلے روز کے لئے جمع کرتے ہیں۔ جیسے پرندے وغیرہ تو جہاں ہوگے وہاں ہی رزق دے گا۔ تو یہ کیا پوچھنا کہ ہمیں کون کھلائے گا۔ کون پلائے گا۔ ساری خلق کا اللہ رازق ہے۔ ضعیف اور قوی مقیم اور مسافر سب کو وہی رزق دیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم توکل کرو جیسا چاہیئے تو وہ تمہیں ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح بھوکے پیٹ اُٹھتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ (ترمذی)

القصہ رازق اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ البتہ جائز ذرائع سے اس کے حصول اور فراخی کے لئے کوشش کرنا یہ انسان کا کام ہے۔ کسبِ حلال کو اسلام میں بڑا مقام حاصل ہے۔ اس سلسلے میں حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

۱:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک شخص اگر لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر بازار میں فروخت

Marfat.com

کرے اور اُس کی کمائی کھائے تو یہ بھیک مانگ کر کھانے سے بہتر ہے۔ بھیک اور سوال کیا ہے۔ کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا۔ (بخاری و مسلم)

۲:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ چار باتیں اگر انسان میں موجود ہوں تو پھر اس کے لئے کوئی اندیشہ نہیں۔ خواہ اس کی دُنیا کتنی ہی فوت ہو جائے۔ امانت، سچ بولنا۔ اچھی خصلت۔ کمائی میں حرام اور شبہات سے احتیاط۔ (احمد)

۳:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور پاک ہی چیز قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس بات کا حکم پیغمبروں کو دیا ہے اِس بات کا عام مسلمانوں کو بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو پاک کمائی کا حکم دیا

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ (اے پیغمبرو! پاکیزہ کھانا کھاؤ اور
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ نیک عمل کرو)

اِس طرح عام مسلمانوں کو بھی حکم دیا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ اے مسلمانوں پاکیزہ غذا کھایا کرو۔
مَا رَزَقْنٰکُمْ۔

مطلب یہ ہے کہ غذا کی پاکیزگی کے متعلق انبیاء، مرسلین اور عام مسلمان ایک ہی حکم میں شامل ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ جائز ہے۔ وہ جائز ذرائع سے ہی حاصل ہو جائے گا۔

۴:۔ جو شخص اپنے رزق کو شبہات سے بچائے، حرام رزق سے بچے اور حلال کی روزی کھائے ایسا شخص جو دُعا کرے اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرماتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے دُعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم اپنی کمائی کی حلال روزی کھایا کرو۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تمہیں مستجاب الدعوات بنا دے گا۔ (طبرانی بطولہ)

ایک اور حدیث پاک میں ہے۔

حضرت فصیح العنبی کعب مصری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا خوشخبری ہو اُس شخص کو جس "کا کسبِ حلال" سے ہو۔ اور اس کے پوشیدہ عمل اچھے ہوں۔ اور اُس کا ظاہر بہتر ہو۔ اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ خوشخبری ہو اُس شخص کو کہ جو کچھ اُس کو معلوم ہے۔ اُس پر عمل کرتا ہے اور اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال اللہ کے راستے میں صرف کرتا ہے اور بے کار اور لایعنی بات کہنے سے بچتا ہے۔ (طبرانی)

لہذا قرآن پاک اور احادیث سے ثابت ہوا کہ رزق حلال کو مسلمان کے تمام اعمال و افعال میں اہم اہمیت حاصل ہے۔ حرام رزق والے کی نہ عبادت اللہ کے ہاں مقبول ہے اور نہ حرام مال سے دیئے ہوئے صدقات و خیرات قبول ہوتے ہیں۔

تجارت:- ملکی آبادی کا ایک اچھا خاصہ حصہ تجارت اور کاروباری لین دین سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں ذخیرہ اندوزی، مصنوعی قلت پیدا کرنا، ناجائز منافع خوری، دھوکہ بازی اور اسی قسم کے دوسرے ہتھکنڈے آئے دن استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی چینی غائب، کبھی آٹا، کبھی گھی، پیاز اور لہسن علی ھذا القیاس کوئی نہ کوئی چکر چلتا رہتا ہے۔ عوام الناس کی مشکلات اور پریشانیوں کا اکثر احساس نہیں ہوتا۔ ملک کی ترقی اور خوشحالی میں تجارت ملک کے اندر اور باہر اہم کردار ادا کرتی ہے اس میں جو لوگ صدق اور دیانت داری سے کام لیتے ہیں وہ بڑے اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ اس ضمن میں دو حدیثیں پیش خدمت ہیں۔

۱:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ایک صادق اور امانت دار سوداگر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

۲:- حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

Marfat.com

آلہ وسلم نے فرمایا۔ تجار کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا۔ مگر جو تاجر خدا سے ڈرتا ہے۔ اور سچ بولتا ہے۔ وہ قیامت میں شہدا اور صدیقین کے ہمراہ ہوگا۔

(ترمذی بطولہ)

تجدید ایمان: انسان ہر قدم پر برائی سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کے اثرات ہمیشہ قلوب پر مرتب ہوتے ہیں۔ نیک کام ایمان کو زیادہ کرتے ہیں اور اگر برے کام کئے جائیں تو ایمان میں کمی آجاتی ہے۔ اس سے مراد نفس ایمان میں زیادتی کمی نہیں ہے۔ البتہ درجات ایمان میں تفاوت ہوتا ہے۔ تمام آیات و احادیث جن میں ایمان کی زیادتی کمی کا ذکر ہے۔ ان کا یہی مفہوم ہے۔ علم حاصل کرنا ایمان کی مضبوطی کا باعث ہے۔ اور اگر جہالت ہو تو اس سے ایمان شکست ہوتا ہے جو بندے مسلمان ہوتے ہیں ان کے دل میں خداوند تعالیٰ ایمان کے نور کو زیادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پس جو لوگ ایمان لائے اس سے ان کا ایمان بڑھتا ہے اور خوش رہتے ہیں" ظاہر ہے۔ جس چیز میں زیادتی کو دخل ہو اس میں کمی کا ہونا بھی ناممکن نہیں اس لئے ایمان نقصان کو بھی قبول کرنے والا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جس وقت ان پر قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝ پ ۴ - آل عمران - ع ۹)

وہ جن لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے۔ (اعلحضرت بریلوی)

مزید ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اُتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔ (پ ۲۶ - الفتح - ع ۹)

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "غنیۃ الطالبین" میں حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

ابنِ عباس اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما، روایت کرتے ہیں کہ ایمان میں زیادتی بھی ہوتی ہے اور کمی بھی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس طرح لباس پرانا ہوتا رہتا ہے۔ اِس طرح ایمان بھی۔ لہٰذا تم اللہ سے تجدید ایمان کی دُعا کرتے رہا کرو۔

ایک بے عمل مسلمان کا ایک کافر کو دعوتِ اسلام دینا:- حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

کے زمانے میں ایک آتش پرست کو ایک مسلمان نے دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ اسلام قبول کر لینے سے نہ صرف تمہاری نجات ہوگی بلکہ تجھ کو عزت اور سرداری بھی حاصل ہو جائیگی آتش پرست نے کہا اگر اسلام یہی ہے جو شیخ بایزید کا ہے تو میری طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ اِس اسلام کو انہوں نے بڑی ریاضت سے حاصل کیا ہے۔ میں اگرچہ مسلمان نہیں ہوں لیکن حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔ اور میں اپنے دِل میں عقیدت رکھتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے منہ پر سخت مہر لگی ہوئی ہے۔ لیکن اگر تم مجھے ایسے ایمان کی طرف دعوت دیتے ہو جو تمہارا ہے تو میں ایسے ایمان سے باز آیا اگر کسی کے دِل میں ایمان کی طرف رغبت بھی پیدا ہو تو وہ ایسے ایمان کو دیکھ کر جاتی رہتی ہے۔ کیونکہ تم بس صرف ایمان کا نام ہی نام ہے۔ اس کی روح نہیں۔

لہٰذا سبق ملا کہ ہماری بے عملی کی وجہ سے غیر مذاہب میں اسلام کے متعلق بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ وہ دینِ اسلام کی طرف رغبت کی بجائے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہمیں پابندی سے ارکان اسلام ادا کرنے چاہئیں۔

ع   جو ہے راہ عمل میں گامزن وہی محبوب فطرت ہے

لہٰذا نیک کاموں اور کلامِ پاک کی تلاوت اور غور وفکر سے انسان کو اپنے ایمان میں اضافہ کرنا چاہیئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس طرح پانی

Marfat.com

سے لوہے کو زنگ لگ جاتی ہے۔ اس طرح دلوں میں بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سے استفسار کیا گیا پھر اسے دور کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا قرآن کا پڑھنا اور موت کو کثرت سے یاد کرنا اگر انسان نیک کام ترک کر دے تو آہستہ آہستہ ایمان ضعیف پڑ جاتا ہے۔ ایمان کی تجدید اور اضافہ کے لئے نیک کاموں کا تسلسل جاری رہنا چاہیئے۔

ایمان اور پاکیزگی:- پاکیزگی کا ایمان سے گہرا تعلق ہے۔ قول ہے صفائی پارسائی کی ماں ہے۔ حدیث پاک میں پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ — پاکیزگی نصف ایمان ہے۔

پاکیزگی کا تعلق انسان کے ظاہری اور باطنی افعال اور اعمال سے ہے۔ کھانے پینے پہننے، رہنے کی جگہ اور عبادت وغیرہ سے ہے۔ اللہ جل شانہٗ خود پاک ہے اور پاکیزہ چیزوں کو پسند فرماتا ہے۔ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ — بے شک اللہ پاک رہنے سے محبت کرتا ہے

چنانچہ انسان کے لئے ضروری ہے اپنے ظاہری اور باطنی اعمال و افعال میں پاکیزگی کا خاص اہتمام رکھے۔ کھانے پینے اور پہننے سونے میں اس کا خاص رکھے۔ ناپاک جگہ اور کپڑوں میں عبادت قبول نہیں ہوتی۔ نجاست سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں انسان کو اپنے پیشاب کے چھینٹوں اور قطروں سے خصوصی احتیاط کرنی چاہیئے کہ ان کے کپڑوں پر گرنے کا اکثر احتمال رہتا ہے۔ اس میں بے احتیاطی انسان کے لئے نقصان دہ ہے۔ سخت باعث عذاب قبر ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔

"ہمیشہ پاک و طاہر رہا کرو۔ رزق میں برکت ہوگی۔"

علاوہ ازیں کھانے پینے یعنی رزق کے معاملے میں بھی احتیاط لازمی ہے کہ حرام اور ناپاک غذا انسان کے باطن کو گندہ کر دیتی ہے۔ حرام جسم سے پرورش پانے والا جسم جہنم کی آگ کا سزاوار ہے۔ اہل اللہ اس معاملے میں بڑی احتیاط کی تعلیم فرماتے ہیں۔

Marfat.com

کیونکہ یہ ذکر وعبادت کے لئے باعث ضرر ہے۔ پاک رزق وہ ہے۔ جو جائز طریقہ سے کمایا جائے۔ جس کام پر مقرر کیا جائے اور جس کا معاوضہ مزدوری یا تنخواہ لینی ہے۔ اسے اپنے علم اور استعداد کے مطابق پوری طرح ادا کیا جائے۔ بصورت دیگر کمائی مشتبہ ہوگی۔ رشوت، فراڈ، چوری اور ہیرا پھیری کا تو نام ہی کیا۔

نصیحت

علم و حکمت زاید از رزق حلال　　عشق و رقت آید از رزق حلال

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے درخواست کی کہ کوئی نصیحت کریں۔ علامہ رح نے فرمایا۔ "پیٹ صاف رکھا کریں" اُس نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا اس میں رزق حلال ڈالا کریں۔

ایمان اور حیا — بعض اعمال کا ایمان سے گہرا تعلق ہے۔ ان میں کمی یا خامی ایمان کے لئے نقصان دہ ہے۔ حیا بھی اہم عنصر ہے۔ اگر انسان شرم و حیا ترک کر دے تو ایمان ناقص ہو جاتا ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حیا کو جزو ایمان فرمایا ہے۔ حدیث شریف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیا کا حق ادا کرو۔ کسی نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہیں فرمایا یہ حیا نہیں۔ بلکہ دماغی تخیلات پر پورا پورا قابو رکھا جائے۔ پیٹ کو حرام سے بچایا جائے۔ موت کو یاد رکھے۔ قبر میں ہڈیوں کے گل جانے کا دھیان رہے جو شخص آخرت کا ارادہ رکھتا ہے۔ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے۔ جس نے یہ کام کیے۔ اس نے اللہ کی حیا کا حق ادا کیا۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک شخص پر سے گزر ہوا جو اپنے بھائی کو شرم و حیا کی نصیحت کر رہا

Marfat.com

تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دے حیا تو ایمان ہے۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں۔ جب ایک چیز گئی تو سمجھو دوسری بھی گئی۔

(بخاری و مسلم)

بے حیائی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ حیا سے محروم رہنا یہ بڑی خرابی کا باعث ہے۔

حیا کا ایمان سے گہرا تعلق ہے۔ بے حیائی انسان کو برائی کی طرف لے جاتی ہے اور برائی ایمان کے لئے باعث ضرر ہے۔ لہذا ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے بے حیائی سے بچنا از حد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک ارشادات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نقل ہیں۔

حیا ایمان کا شعبہ ہے :- مختلف دنیاوی کاروبار چلانے کے لئے انسان نے مختلف شعبے اور ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ متعلقہ شعبہ اپنے ماتحت کاروبار کی نگرانی کرتا ہے۔ نظام میں خلل آنے سے روکتا ہے۔ اسی طرح ایمان کا بھی ایک شعبہ ہے جو اسے قائم رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حیا ایمان کا شعبہ ہے"، اگر انسان میں شرم و حیا ہے تو ایمان قائم ہے۔ اور اگر نہیں تو سمجھ لیں اس میں خلل ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ساتھ ساتھ :- "حیا اور ایمان توام ہیں۔ جب ایک چلا جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کے ساتھ ساتھ رخصت ہو جاتا ہے"، حیا کا اٹھ جانا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور گناہوں کا باعث ہے۔ حیا کا چھن جانا تباہی کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ہم جلیس :- "حیا اور ایمان جلیس محفل ہیں۔ جب ایک اٹھتا ہے تو دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے"۔

Marfat.com

جب حیا چھن جاتی ہے:- آقا کملی والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!-

"جب اللہ کسی بندے کو (اس کی نافرمانیوں کے سبب) ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیا سلب کر لیتا ہے۔ جب حیا اس سے چھن جاتی ہے۔ تو وہ دنیا سے نفرت کرنے لگتا ہے اور دنیا والے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو اللہ اس سے "امانت داری" کی صفت بھی لے لیتا ہے اور جب وہ خائن ہو جاتا ہے تو اس سے سلب رحمت کر لیتا ہے اور اس سے رحمت بھی چھن جاتی ہے"۔ تو جب انسان میں بے حیائی پیدا ہو جائے تو وہ سمجھ لے کہ اس کی ہلاکت کا سامان شروع ہو گیا ہے اور اس سے بچنے کی ہر ممکن سعی کرے۔

صبر اور ایمان:- صبر کے معنی تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے آپ کو روکنا، مصیبت میں بے قراری کا اظہار نہ کرنا اور اسے جرأت اور بہادری سے برداشت کرنا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں صبر سے مراد یہ ہے کہ انسان پریشانی، مصیبت، سختی اور دشمن سے مقابلہ کے وقت پامردی استقلال، ثابت قدمی اور جرأت کا ثبوت دے۔ کسی قسم کا گلہ شکوہ نہ کرے اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت پر نظر رکھے اور اس کی پسندیدہ راہ پر گامزن رہے۔ صبر کے متعلق قرآن پاک اور احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ صبر کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ارشادات نقل ہیں۔

۱:- ایمان کے دو حصے ہیں، ایک حصہ کو صبر اور دوسرے کو شکر کہتے ہیں۔

۲:- ایمان صبر اور سخاوت کا نام ہے۔

۳:- صبر ایمان کے لئے ویسا ہی ہے جیسے سر جسم کے لئے۔

۴:- صبر مسلمان کا تمغہ ہے۔

خود اپنے متعلق حضور نے فرمایا۔ اَلصَّبرُ رِدَائِیْ، صبر میرا لباس ہے۔

مسلمان کی آزمائش کا سلسلہ تا دم آخر جاری رہتا ہے کبھی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔

Marfat.com

اور کبھی بلاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ بلا اللہ کے نیک بندوں کے لئے مفید ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اس کے مرتبے کے مطابق بلاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت مصعب بن سعد رضی تعالیٰ عنہ، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے زیادہ انبیا علیہ السلام پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور پھر ان پر جو مرتبہ میں انبیا علیہ السلام کے بعد ہیں۔ اس طرح درجہ بدرجہ جس قدر مرتبہ کم ہوتا جاتا ہے۔ اسقدر بلائیں کم ہوتی جاتی ہیں آدمی اپنے دین کے موافق مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جس قدر دین میں پختگی ہوگی۔ اسی قدر اس پر بلائیں بھی زیادہ آئیں گی۔ دین میں ہلکا ہوگا (مراد کم رتبے کا مالک) تو مصائب بھی کم نازل ہوں گے۔ بلا بندہ پر سے گزر جاتی ہے۔ وہ زمین پر گناہوں سے پاک و صاف ہو کر چلتا ہے۔ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ (ترمذی)

اور ایک حدیث شریف میں مومن کی مثال یوں بیان فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی۔ جس کو ہواؤں کے جھونکے ہر وقت حرکت دیتے رہتے ہیں۔ اس طرح مومن کو بھی کچھ نہ کچھ بلائیں پہنچتی رہتی ہیں۔ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جب گرتا ہے تو ایک دفعہ جڑ سے ہی اکھیڑ پھینک دیا جاتا ہے۔ (ترمذی)

مصائب پر صبر کا اجر:۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر دیتا۔ صبر کی توفیق سے بہتر کوئی عطا نہیں۔ (بخاری و مسلم)

جو لوگ مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ اللہ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم سے نوازتا ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا! قیامت کے دن جب اہلِ بلا کو ثواب دیا جائے گا۔ تو اہلِ عافیت اس امر کی تمنا کریں گے کہ کاش دُنیا میں ان کو بھی تکلیفیں پہنچتی اور ان کے جسموں کو کاٹ کاٹ کر بوٹیاں بوٹیاں کر دیا جاتا۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ مصیبت زدہ کا ثواب دیکھ کر اہلِ عافیت بھی کہیں گے کہ ہم کو دُنیا میں دُکھ پہنچتا تاکہ یہاں ثواب حاصل کرتے۔

ایک اور حدیثِ پاک میں یوں وارد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن شہید اور سخی وغیرہ سب سے حساب ہوگا۔ لیکن اہلِ بلا آئیں گے تو نہ اُن کے نامہ اعمال کھولے جائیں گے اور نہ ترازو قائم کی جائے گی۔ بلکہ اُن پر اجر و ثواب مینہ کی طرف برسے گا۔ یہاں تک کہ اہلِ عافیت اس ثواب کو دیکھ کر کہیں گے۔ کاش ہم کو دنیا میں دُکھ پہنچتا اور ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی۔

(طبرانی)

مصائب پر صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا کہ اس میں کوئی بہتری ہوگی۔ عین ایمان ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! صبر کرنا آدھا ایمان ہے اور یقین پورا ایمان ہے۔ (طبرانی)

قرآن پاک میں بارہا صبر کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ صبر کرنے والوں کی مدد اور اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مصائب میں صبر و استقامت اختیار کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اور انکو کامیابی عطا فرماتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس پر بھروسہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہیں کرتا اس کا معاوضہ اُسے عطا کرتا ہے۔

ارشاد ہے۔

Marfat.com

اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (پ۱۳ یوسف ۔ ع۱۰)

بے شک جو کوئی تقویٰ اختیار کرے اور صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب ثواب عطا فرمائے گا۔ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ط

صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب ملے گا۔

راحت ہو یا تکلیف، تندرستی ہو یا بیماری، جنگ ہو یا امن کسی حال میں بھی صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ بدلتے ہوئے حالات میں ذہنی توازن اور اعتدال کو برقرار رکھیں۔ کوئی فرد یا قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک وہ صبر کی خوبیوں کے حامل نہ ہوں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ جو حکم خدا پر سرِ تسلیم خم نہ کرے، خدائی فیصلے پر راضی نہ ہو۔ اپنا کام خدا کے حوالے نہ کرے۔ اللہ پر بھروسہ نہ رکھے اور مصیبت پر صبر نہ کرے وہ مومن نہیں۔

ایمان اور شکر:-

شکر کے لغوی معنی ماننا یا ظاہر کرنا ہے اور اصطلاح میں نعمت کے سبب منعم کی اظہارِ عظمت کو شکر کہتے ہیں۔ شکر یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور کرم نوازی پر اُس کی صفت بجالائے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا دل اور زبان سے اقرار کرے۔ اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرے۔ شکر تین طرح کا ہے۔ زبان سے شکر ادا کرنا۔ نیاز مندی کے ساتھ نعمت کا اعتراف کرنا۔ شکر انسان کے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ وفائے عہد، عبدیت، خدمت گذاری اور دل سے شکر کرنے پر ثابت قدم رہے۔ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے دوست میں عیب دیکھے تو اُسے چھپائے۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے دوست میں عیب سُنے تو اُسے چھپائے۔ غرض خدا تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں اُن کی ناشکری نہ کرے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کا شکر یہ ہے کہ قول اور گفتار میں سچے ہوں۔ خدا کے امر و نواہی بیان کریں۔ عابدوں کا شکر یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ

Marfat.com

میں ثابت قدم رہیں۔ یعنی ہر حال میں اپنی اطاعت اور نیکی میں ترقی کرتے رہیں جو اطاعت اور عبادت کو وہ بجالائیں اُسے توفیق اور تائید الٰہی سمجھیں۔ یہ لوگ گوشۂ عزلت اختیار کرتے ہیں۔ فنافی اللہ ہوتے ہیں۔ فروتنی، اپنے قصور اور جہل کا اقرار کرتے ہیں۔ ہر حال میں نیاز مند رہتے ہیں یہ ساری باتیں شکر کہلاتی ہیں۔ شکر بجالانے سے انسان کسی طرح اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں کرتا اِس میں انسان کے اپنے ہی نفس کی بہتری ہے۔ اللہ کی نعمتوں اور قرب کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ اِنسان کے شکر کا محتاج نہیں۔ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ
(پ ۲۱ - لقمان - ع ۲)

اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک اللہ بے پرواہ ہے۔ سب خوبیوں سراہا

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اپنے آپ کو عطائے نعمت کا مستحق نہ جانے قول ہے کہ شاکر وہ ہے جو عطا شدہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور شکور وہ ہے جو اپنی گم شدہ نعمت پر شکر ادا کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان:- عطا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو مشاہدات آپ نے دیکھے وہ مجھ سے بیان فرمائیں۔ آپ یہ سُن کر رو پڑیں اور فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کون سا حال تعجب خیز نہیں۔ فرمایا ایک رات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر میرے ساتھ آرام فرمانے لگے۔ آپ کا جسم مبارک میرے جسم سے مَس ہوا آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر کی لڑکی مجھے عبادت کرنے کی اجازت دے۔ میں نے عرض کیا اگرچہ میں آپ کی صحبت کو پسند کرتی ہوں۔ مگر مجھے آپ کی یہ خواہش منظور ہے اور اجازت دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ اُٹھے مشکیزہ سے وضو کیا۔ پھر نماز پڑھنے لگے اور اس قدر روئے کہ آپ کے مبارک سینہ پر آنسو بہنے لگے۔ رکوع کیا پھر روئے سجدہ کیا تو بھی روتے

Marfat.com

رہے۔ سجدہ سے سر اٹھایا تو اُس وقت بھی رو رہے تھے کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور نماز کی اطلاع دی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے رونے کا سبب پوچھا اور کہا کہ آپ کیوں روئے جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہ بنوں کہ میں کس طرح اس کا شکر بجا لاؤں۔

ایک بزرگ کا واقعہ:-

روایت ہے کہ ایک پیغمبر کا گزر ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے ہوا پتھر میں سے بہت سا پانی نکل رہا تھا پتھر کو دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا۔ اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے پتھر کو بولنے کی طاقت فرمائی۔ پیغمبر نے اس سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا جس وقت سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام سنا ہے کہ جس آگ کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں۔ اس وقت سے میں خوف و ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ پیغمبر نے اس پتھر کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اس پتھر کو آگ سے نجات دے تب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ میں نے اسے نجات دی ایک دن پھر اس پیغمبر کا گزر پتھر پر سے ہوا تو دیکھا کہ پتھر میں سے پہلے سے زیادہ پانی جاری ہے۔ آپ کو تعجب ہوا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پتھر کو بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ تب پتھر نے عرض کیا کہ پہلے میں خوف اور غم سے ایسا تھا مگر اب خوشی اور شکر سے رو رہا ہے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ جو آدمی شاکر ہوتا ہے۔ اس کی نعمتیں ہمیشہ زیادہ ہوتی اور ترقی کرتی رہتی ہیں کیونکہ وہ نعمتوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں دوں گا۔ صابر شخص اللہ کی پناہ میں رہتا ہے۔ اس لئے خدا اسے بلا سے بچا لیتا ہے۔

یہ ایک عام روش ہے کہ جب بھی دُنیا کا کوئی فاتح کسی مفتوح شہر میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سر تکبر و غرور سے بلند ہوتا ہے۔ وہ فتح کو اپنی قوت بازو کا نتیجہ تصور کرتا ہے۔ لیکن دینِ اسلام میں اس کا تصور مختلف ہے۔ کامیابی اور ناکامی دونوں کا سر رشتہ کسی بالاتر ہستی کے ہاتھ میں ہے۔ فتح مکہ و خیبر کے موقع پر سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر اقدس بارگاہ ایزدی میں خم فرما کر شہر میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

ابنِ اسحاق سے روایت ہے فتح مکہ میں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذی طویٰ میں پہنچے اور دیکھا کہ خُدا نے آپ کو فتح کی عزت عطا کی ہے تو آپ نے اپنی سواری پر توقف کیا اور ابنِ اسحاق فرماتے ہیں۔

ترجمہ:- جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ذی طویٰ میں پہنچے اور دیکھا کہ خُدا نے آپ کو فتح کی عزت عطا کی ہے تو آپ نے سواری پر توقف کیا تاکہ اپنا سر خدا کے سامنے جھکا لیں پھر یہاں تک آپ جھکے کہ آپ کی ٹھوڑی قریب تھی کہ کجاوا کی لکڑی سے لگ جائے۔

مقربین الہٰی کی اصطلاح میں کامیابی کو اپنے قوتِ بازو، حُسنِ تدبر کی طرف منسوب کرنا شرک وکفر کے ہم پلہ ہے انکو ہر کامیابی اور مسرت کے واقعہ کے اندر خود قادرِ کل کا دستِ غیر مرئی کام کرتا نظر آتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ

اِنَّ کَانَ اِذ جَاءَہٗ اَمرٌ یُسَرُّ اَوبُسِّرَ بِہٖ خَرَّ سَاجِداً شَاکِراً اللہ تعالیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی تھی تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ فوراً سجدہ میں گر پڑتے۔

وحی کے ذریعے سے جب آپ کو معلوم ہوا کہ جو مجھ پر درود بھیجے گا اُس پر خدا درود بھیجے گا تو اس رفعِ منزلت پر آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکے سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور جب مقام روعا کے قریب پہنچے تو سواری سے اُتر گئے اور ہاتھ اُٹھا کر دیر تک بارگاہِ الہٰی میں دُعا کی، پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ پھر سر اٹھا کر بدستور دُعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر اُٹھ کر تضرع کے ساتھ دُعا شروع کی اور اِس کے بعد جبیں نیاز خاک پر رکھی اس دُعا و سجود سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سے فرمایا میں نے اپنی اُمت کی مغفرت کے لئے خُدا سے دُعا مانگی تھی۔ جس کا ایک حصہ قبول ہوا میں شکر کے لئے سجدہ میں گرا۔ پھر مزید درخواست

Marfat.com

کی۔ اس نے وہ بھی قبول کی میں سجدہ شکر بجالایا اور پھر دعا وزاری کی اس نے اس کو بھی درجہ اجابت بخشا اور پھر میں سجدہ میں گر پڑا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حیات طیبہ میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ تاہم آپ کے آئینہ دل میں کبھی فخر وغرور نے اپنا عکس نہیں ڈالا۔ آپ نے فرمایا۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ

میں آدم کے بیٹوں کا سردار ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کامل ایمان ان کا ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں

(فرمانِ نبوی)

Marfat.com

اخلاق ایمان والوں کی صفات اور درجات

ایمان اور اخلاق:- حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق پاکیزہ کے متعلق ارشاد ہوا۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے اخلاق بہت اچھے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے پیغمبر خدا سے پوچھا ایمان کی رو سے مسلمانوں میں بہتر آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق حمیدہ ہوں کیونکہ بندہ کی خصلتوں میں سب سے بہتر خصلت حسن خلق ہے۔ اِس سے انسان کا ذاتی جوہر معلوم ہوتا ہے اور یہ جوہر نیک اخلاق میں ہی پوشیدہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کی تعریف جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ ویسی کسی اور کی تعریف نہیں کی۔ بزرگوں کا قول ہے کہ خوش خلق انسان اپنے آپ کو ہیچ جانتا ہے اور دوسروں کا بڑا خیال کرتا ہے۔ اچھے اخلاق والا دوسروں کے لیئے تکلیف کا باعث نہیں بنتا۔ وہ خود محنت و مشقت برداشت کرتا ہے لیکن دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے۔ اپنے مال سے دوسرے کو نفع پہنچاتا ہے جہاں تک ممکن ہوسکے۔ انسان کی خوش اخلاقی ایک اعلیٰ عمل ہے۔ اِسے ہر حال میں اختیار کیا جائے یہ دُنیا اور آخرت دونوں میں باعث فلاح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دس باتیں مکارم اخلاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اِسکو عنایت کرتا ہے ممکن ہے کہ آدمی میں ہوں اور اس کو باپ میں نہ ہوں غلام میں ہوں اور آقا میں نہ ہوں۔

اوّل راست گفتاری، دوم لوگوں سے راستی برتنا سوم سائل کو دینا۔ چہارم

Marfat.com

سلوکوں کا مکافات کرنا۔ پنجم صلہ رحمی۔ ششم امانت کی حفاظت۔ ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت۔ ہشتم ہم صحبتی کا پاس۔ نہم مہمان کی دعوت دہم جو سب کی اصل ہے وہ حیا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:- ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں بدترین کون ہے؟ فرمایا جس کا اخلاق بُرا ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو پاک کرو۔ یعنی اپنا خلق اچھا بناؤ اور فرمایا "میں نے اپنی ظاہر و باطن کی تمام نعمتیں تم پر ختم کردیں۔ ظاہر سے مراد حسنِ آفرینش اور باطن سے مراد نیک اخلاق ہیں۔

حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق:- روایت میں ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے اپنے غلام کو پکارا تو اس نے جواب نہ دیا، دوسری اور تیسری مرتبہ پکارا گیا پھر بھی وہ نہ بولا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا اے غلام تو سنتا نہیں! اس نے جواب دیا میں سنتا ہوں آپ نے فرمایا پھر بولتا کیوں نہیں۔ اس نے جواب دیا اس لئے کہ آپ سے آزار پہنچنے کا مجھے خوف نہیں۔ اس لئے میں نے بولنے میں غفلت سے کام لیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں خدا کے صدقے کے طور پر آزاد کردیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ نیک خلق یہ ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے مل جل کر رہے۔ مگر دل میں ان سے علیحدہ رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لوگوں کے آزار کو برداشت کرے۔ حقوق العباد ادا کرے۔

لقمان نے اپنے فرزند کو کہا کہ تین آدمی ان تین چیزوں کے بغیر نہیں پہچانے جاتے۔

Marfat.com

۱:- بردبار اور حلیم غصہ کے وقت۔

۲:- دلیر اور شجاع لڑائی کے وقت۔

۳:- بھائی حاجت کے وقت۔

اخلاق کے متعلق نفع عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے چند احادیث نقل ہیں۔

۱:- حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسنِ خلق ایک بہترین نیکی ہے۔ (مسلم)

۲:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔

(بخاری ومسلم)

۳:- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ قیامت کے دن نامۂ اعمال کی ترازو میں حُسن خلق سب سے وزنی ہوگا۔ (ترمذی لبطولہ)

۴:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا وہ کونسی صفت ہے جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہے؟
ارشاد فرمایا اللہ کا خوف اور حُسن خلق۔ (ترمذی لبطولہ)

۵:- اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بیان کرتی ہیں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مومن کے اخلاق اچھے ہیں اس کو دن کے روزے اور رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

۶:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ حُسن خلق کے باعث اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو روزہ رکھنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ (حاکم)

۷:- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس بندہ کے اخلاق اچھے ہیں وہ قیامت میں عزت و

Marfat.com

شرافت کے مرتبہ کو حاصل کرے گا۔ اگرچہ اس کے اعمال کم ہی کیوں نہ ہوں۔

(ابن ابی الدنیا)

۸:۔ حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم کو سب سے زیادہ سہل اور آسان عبادت بتلا دینا چاہتا ہوں۔ ایک خاموش رہنا دوسرے حسنِ خلق۔ (ابن ابی الدنیا)

۹:۔ حضرت ابو العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آکر ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا حسنِ خلق اس نے بائیں طرف جا کر پھر بھی سوال کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس نے پیٹھ پیچھے جا کر یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہ اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتا۔ حسنِ خلق یہ ہے کہ غصہ نہ کیا کر۔ (محمد بن نصر المروزی)

۱۰:۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے باوجود حق پر ہونے کے جھگڑے اور لڑائی کو ترک کر دینے کی وجہ سے اپنے مطالبہ سے دست برداری کر لی تو میں اس کیلئے اس امر کا ذمہ دار ہوں کہ اس کا گھر جنت کے ابتدائی حصہ میں بنا دیا جائے اور جس شخص نے جھوٹ بولنا ترک کر دیا، ہنسی مذاق دل لگی میں بھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس کے لئے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کا گھر جنت کے بیچوں بیچ بنایا جائے گا۔ جس شخص نے اپنے اخلاق کو درست کیا اس کے لئے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کا مکان جنت میں سب سے اونچا ہو گا۔ (ابو داؤد)

۱۱:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہو گا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔ (ابو داؤد)

۱۲:۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں تجھ کو دو باتیں ایسی بتا دیتا ہوں جو عمل کرنے میں

Marfat.com

بہت ہلکی اور نامۂ اعمال کی ترازو میں سب سے بھاری ہیں ایک تو حسنِ خلق کو کبھی نہ چھوڑیو۔ دوسرے اکثر اوقات میں خاموش رہا کیجیو۔ خدا کی قسم مخلوق نے کوئی کام ان دونوں کاموں سے بہتر نہیں کیا۔ (ابو یعلیٰ)

۱۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ قیامت میں جب کہ تمام لوگ حساب کے لئے کھڑے ہوں گے۔ تو ایک گروہ میدانِ حشر میں اس طرح آئے گا کہ ان کی تلواریں ان کے گلوں میں لٹکی ہوں گی اور اِن سے خون سے بہہ رہا ہوگا۔ یہ تمام لوگ جنت کے دروازے کے قریب آکر جمع ہو جائیں گے۔ جب یہ پوچھا جائیگا کہ کون لوگ ہیں تو جواب آئے گا یہ شہیدوں کی جماعت ہے یہ لوگ اپنے مقتول فی سبیل اللہ ہونے کے بعد اللہ کے شان سے زندہ ہوئے ہیں۔ ان کو عمدہ رزق دیا جاتا ہے۔ اتنے میں ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ جن لوگوں کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہے وہ کھڑے ہو جائیں اور جنت میں جائیں پھر اسی طرح دوبارہ پکارنے والا پکار کر کہے گا۔ جن لوگوں کا اجر اللہ تعالیٰ عزوجل پر واجب ہے وہ کھڑے ہو جائیں اور جنت میں چلے جائیں۔ اس کا جواب یہ ملے گا کہ جو لوگ دوسروں کے قصور معاف کر دیا کرتے ہیں وہ ایسے ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ اعلان ہوگا۔ جن لوگوں کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہے وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد لوگوں کی ایک خاص تعداد جنت میں بلا حساب داخل ہو جائے گی۔ (طبرانی)

ایمان والوں کی صفات:

مومن کا یہ فرض ہے کہ ایمان لانے کے بعد احکامِ الٰہی سے بال برابر انحراف نہ کرے گا۔ زندگی کے ہر شعبے میں ان کو ملحوظ رکھے۔ غیر مذاہب اور باطل عقائد کے لوگوں سے تعلقات اور میل ملاپ نہ رکھے۔ یہاں تک کہ اگر انسان کے قریبی رشتہ دار بھی ہوں تو ان سے تعلقات منقطع کرے۔ جو اللہ کے دین کو چھوڑ کر ناپسندیدہ عقائد کی طرف مائل ہو۔ اُن سے میل ملاپ

Marfat.com

باعث ضرر دین ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اے ایمان والو۔ اپنے آباؤ اجداد اور بھائیوں کو رفیق مت گردانو۔ اگر وہ ایمان چھوڑ کر کفر پسند کریں اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے۔ پس وہ لوگ گنہگار ہیں۔

(پ ۱۰ - التوبہ - ع ۸)

غیر مذاہب والوں اور اپنے قریبیوں سے ایسا میل جول نہ رکھیں۔ جو ایمان والوں کے لئے نقصان دہ ہو۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ دوست ہو۔ اسے یہ زیبا نہیں کہ وہ اللہ کے منکروں سے میل جول رکھے۔ ایمان والوں کی رفاقت اور دوستی کے لئے ایمان والے ہی مناسب ہیں۔ اسی لئے سورہ آل عمران میں ارشاد ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ایمان والے اللہ کا انکار کرنے والوں کو قریبی بے تکلف دوست، رفیق اور ساتھی نہ بنائیں۔ ان کی رفاقت کے لئے ایمان والے ہی کافی ہیں۔

(پ۳۔ آل عمران۔ ع ۱۲)

ایک قدرتی بات ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کو مانتے ہی نہیں وہ اس کا اثبات کرنے والوں (ایمان والوں) کو کیونکر پسند کریں گے۔ ان کی تو ہر ممکن کوشش ہوگی کہ ان کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ ان سے میل جول اور تعلقات ایمان والوں کے لئے کوتاہیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا حکم الٰہی ہے کہ ان سے منقطع ہو کر میری طرف رجوع کرو۔ میری مدد اور دوستی پر انحصار کریں۔

ایمان والوں کی کچھ صفات کا یوں ذکر ہوا ارشاد ہے۔

Marfat.com

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط

(پ ۱۰ - التوبہ - ع ۵)

اے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیک بات کا حکم دیتے ہیں۔ بری بات سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔

ایمان والے مرد ہوں یا عورتیں ان سب کی صفت یہ ہے کہ وہ آپس میں ہمدرد و غمخوار ہیں۔ انسانی بھلائی میں مصروف رہتے ہیں۔ نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ احکام خداوندی، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر شعائر اسلامی کی پابندی کرتے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام کی تعمیل میں مصروف رہتے ہیں۔ انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

ایمان والوں کے درجات:-

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی طرح فرق یا اختلاف نہ کیا عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۶ - نسآء - ع ۱)

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی کو جدا نہ کیا۔ اللہ ان کو ان کا ثواب جلد دیگا اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایماندار وہی سمجھا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ ان

ہیں کسی قسم کا فرق نہ ڈالے۔ بعض رسولوں کو ماننا اور بعض کا انکار نہ پورا ایمان اور نہ پورا کفر یہ سب ایک ہی زمرے یعنی کفر میں آتے ہیں۔ ایمان والوں کے لئے اللہ کی رحمت، مغفرت ہر وقت تیار ہے۔ ان کو آخرت میں پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ اور وہ نہ ختم ہونے والے امن و سکون میں ہوں گے۔

مزید ارشاد ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

(پ ۶۔ النساء۔ ع ۴)

پس جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک تو ان کو اُن کا ثواب پورا ملے گا۔ اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے۔

ایمان والوں کو نیک عمل کی جزا ان کے اعمال سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرمائے گا۔ ان کے انعامات کا یوں ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(پ ۱۰۔ التوبہ۔ ع ۱۵)

اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے۔ کہ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ انہی میں رہا کریں گے اور ستھرے مکان کے رہنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

عدن اس مکان یا جگہ کو کہتے ہیں جو آدمی کی اپنی مستقل رہائش گاہ ہو۔ عارضی یا کرائے کی نہ ہو۔ آدمی حقیقی خوشی اس وقت محسوس کرتا ہے۔ جب آرام کی جگہ اس کی اپنی مستقل رہنے کی ہو۔ اس آیت کریمہ میں سچے مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جنت عطا فرمائیگا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس میں اُن کے رہنے کو پاکیزہ مکان ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں مقیم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اِن کو

Marfat.com

بتائے گا کہ وہ ان سے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ یہ سب سے بڑی سعادت ہے۔ یہ مومن کے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا صلہ ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے چچا کیا میں تم کو ایک ایسی نماز نہ سکھاؤں جس کے پڑھنے سے تمہارے تمام گناہ بخش دیئے جائیں۔

اے میرے چچا۔ چار رکعتیں اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں فاتحہ اور کوئی سورت کے بعد پندرہ بار کہو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر رکوع میں انہی کلمات کو دس بار اور رکوع سے سر اٹھا کر دس بار اور اس کے بعد سجدہ میں دس بار سجدہ سے سر اُٹھا کر دس بار دوسرے سجدہ میں دس بار۔ دوسرے سجدے کے بعد قبل از قیام دس بار یہ پچھتر بار ہو گئے۔ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھا کرو۔ ورنہ ہر جمعہ کو نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں یا ہر سال میں ایک بار ضرور پڑھ لیا کرو یہ بھی ممکن نہ ہو تو تمام عمر میں ایک ہی دفعہ اس نماز کو پڑھ لو۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ۔ بیہقی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللہِ هِیَ الْعُلْیَا
فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ

بخاری و مسلم

جو شخص فقط اس لیے لڑے تاکہ اللہ ہی کا بول بالا
رہے۔ پس وہ جہادِ فی سبیل اللہ ہے

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

(اقبال)

Marfat.com

جہاد فی سبیل اللہ

مُفہوم :- جہاد عربی کے لفظ "جُہد" یا "جَہد" سے مشتق ہے اِس کے لغوی معنی "کوشش" ہیں۔ شرعی اصطلاح میں جہاد اس بھرپور کوشش کو کہتے ہیں جو ایک مسلمان اللہ کے دین کی سربلندی اور شرک کو مٹانے اور اپنے ملک کے دفاع کے لئے سرانجام دیتا ہے خواہ یہ کوشش مال وجان سے ہو یا تحریر وتقریر سے۔ جہاد کا دائرہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے بہت وسیع ہے یہ مسلمان کی پوری زندگی پر حاوی ہے اس میں ہر قسم کی جدوجہد شامل ہے۔ جہاد قولی، فکری، مالی اور عملی تمام لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ دین کی اشاعت خدمت، حمایت وحفاظت اور سربلندی کے لئے جدوجہد اُمت مسلمہ کے دفاع کے لئے کوشش کرنا اور اس میں مصروف رہنا اور کبھی تلوار پکڑ کر میدان میں آنا جہاد کہلاتا ہے۔

اسلام میں جہاد کے ساتھ فی سبیل اللہ کی شرط لگا دی گئی ہے اِس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے دین کی عظمت، فتنہ وفساد کا خاتمہ اور اسلام اور ملک کے دفاع کے لئے جو بھی کوشش کرے۔ اُس میں اُسے اپنی ذات، مال ودولت اور شہرت وناموری حاصل کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی بھی خیال ذہن میں ہو تو مجاہد کی قربانی اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اُس کی نیت ثواب کی بھی ہے اور شہرت کی بھی ہے تو ایسے شخص کو کیا ملے گا؟ حضور نے تین مرتبہ فرمایا کچھ نہیں ملیگا۔ اور پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو صرف خلوص کے ساتھ کیا جائے اور جس عمل میں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ (ابو داؤد)

جہاد میں نیت اور خلوص کے بارے میں ایک اور حدیث پاک ملاحظہ ہو۔
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی نے حاضر ہوکر دریافت کیا۔ حضور کوئی غنیمت کے لیے لڑتا ہے۔ کوئی شہرت کے لئے لڑتا ہے کوئی اپنی شجاعت کے جتانے کو لڑتا ہے ان سب میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کو لڑتا ہے اور خدا کا کلمہ بلند کرنا اس کا مقصود ہوتا ہے۔ صرف وہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد میں اگر مجاہد کی کوئی ذاتی غرض شامل ہوگئی تو کیا دھرا سب اکارت ہو جائے گا وہ مشکلات اور مصائب برداشت کرنے کے باوجود مجاہد فی سبیل اللہ کی ابدی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اس کے لئے انتہائی احتیاط درکار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل :-

یہ غزوہ خندق کا واقعہ ہے۔ عکرمہ کا سوار دستہ جس میں عمرو بن عبدوُدّ بھی شامل تھا گھوڑے دوڑا کر ایک جگہ جہاں سے خندق کی چوڑائی کم تھی اُسے عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ خندق عبور کرکے مسلمانوں کے روبرو آ گئے۔ عمرو بن عبدود بڑا جسیم، طاقتور اور دلیر تھا۔ اُس کے چہرے سے ایسی ہیبت ٹپکتی تھی جو اُس کے ساتھیوں کے لئے ولولہ انگیز اور اُس کے دشمنوں کے لئے حوصلہ شکن تھی۔ اِس کی طاقت اور جنگی مہارت ضرب المثل تھی۔ کئی بار زخمی ہونے کے باوجود اس نے اپنے حریف سے کبھی شکست نہیں کھائی تھی اور نہ ہی اپنے حریف کو کبھی زندہ واپس جانے دیا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ وہ پانچ سو سواروں کے برابر تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کو اپنے ہاتھوں میں اُوپر اُٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا تھا۔ وہ ایک بچھڑے کو بائیں ہاتھ میں اُٹھا کر لڑائی میں ڈھال کے طور پر استعمال کر سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ اِس خوفناک جنگجو کے ناقابل تسخیر ہونے کے متعلق طرح طرح کی روائتیں مشہور ہیں۔

Marfat.com

یہ مشہور و معروف بہادر مسلمانوں کے سامنے تھا اُس نے مسلمانوں پر حقارت
بھری نگاہ ڈالی اور پھر گرج کر بولا میں عمرو بن عبدود ہوں میں سب سے بڑا جنگجو ہوں.
میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔کیا تم میں کوئی شخص ہے جو اکیلا میرے مقابلے کی ہمت رکھتا ہو۔
مسلمان سامنے صف آرا تھے۔مسلمانوں نے اِس کی للکار کا کوئی جواب نہ دیا۔مسلمانوں
نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھا۔
لیکن کسی مجاہد نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی مقابلے کے لئے آگے نہ بڑھا سب خاموش
رہے اُس نے قہقہہ لگایا اِس میں قریش بھی شریک تھے وہ بھی خندق کے قریب کھڑے
تھے سب کچھ سُن رہے تھے۔عمرو بن عبدود نے طعنے دینے شروع کئے۔تم میں سے
کوئی بھی ایسا نہیں جو مردانگی کے جوہر رکھتا ہو۔یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے
بڑھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے۔عمرو بن عبدود سے نبرد آزما
ہونے کے لئے اجازت چاہی۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اجازت نہ فرمائی
واپس چلے جاؤ۔یہ عمرو ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔چنانچہ ایک
بار پھر توہین آمیز قہقہے بلند ہوئے عمرو نے مسلمانوں کو پھر للکارا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ، پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ
وسلم نے اِس دفعہ بھی اجازت نہ فرمائی عمرو اور قریش کی طرف سے طنز اور ہنسی مذاق
میں اضافہ ہو رہا تھا۔عمرو نے تیسری دفعہ للکارا اور کہا تمہاری جنت کہاں ہے۔جس کے
بارے میں تم کہتے ہو کہ جنگ میں مارے جانے والے اس میں داخل ہوں گے۔حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تیسری مرتبہ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھے اجازت
کی درخواست کی اِس مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی آنکھوں میں ایک ایسی کیفیت دیکھی جس سے آپ بخوبی آشنا تھے اور جس سے
آپ نے جان لیا کہ اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ
عزیز تھے آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شفقت بھری نگاہ ڈالی پھر اپنا

Marfat.com

عمامہ مبارک اُتار کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر باندھا۔ اپنی تلوار اپنے دستِ مبارک سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر میں باندھی اور پھر دعا فرمائی یا اللہ "اس کی مدد کر"، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلدی سے مجاہدوں کا ایک چھوٹا سا دستہ جمع کیا اور مقابلے کے لئے میدان میں آگے بڑھے۔

میدان میں پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارا۔

اے عمرو میں نے سُنا ہے کہ اگر قریش کا کوئی فرد تمہارے سامنے دو تجاویز پیش کرے تو تم ہمیشہ اِن میں سے کم از کم ایک مان لیتے ہو۔ عمرو نے جواب دیا "سچ ہے"
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہارے سامنے دو تجاویز پیش کرتا ہوں پہلی یہ کہ اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آؤ۔" اُس نے جواب دیا، "مجھے اِن کی ضرورت نہیں" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، تو پھر گھوڑے سے اُترو اور میرا مقابلہ کرو۔ عمرو نے کہا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم میرے بھائی کے لڑکے ہو میں تمہیں قتل کرنے کا آرزومند نہیں ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب "میں تمہیں قتل کرنے کا بہت آرزومند ہوں"، یہ سُن کر عمرو غضبناک ہو کر بڑی پھرتی سے اُچھل کر گھوڑے سے نیچے آگیا۔ تلوار سونت کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کئی وار کئے لیکن آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا آپ تمام وار پھرتی سے بچا گئے دیر تک مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز دفاعی تھا۔ آخر عمرو تھک گیا اُس کا سانس پھول گیا وہ ہانپتا ہوا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا عمرو مقابلہ کے نتائج دیکھ کر حیران ہو رہا تھا اُسے اِس قسم کے مقابلے کا وہم و گمان ہی نہیں تھا اور نہ ہی اتنی دیر تک کبھی کسی نے اُس کا مقابلہ کیا تھا۔
عمرو حیران کھڑا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار اور ڈھال زمین پر رکھ دی بجلی کی طرح فضا میں لپکے عمرو کو گردن سے پکڑا اور پہلوانوں کی طرح ٹانگ اڑا کر چاروں شانے چت زمین پر گرا دیا اور خود اس کے سینے پر بیٹھ گئے اب قریش کے اوسان خطا تھے۔ عمرو اپنی بے پناہ قوت کے باوجود ذلت اور شرمندگی کے منظر سے دوچار تھا اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے والا مغلوب ہو چکا تھا غرور خاک میں مل چکا تھا اُس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

Marfat.com

گرفت سے نکلنے کے لئے زور لگایا۔ اپنا پورا زور لگایا لیکن شیرِ خدا کی گرفت ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ سرکی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نرمی سے کہا اے عمرو! فتح و شکست منشاءِ ربّی پر منحصر ہے اسلام قبول کر لو۔ جان بچ جائے گی اللہ کی رحمتوں سے نوازے جاؤ گے یہ کہہ کر آپ نے خنجر کھینچا اور اُسے عمرو کے گلے کے قریب لا کر تھام لیا۔

یہ صورتِ حال عمرو کے لئے بڑی ناقابلِ برداشت

عمرو کا چہرۂ مبارک پر تھوکنا:- تھی اُسے معلوم تھا کہ میرا انجام کیا ہوگا اِردگرد قریش اور مسلمان دیکھ رہے تھے وہ جلدی سے اِس ندامت سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی زندگی اُسے گوارا نہ تھی اُس نے طیش دلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔ سبحان اللہ۔ کیا شان ہے۔ عمرو نے جلدی سے ندامت سے جان چھڑانے کے لئے یہ طفلانہ حرکت کی لیکن ردِ عمل کیا ہوا اِس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیرِ خُدا بڑے سکون کے ساتھ سینے پر سے اُٹھے اپنا چہرہ مبارک صاف کیا اور فرمایا! عمرو یاد رکھو کہ میں کسی ذاتی غرض کی بنا پر نہیں بلکہ صرف "فی سبیل اللہ" قتل کرتا ہوں چونکہ تم نے میرے چہرے پر تھوک دیا ہے لہذا ہو سکتا ہے میرا تمہیں قتل کرنا ذاتی بدلہ ہو جائے۔ چنانچہ میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں اُٹھو اور واپس چلے جاؤ۔

عمرو ہار مان کر اپنے لوگوں میں واپس جانا یہ اُس کے لئے بڑی شرمندگی تھی اُسے یہ پسند نہیں تھا اُس نے اُٹھ کر واپس جانے کی بجائے فتح کی آخری کوشش کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اِس زور کا وار کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال پاش پاش ہو گئی لیکن ڈھال نے وار کا زور روک لیا اور آپ کو معمولی زخم آیا اِس سے پیشتر کہ عمرو دوبارہ وار کرتا ذوالفقارِ علی دھوپ میں چمکی اور پلک جھپکنے سے پہلے عمرو کا کام تمام کر دیا۔

بات ہو رہی تھی "فی سبیل اللہ" کی شرط کی ہو رہی ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں ایک

Marfat.com

زبردست حریف سے مقابلہ ہے اِس کی قوت اور جنگی مہارت کو دیکھتے ہوئے حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑی احتیاط فرمائی۔ اپنا عمامہ مبارک سر پہ باندھا۔ یہ خیر و برکت کے لئے تھا اپنی تلوار عطا فرمائی جس کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا فرمائی۔ جب دشمن کے لئے اتنی احتیاط فرمائی۔ جب وہ قابو آجائے تو کون چھوڑتا ہے خواہ وہ کتنی ہی چالیں کیوں نہ چلے لیکن ہم نے دیکھ لیا کہ ایک معمولی سی ذاتیات کو دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے بڑے دشمن کو چھوڑ دیا کہ شاید میں حقیقی اجر و ثواب سے محروم نہ ہو جاؤں۔ ذاتی غصہ مجھے اِس ثواب سے محروم نہ کر دے۔

علامہ اقبال نے فرمایا ہے

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

چنانچہ لڑائی میں مجاہد کے ذہن میں ایسی بے شمار باتیں آسکتی ہیں۔ مال مل جائے۔ بہادری کا تمغہ مل جائے۔ میری ترقی ہو جائے۔ بہت اچھا کام کیا ہے اور کچھ اس قسم کے دوسرے خیالات۔ یہ سب باتیں فی سبیل اللہ کی روح کے منافی ہیں۔ ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ جنگ محض دین۔ ملک اور اسلام کی خاطر لڑی جائے۔ اس کا مقصد اللہ کے احکام کے مطابق قیام امن اور فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو۔ جو شخص اپنی پوری زندگی اس مقصد کے لئے وقف کر دے۔ اِس کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہو حتیٰ کہ اپنی جان بھی نچھاور کر دینے سے دریغ نہ کرے ایسا شخص مجاہد کہلاتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کا طرۂ امتیاز:- جہاد فی سبیل اللہ کا طرۂ امتیاز یہ روح ہے کہ اللہ کی راہ میں جان نچھاور کر کے بھی یہ کہا جائے کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''

حق کیونکر ادا نہ ہوا؟ اِس جہاں میں انسان کی اپنی جان سب سے پیاری چیز ہے وہ تو قربان کر دی اور کیا باقی ہے۔ کونسی قربانی پیش کرنے کی خواہش ابھی باقی ہے۔

Marfat.com

اس ضمن میں محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش یہ ہے:-

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اِس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔" (بخاری ومسلم)

یہ باعث تخلیق کائنات، صاحب لولاک، محبوب الٰہی، رحمت اللعالمین، ساقی کوثر شافع محشر، مختار کل، شاہ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش ہے۔ آپ محبت شناس ہیں شہادت اور مجاہد فی سبیل اللہ کے مقام ابدی سے آگاہ ہیں۔ شہادت کے لطف وسرور سے آگاہ ہیں۔ انعامات ابدی اور نوازشات بارگاہ ربانی سے آگاہ ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راہِ حق میں بار بار تلوار کی دھار کی چاشنی کے متمنی ہیں ہم اِسے سمجھ نہیں سکتے۔ دیکھ نہیں سکتے یہ ہمارے ادراک اور وہم وگمان میں نہیں آ سکتا۔ اِسی لئے دانائے راز نے یہ فرمایا کہ "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" مختصر یہ کہ انعامات الٰہی کے مقابلے میں میری یہ جان کوئی چیز نہیں ایسی ہزار جانیں صدقے کی جائیں تو کم ہیں۔

عمل کا انحصار نیت پر ہے :-

ہاں اگر نیت میں خلوص ہو اللہ کی رضا مقصود ہو انسان اللہ کے دین کی سربلندی کا خواہاں ہو۔ لیکن اُس کو کوئی مجبوری درپیش ہے۔ معاملہ بس سے باہر ہے۔ عذر شرعی ہے تو باوجود اس کے کہ مسلمان اِس میں حصّہ نہ لے سکے اللہ تعالیٰ اُس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

حدیث پاک ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو بعض لوگوں کے متعلق فرمایا اگرچہ وہ لوگ اِس جنگ میں نہیں آئے لیکن وہ تمام مقامات پر ہمارے ساتھ تھے کیونکہ وہ لوگ معذوری کی وجہ سے اِس جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کسی عذر شرعی کی وجہ سے نہ آ سکے لیکن اِن کی نیت جہاد کی تھی اور اُن کو ہمارے ساتھ آنے کا شوق تھا تو ان کو وہی ثواب ملے گا۔ جو شریک ہونے

Marfat.com

والے کو ملا ہے۔

جہاد کا دائرہ کار:- دشمن سے جنگ لڑنے کے لئے کلام پاک میں لفظ "قتال" آیا ہے جس کے معنی قتل کرنے اور لڑنے کے ہیں۔ جہاد جیسا کہ پہلے مفہوم میں ذکر ہو چکا ہے۔ اِس سے وسیع تر معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور یہ مسلمان کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔ اِس میں ہر قسم کی جدوجہد شامل ہے۔ جہاد قولی یعنی تقریر و تحریر، وعظ و نصیحت، جہاد فکری، جہاد مالی اور عملی تمام لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ دین کی اشاعت، حمایت، حفاظت، فتنہ وفساد کا خاتمہ اور ملک کا دفاع سب ہی اس میں شامل ہیں اور مذکورہ تمام طریقوں سے اِس مقدس فریضہ کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ خود عمل کریں دوسروں کو دعوتِ عمل دیں۔

دعوتِ عمل:- خطبہ رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حمد مخصوص ہے ذات باری کے ساتھ۔ ہم اُس کی حمد کرتے ہیں اُسی سے مدد چاہتے ہیں اُسی سے طلبگار مغفرت ہیں۔ اُسی پر ایمان لاتے ہیں اُسی پر توکّل کرتے ہیں اور اُسی کے دامن عاطفت میں اپنے نفس کی شرارت اور قدم کی لغزشوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ جس کا خُدا رہنما ہو اُس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ چھوڑ دے اُس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اے لوگو! اللہ سے بہت ڈرو اور مسلمان ہو کر مرو۔

اے مومنو! اُس خدا سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے حق مانگتے ہو اور صلہ رحم کا خیال کرتے ہو بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کیا کرو اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا۔ تمہاری بدعملی کو معاف کر دے گا۔ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوا۔ (نہج الفصاحت)

سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہوئے دنیاوی زندگی کے ہر پہلو اور ہر میدان میں ایک اعلیٰ و ارفع نمونہ پیش کیا ہے۔ اُمت مسلمہ کے لئے راستے کی نشاندہی کر دی ہے۔ اور پھر حکم فرمایا کہ اللہ سے ڈرو، صحیح بات کرو۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت ہی کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ اِس کی طرف لوگوں کو پکارتے رہو۔

Marfat.com

دو قطرے دو نشان

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کو دو قطرے دو نشان بہت ہی پسند ہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو خُدا کے خوف سے نکلے اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو جہاد میں کسی زخم سے ٹپکے۔ ایک وہ نشان جو فرائض ادا کرنے کے باعث جسم کے کسی حصے میں پڑ جائے۔ دوسرے وہ نشان جو اللہ کے راستے میں جہاد کی وجہ سے کسی جگہ واقع ہو جائے۔

(ترمذی)

Marfat.com

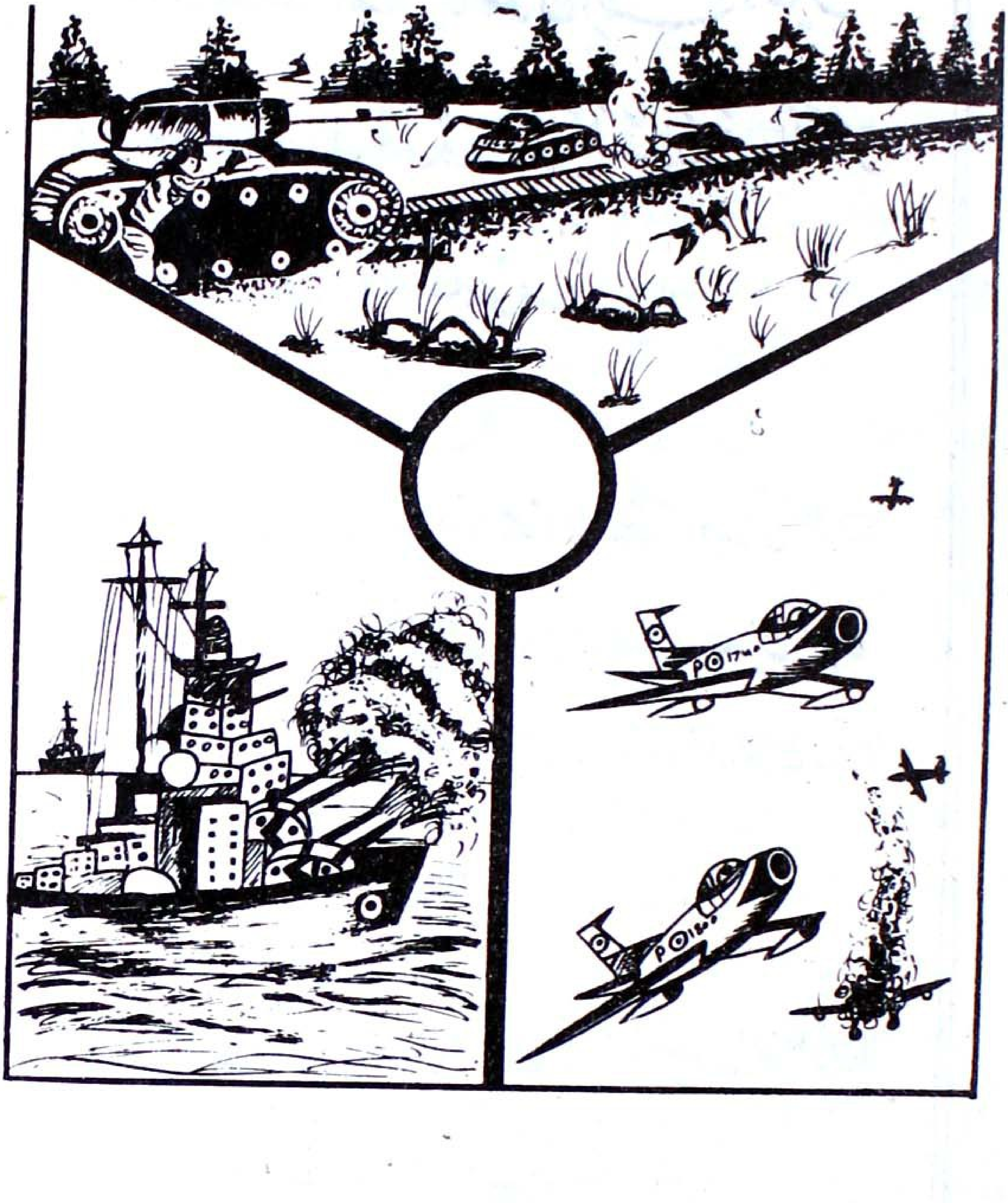

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

○

اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کیطرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ (پ ۴۔ آل عمران ۔ ع ۲)

○

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے۔

○

Marfat.com

جہادِ قولی

اس میں اسلام کی تبلیغ کے لئے تحریر و تقریر دونوں شامل ہیں۔ دعوتِ حق بلند کرنا۔ کفر و شرک کو مٹانا۔ غلط رسم و رواج کو روکنا۔ دینی مشکلات کو سلجھا کر مسائل کو آسان پیرائے میں لوگوں تک پہنچانا۔ طاغوتی طاقتوں کے سیاسی، سماجی اور نظریاتی پہلوؤں کا جو اسلام کے خلاف سرگرمِ عمل ہوں۔ اُن کا توڑ پیش کرنا۔ کفر و شرک کا دلائل سے اور علم سے جھوٹ اور بے بنیاد ثابت کرنا۔ جھوٹے مدعیان دین اور نبوت کا مقابلہ کرنا۔ اِس دامِ فریب سے لوگوں کو آگاہ کرنا اِس کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کو اِس کی حقیقت حال سے آگاہ کرنا، معاشرے کی برائیوں کو سامنے لانا۔ اِسلامی قانون کے مطابق اِن کے سدِ باب کی کوشش کرنا۔ ہم کس روش پر چل رہے ہیں۔ اور بحیثیت مسلمان ان پر عمل پیرا ہونے میں ہمیں کیا نقصان ہے۔ شریعت اِسلامی کی خلاف ورزی کس حد تک ہو رہی ہے اِس کے نتائج کیا ہوں گے۔ ماضی کی تاریخ ہمیں کیا بتاتی ہے۔ اس کی چھان پھٹک کر کے اِسے عوام الناس کے شعور میں لایا جائے۔

ایسے مسائل اور شرعی اصول وضوابط جن کا عام مسلمانوں کو علم ہونا لازمی امر ہے۔ اُسے آسان زبان اور رستے داموں منظرِ عام پر لایا جائے۔ علمائے اُمت کے قلم نے اِس ضمن میں بے پناہ موتی بکھیرے ہیں۔ ڈھونڈو تو ایسا کوئی گوہر نہیں جو اسلامی صدف میں نہ ہو۔ وئی دینی یا دنیاوی گتھی ایسی نہیں جو سُلجھ نہ سکے۔ لیکن یہ کتابیں بیشتر بڑی ضخیم، نادر اور ہنگی ہیں یہ عام انسان کی دسترس سے باہر ہیں۔ پھر خواندگی کے معیار کو دیکھتے ہوئے اگر ل بھی جائے تو عام آدمی اور معمولی پڑھے لکھے اِس سے استفادہ کرنے کی اہلیت نہیں کھتے۔ علماء حضرات کی اُردو بھی عالمانہ ہوتی ہے۔ اُسے بھی عام آدمی مشکل ہی سے سمجھ سکتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے دینی شغف کا حال:- ہمارا دینی شغف تو مادی ترقی کے سیلاب میں ڈوبا جا رہا ہے۔ دُنیاوی مال و دولت کے حصول کی کچھ ایسی بے ربط دوڑ ہے کہ اِدھر دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی ملازمت ہو یا کاروبار صبح گھر سے گئے اور نو بجے رات لوٹے تھکے ہوئے تھے سو گئے کل پھر وہی عام دستور کا معمول ہوگا۔ ایسی نادر، ضخیم اور مشکل کتابوں کے لئے روپے کہاں سے لائیں سمجھنے کے لئے کون مغز ماری کرے وقت کہاں سے لائیں۔ پھر روزی کمانے کے لئے تو ٹیکنیشن ہونا ہی بہتر ہے اِس کی کافی تنخواہ بھی ہے اور اندرون ملک و بیرون ملک مانگ بھی ہے۔ مذہبی علم کی کوئی مانگ نہیں۔ مذہبی طالب علم مدت دراز علم حاصل کرتا رہے۔ پھر آ جا کر اُس کے لئے مسجد ہی ہے۔ وہاں بیٹھا لوگوں کو مسجد کی طرف بلاتا رہے کوئی دھیان ہی نہیں دیتا اور اگر کوئی دھیان دیتا ہے تو ان الفاظ میں مولانا صاحب ہیں ان کا تو کام ہی یہی ہے۔ پھر معاشی پہلو دیکھ لیں تنخواہ اور مراعات پر غور کریں۔ اس لحاظ سے علماء حضرات سب سے نچلے طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔ اِس معاملے میں ہماری طرزِ سوچ یہ ہے۔ نماز ہی پڑھانی ہے۔ سارا دن فارغ رہتے ہیں۔ لہٰذا مذہبی علوم کے معاشی پہلو نے ہمیں اِس طرف سے اور بھی بے رغبت کر دیا ہے عام روش یا خیال حصول تعلیم سے مراد حصولِ روزگار اہم مقصد ہے۔ مثل ہے۔

" مزدورِ خوش دل کارِ کُند "

جس کی کفالت کے وسائل ہوں۔ جس کام سے اِن کو اتنا معاوضہ ملے کہ وہ آرام سے اپنی زندگی بسر کر سکے۔ اس میں وہ دلچسپی سے کام کرتا ہے۔ علم اور مہارت میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے۔ لیکن اگر اُسے یہ معلوم ہو کہ میری تنخواہ کا کوئی سر پیر ہی نہیں تو وہ کسی دوسری طرف جہاں اِس سے بہتر معاوضہ ہو راغب ہوتا ہے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس علم کا مستقبل مادی اعتبار سے خسارہ میں نظر آئے اُس کے حصول کی کون زحمت گوارا کرتا ہے۔ اب یہی حال ہے۔

لہٰذا ضرورت اِس امر کی ہے کہ روزمرہ کے دینی مسائل ابتدائی تعلیم سے اور پھر بتدریج

Marfat.com

مفصل احکام تعلیم کے تمام مدارج میں مستقل اور لازمی طور پر شامل کردیئے جائیں اللہ کے پسندیدہ دین کو اختیاری نہیں بلکہ لازمی کردیا جائے۔ لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ "دین میں کوئی جبر نہیں"، کو اسلام میں داخل ہونے والوں کے لئے چھوڑ دیا جائے جو مسلمانوں کی اولاد ہونے کے ناطے مسلمان ہیں۔ اُنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوڑے سے اِدھر لایا جائے۔ ڈاکٹر۔ انجنیئرز۔ ٹیکنیشن۔ غرضیکہ کوئی شعبہ اِس سے مستثنا نہ ہو۔ اعلیٰ تعلیمی معیار میں مذہبی شعبے کے فقدان نے بات بڑی حد تک یہاں پہنچا دی ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے مِلّت بیضا غرباء کے دَم سے

یہ ایک ضمنی بات تھی۔ فی الوقت مقصد یہ ہے کہ اِس سلسلے میں مواد چھوٹی کتابوں اور آسان زبان میں مارکیٹ میں لایا جائے۔ اس کی قیمت حتیٰ المقدور کم مقرر کی جائے۔ اس کی اشاعت اور عام کرنے کے لئے جدوجہد کی جائے۔ زمانہ امن اور جنگ میں ہموطنوں کو دشمن کے لئے تیار کیا جائے۔ باطل کے مقابلے میں کلمۂ حق بلند کرنا۔ اس کے لئے تحریر و تقریر دونوں ہی جہادِ قولی کے ضمن میں شمار ہیں۔

آپ دیکھتے، سُنتے اور پڑھتے ہیں۔ رہنما، مذہبی اور سیاسی، شعراء اور ادیب اور گلوکار ان حضرات شروع ہی سے اپنی اپنی قوم اور لڑاکا لوگوں کو جوش دلاتے آئے ہیں۔ مذہبی اور اخلاقی طور پر ان کو جوش دلایا جاتا ہے اُن کے جذبات کو اُبھارا جاتا ہے۔ قومی اور خاندانی غیرت یاد دلائی جاتی ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے اُن کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ مجاہد کے مشن کو ایک مقدس فریضہ بنا کر اُس کے سامنے لایا جاتا ہے دشمن کے خلاف فی نفسہ لڑنا تو جہاد ہے ہی دشمن سے لڑنے کے لئے ہموطنوں کو تیار کرنا یہ بھی جہاد میں شمار ہے۔ جان سے لڑنا آپ کی اپنی حد تک محدود ہے۔ لیکن تقریر و تحریر اور پھر ساتھ عملی مظاہرہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔ وہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کو بیک وقت مرنے

Marfat.com

پر آمادہ کر دیتا ہے وہ اِس کی اہمیت اور ثواب سے آگاہ ہو کر ناقابلِ تسخیر قوت بن کر دشمن کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں اِس کی انفرادی اور اجتماعی طور پر کثرت سے مثالیں موجود ہیں۔

جہاد قولی کی مثالیں

۱:۔ حضرت ابوذر غفاری:۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ حاضر ہو کر مشرف با اِسلام ہوئے اِسلام لانے کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دین کا اظہار نہ کریں اور خاموشی سے مدینہ چلے جائیں وہاں جا کر چپکے چپکے تبلیغ کریں۔ لیکن آپ نے بجائے خاموشی سے جانے کے خانہ کعبہ میں جا کر بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا کفار نے پکڑ کر اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو پھر کلمۂ شہادت بلند آواز سے پڑھا پھر کفار نے زدوکوب کیا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا اپنی تکلیفوں اور جان سے بے خطر کلمۂ حق سرِعام بلند کیا۔ اس کی پوری تفصیل صحابہ کرامؓ کے احوال میں بیان کی جائے گی۔

۲:۔ جنگِ یرموک:۔ جنگِ یرموک میں مسلمانوں کی تعداد رومیوں کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ سازوسامان کے لحاظ سے دشمن کئی گنا بڑھا ہوا تھا۔ رومی بڑے جوش وخروش سے میدان میں آئے تھے۔ رومیوں کا پہلا حملہ اس قدر سخت تھا کہ مسلمانوں کا دایاں بازو بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا۔ مسلمان عورتوں نے جب یہ حالت دیکھی تو خیموں کی طنابیں اکھاڑ لیں اور مجاہدوں کو غیرت دلائی کہ اگر نامردی دکھائی تو تمہارا منہ توڑ دیں گی۔ عکرمہ بن ابی جہل نے چار سو آدمیوں سے موت کی بیعت لی اور دشمن پر حملہ کر کے سب کے سب شہید ہو گئے ان بے پناہ قربانیوں اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بروقت امداد سے مسلمانوں کا دایاں بازو پھر سنبھل گیا۔ مسلمانوں نے غیرت کھا کر اس زور سے حملہ کیا کہ رومی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا یہاں تک کہ میدان کے سرے پر نالہ تھا اس کے کنارے آ گئے۔ تھوڑی دیر میں اِن کی لاشوں نے وہ نالہ بھر دیا

Marfat.com

رومی ہر طرف بکھر گئے اور رومیوں کو شکست ہوئی۔

۳:۔ فتح بخارا ۹۰ھ :۔ ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت میں ۸۸ھ میں قتیبہ نے دوبارہ ترکستان میں قدم رکھا راستے میں خاقان چین کا بھتیجا دو لاکھ ترک اور سغد قبائلیوں کے ہمراہ اس کے مقابلے میں آیا۔ مسلمان تعداد کی قلت کے باوجود اس بے جگری سے لڑے کے دشمن کو شکست فاش ہوئی اور اُس کا ٹڈی دل ہر طرف منتشر ہو گیا اِس کے بعد قتیبہ نے پیش قدمی کرتے ہوئے خاص بخارا پر حملہ کیا لیکن اِس سال اسے کامیابی نہ ہوئی حجاج کو اس ناکامی کا علم ہوا تو اُس نے بخارا کا نقشہ منگوایا۔ بغور مطالعہ کرنے کے بعد قتیبہ کو تفصیلی ہدایات روانہ کیں۔ اُن کے مطابق اُس نے ۹۰ھ میں دوبارہ حملہ کیا۔ حاکم بخارا کی فوج میں ترک اور سغد متحد تھے اور وہ اس جوش وخروش سے لڑے کہ مسلم فوج کا ایک حصہ پسپا ہونے لگا یہ حالت دیکھ کر مسلم عورتیں خیموں سے نکل آئیں انہوں نے مجاہدین کو غیرت دلائی اور گھوڑوں کو مار مار کر اُن کا منہ دوبارہ میدانِ جنگ کی طرف موڑ دیا اِس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے اِس زور سے حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور بخارا پر اُن کا قبضہ ہو گیا۔

فتح اندلس :۔ فتح اندلس میں طارق بن زیاد لشکر کے کمانڈر تھے۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر کشتیوں کو آگ لگا دی اور مجاہدین کو یوں مخاطب ہوئے زمین اللہ کی ہے۔ الارض اللہ، مسلمان اس کا مالک ہے۔ لہٰذا جہاں وہ جاتا ہے وہی اس کا گھر ہوتا ہے زندہ رہے تو ہم حکمران ہوں گے یا ہماری قبریں یہاں ہوں گی۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک

اس مختصر مگر موثر تقریر نے مجاہدوں کے دِل سینوں میں گرما دیئے۔ چند ہزار مجاہدوں کو ایک بڑی فوج پر فتح حاصل کرنے کے قابل بنا دیا۔

غزوۂ احد میں قریش مکہ کی کچھ عورتیں ہندہ ابوسفیان کی بیوی کی سرکردگی میں کفار کے لشکر کے ہمراہ تھیں یہ رجزیہ اشعار پڑھ کر کفارِ مکہ کو لڑائی کے لئے جوش

Marfat.com

دلاتی تھیں۔

صلیبی جنگیں:۔ صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف صف آرائی، فوج جمع کرنے اور اسے لڑانے پر آمادہ کرنے کے لئے پورے یورپ میں مذہبی جنون پیدا کر دیا تھا پوپ اربن ثانی نے ۲۶ نومبر ۱۰۹۵ء کو جنوب مشرقی فرانس میں واقع کلرمونٹ کے مقام پر ایک خطبہ میں مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ اُس نے عیسائی دنیا پر زور دیا کہ شام و فلسطین میں مقدس مقامات کو مسلمانوں کے قبضے سے چھین لیا جائے اُس نے یقین دلایا کہ اِس جنگ میں شریک ہونے والوں کے تمام گناہ دُھل جائیں گے اور آخرت میں اُنہیں جنت ملے گی۔ ان کے گناہ اور قرض معاف ہو جائیں گے۔ پوپ کے خطبے کی صدائے بازگشت سارے یورپ میں گونجی لوگ جوق در جوق جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ مذہبی تقدس اور گناہوں کی معافی کا سُن کر تمام عادی مجرم و مقروض اور دیوالیے فوج میں شامل ہو گئے۔ عورتیں بچے اور لنگڑے بھی لڑائی کے میدان میں آ گئے۔

یہاں اِس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن بطور نمونہ اِن پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مجاہدین آزادی جنہوں نے پاکستان کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔ اِس کی بقا اور حفاظت کے لئے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں جنگوں کے دوران قربانیاں پیش کیں۔ بعد میں ان مجاہدوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جنہوں نے وطنِ عزیز کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں اور دشمن سے مصروف پیکار رہے۔ بے شمار ترانے، گیت، اشعار اور مضامین لکھے جا رہے ہیں۔ جن میں جہاد کی ترغیب مجاہد کا مقام اللہ کے ہاں اور ملک و قوم کی نظروں میں۔ اُس کی اہمیت اور تقدس۔ اُخروی زندگی میں اُس کی کامرانی۔ یہ سب ذرائع انسان کو عموماً اور فوجیوں کو خصوصاً جہاد کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی ہر وہ کوشش جو کسی طرح بھی جہاد میں معاونت کرے وہ جہاد ہے۔

مختلف ذرائع:۔ یہ بڑا وسیع اور اہم فریضہ ہے کسی ایک طبقے یا چند افراد کا اِس سے

Marfat.com

عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں۔ لہٰذا ہم سب اپنی اپنی جگہ اس کے لیئے کوشاں رہیں۔ علماء اپنی وعظ و نصیحت کی مجلسوں میں اپنے ہموطنوں تک پہنچاتے رہیں۔ اساتذہ اور ائمہ کرام آنے والی پود کے ذہن اس طرف مائل کریں۔ ان کو اس کی اہمیت اور افادیت سے آگاہ کرتے رہیں والدین اپنے بچوں کو اس طرف آنے کی نصیحت کریں۔ ادیب اور شعرا اپنے اپنے کلام سے سوئی ہوئی اور غفلت کا شکار ہوتی ہوئی قوتوں کو بیدار کریں سیاست دانوں کی آواز زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ وہ زیادہ لوگوں تک رسائی رکھتی ہے۔ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے ساتھ ساتھ یہ مذہبی اور قومی فریضہ بھی ادا کرتے رہیں۔ پریس اور نشر و اشاعت کے ادارے اپنے کالموں میں اس کے لئے جگہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اہل قلم حضرات سے رابطہ اور آگاہی کی بدولت انہیں اس سلسلے میں کسی دقت کا سامنا بھی کم ہی ہوگا اس طرح مل جل کر یہ سلسلہ کم و بیش ہر جگہ اور ہر ماحول میں پہنچ سکتا ہے۔ ہم سب اس مقدس فریضہ میں شمولیت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

(پ ۴۔ آل عمران۔ ع ۲)

برائیوں سے منع کرنا اور نیک کاموں کی طرف رغبت دلانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

"نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلائے

بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں، پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو، پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے، جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر
خودداریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے

بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر، دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

Marfat.com

جہادِ فکری

دین اسلام کی اشاعت کے لئے اور ملک کے دفاع کے لیۓ غور و فکر۔ تدبر، اصلاح مشورے اور تجویزیں۔ اِس کے خلاف سازشوں کے توڑ پیش کرنے کے لئے تدبیریں سوچنا۔ مسلمانوں کو خطرہ درپیش ہو۔ دشمن ملک پر حملہ کی تیاری کر رہا ہو تو اس کے بچاؤ اور دفاع کی تدبیریں سوچنا آپنی رائے دینا دوسروں سے صلاح مشورہ لینا اپنی ذاتی استعداد کے مطابق اِس کے لئے دوڑ دھوپ کرنا۔ دشمن کس طرز پر تیاری کر رہا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے آپ کے ذہن میں کوئی ایسی تدبیر آجائے جو ملک و قوم کو کام دے جائے۔ یہ سب کچھ جہادِ فکری کے متعلقات سے ہیں۔

مثال غزوۂ خندق میں کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس شوریٰ بلائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورے لیۓ بڑے بڑے صاحب علم و فراست صحابہ موجود تھے اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے مدبر کی مسلمانوں کو ضرورت ہی کیا تھی۔ لیکن رہنمائی کے لیۓ کہ بعد میں اُمت کیا لائحہ عمل اختیار کرے مشورہ لیا گیا۔ سب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ مدینہ منورہ کے کھلی جانب خندق کھودی جائے اور کفارِ مکہ کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ خندق کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ کی رائے کو بہتر سمجھ کر قبول کر لیا گیا اور یہ خندق مسلمانوں کے ظاہری اسباب میں فتح کا سب سے بڑا سبب تھی۔

آپ خواہ کہیں ہوں اور کتنے ہی چھوٹے عہدے پر کیوں نہ ہوں اگر آپ کے ذہن

Marfat.com

میں زمانہ امن یا جنگ میں کوئی تجویز آتی ہے آپ اُس سے متعلقہ شعبے کو آگاہ کریں۔ وہ قابلِ عمل ہے یا نہیں اِسے عمل کرنے والوں کی سوجھ بوجھ پر چھوڑ دیں۔

حالات کا رُخ بھانپنا:- مستقبل کے حالات کا رُخ بھانپنا سیاسی، سماجی اور مذہبی انقلابات کی ٹوہ لگانا اِس سے قبل از وقت یا بروقت ہموطنوں کو آگاہ کرنا۔ اِس سلسلے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا فکر و تجسس اور اِس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی رہنمائی کی ایک تابناک مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ انگریزی اقتدار کی گرفت مضبوط ہوتی دیکھ کر برصغیر کے باشندوں کو جگانا شروع کیا اور پھر یہ یقین دلایا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حق ہے یہ من گھڑت نہیں۔ میری باطنی نگاہ اِسے دیکھ رہی ہے ؎

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے — وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

جب دیکھا کہ مسلمان اور ہندو انگریزوں کی غلامی کا طوق اُتار پھینکنے کے لیے بے حسی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو یوں جھنجوڑا ؎

نہ سمجھو گے تو مِٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو — تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

پورے ایشیا میں یورپی تسلط کو دیکھ کر، ایشیائی اقوام کو اتحاد کا درس دیا کہ شاید اس طرح تمہیں غلامی کے شکنجے سے نجات مل جائے۔

طہراں ہو اگر عالمِ مشرق کا جنیوا — شاید کُرّۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

مسلمانانِ ہند اور آرزوئے اقبال:- ہندوؤں اور انگریزوں کی چالوں کو دیکھ کر اقبال کو برصغیر میں مسلمانوں کے مستقبل کی فکر دامن گیر ہوئی چنانچہ انہوں نے اپنے کلام سے دعوتِ فکر دی۔ کفر و الحاد کی رسومات سے بچ کر شعائرِ اسلامی پر عمل پیرا ہونے کا پرچار کیا۔ ہمیں پکارا کہ میرا فکر و تجسّس دیکھیں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔ اِسے دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ ذاتی اور فرقہ وارانہ اختلاف میں نہ اُلجھو آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ مسلمانوں کو نگاہِ بینا عطا کر۔ حالات کو دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق دے۔

Marfat.com

نونہالانِ چمن کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے دُعا کرتے ہیں ؎

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے ۔ مرا عشق میری نظر بخش دے

اور پھر یہ تو خاص لوگوں کا کام ہے۔ نگاہ بینا یہ بڑا اونچا مقام ہے۔ مزید دُعا کرتے ہیں۔

ع میرا نور بصیرت عام کر دے۔

سب مسلمانوں کو اسے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اِن کی بھی آنکھیں حالات کے مشاہدہ کے لئے کھول دے ؎

محروم تماشا کو پھر دیدہ بینا دے

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

مسلمانوں میں اِسلامی تشخص گرتا دیکھا۔ علاقہ پرستی اور فرقہ بندی دیکھی تو یوں ہدایت فرمائی ؎

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو ۔ تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

فرقہ بندی مسلمانوں کے لئے اور اسلام کے لئے سم قاتل ہے۔ اگر تم اِس سے دوچار ہوئے تو یہ تمہیں جہاں میں رسوا کر دے گی۔ مغلوب کر دے گی رنگ و نسل اور قوم کی ضرورت نہیں۔ اَلمُسلِمُ اَخُوالمُسلِم، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ امتیازِ رنگ و خون ہمارا شیوہ نہیں۔ مسلمان جہاں بھی ہو وہ اسلامی زنجیر کی بکھری ہوئی اک کڑی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

جو کریگا امتیازِ رنگ و خون مِٹ جائیگا ۔ ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گوہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی ۔ اُڑ گیا دُنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

اقبال اور تصورِ پاکستان: علامہ نے مسلمانوں کو باہمی انتشار، علاقہ پرستی اور فرقہ بندی کے نتائج سے آگاہ کرنے کے بعد اسلام کی طرف رجوع کروایا۔ تم مسلمان ہو اور اگر مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسلامی شعائر پر عمل کرنا ہے۔ تو باہمی اختلاف کو ترک کریں۔ آپ کی ترقی اور بقا کی راہ میں یہ سب سے

Marfat.com

بڑی رکاوٹ ہے۔ انگریزوں کے ظلم وستم اور ہندو مسلم فسادات کی طویل اور دکھ بھری داستان کو دیکھ کر آپ کو مسلمانوں کا مستقبل بڑا تاریک اور راندۂ ناک نظر آرہا تھا ہندو انگریزوں کے سہارے اپنی گرفت مضبوط کرنے کے دھندے میں مصروف تھا آپ نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیا کہ ہمیں بحیثیت مسلمان کے اپنی زندگی گزارنے کے لئے ایک الگ خطۂ ارض کی ضرورت ہوگی۔ اس کے بغیر ہمارے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہوگا چنانچہ الہ آباد ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اس اجلاس کا صدر منتخب کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اس اجلاس میں اپنے صدارتی خطبے میں یوں ارشاد فرمایا۔

"میری نگاہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی باہمی کش مکش کا واحد حل یہ ہے کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ انہیں ملا کر حکومت کے زیرِ اثر یا اس سے آزاد ایک اسلامی سلطنت قائم کر دی جائے جس میں مسلمان اپنے مذہب قومی روایات اور تہذیب و تمدن کے مطابق آزادی زندگی بسر کر سکیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہی خیالات دراصل تصورِ پاکستان کی اساس ہیں جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ پاکستان کی صورت میں پاس ہوئے وہ فکری کاوش جس کا اظہار ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ دس سال بعد عملی طور پر اس کی ضرورت کو محسوس کیا گیا جو ایک نشانِ منزل کے طور پر برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے آئی۔ سات سال کی تگ و دو اور مسلسل سیاسی جنگ کے بعد ۱۹۴۷ء میں آپ کا خیال حقیقت کا روپ دھار کر وطنِ عزیز کی صورت میں دنیا کے نقشے پر وجود میں آیا۔

وقت کا اہم تقاضا:- حکیم ملت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری رہنمائی کی تشعائر اسلامی پر عمل پیرا ہونے کے لئے تصورِ پاکستان دیا۔ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے قیادت مہیا کی اور کارواں کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔ اب اِس کی بقا کا مسئلہ بڑی شدت سے درپیش ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اور اُن کے ہتھکنڈے اِسے مٹانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اِن کی چیرہ دستیوں کا شکار

Marfat.com

ہو کر ہم بہت کچھ کھو چکے ہیں۔

ہمارے ذہن میں اِس مقصد کی جس کے لیئے بے پناہ قربانیاں دی گئیں فکر ہونی چاہیئے۔اس کے استحکام، بقا اور دوام کے لیئے ہر لمحہ فکر ہونی چاہیئے۔اپنی صفوں میں گھسے ہوئے دشمن پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ہم سب کی سوچ کا مرکز اِس کی بقا ہونی چاہیئے۔معاذاللہ ثمہ معاذاللہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا اِس سے غفلت کی۔جہاد سے منہ موڑ لیا اسلام کا ایک اہم رُکن جو ہماری بقا کا ضامن ہے۔اِسے پسِ پشت ڈال دیا تو ہم ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جو قوم جہاد سے منہ موڑ لیتی ہے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔ہم دو سو سال پہلے غلامی کی زندگی گزار چکے ہیں۔ہمارا کیا حال تھا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اگر آزادی کی زندگی کی قدر و قیمت پوچھنی ہے یہ معلوم کرنا ہے کہ اِسلام متحدہ ہندوستان میں بھی قائم رہ سکتا ہے تو ہندوستان کے مسلمانوں سے پوچھیں ہندو تو ہمارا مخالف ہے۔لیکن بدقسمتی سے بعض مسلمان لیڈر بھی پاکستان کے قیام کے مخالف تھے۔ان کا طرزِ فکر کیا تھا یہ وہ جانیں۔دورِ حاضر میں ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حالت ہے۔وہ بڑی ہی ناگفتہ بہ ہے۔ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ مسلسل چلتا رہتا ہے۔

ہم اپنی روحانی طبیعت کو مطمئن کرنے کے لیئے انڈیا کے گانے سنتے ہیں فلمیں دیکھتے ہیں ٹی وی اور اس کا ایریل ایسا ہونا لازمی ہے کہ وہ انڈیا کے سٹیشن پکڑ سکے۔یہ آزاد مسلمان کا حال ہے۔جس نے غلامی اور محکومی کے مصائب نہیں دیکھے وہ خوش نصیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آزادی کی بیش بہا دولت سے نوازا ہے۔سیاسی، سماجی اور مذہبی اعتبار سے انہیں کن کن مشکلات کا سامنا ہے اِسے احاطہ تحریر میں لانا یہ ایک طویل کام ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

آنکھوں دیکھا واقعہ:۔ ۱۹۷۲ء کی بات ہے میں انڈیا کے کیمپ میں بطور جنگی قیدی تھا۔ہمارے کیمپ کے شمال کی طرف ہندوستانی سنتری سپاہیوں کے ٹینٹ تھے۔اُن میں چند مسلمان سپاہی بھی تھے۔دورانِ قید یہ مشاہدے میں آیا کہ کوئی مسلمان فوجی اپنے مسلمان ہونے کا اظہار نہیں کرتا تھا وہ خاموش

Marfat.com

اور سہمے سہمے سے گھڑے رہتے تھے۔ ایک دن ایک مسلمان بھارتی سپاہی اپنے ٹینٹ کے پاس ذرا نظر بچا کر بیٹھا ہوا تھا۔ ریڈیو پاکستان سے قوالی شہباز قلندر درج ذیل پیش کی جا رہی تھی۔

لاج میری پت رکھیو بلا جھولے لالن　　سندڑی دا سیہون دا سخی شہباز قلندر

اُس نے ریڈیو لگایا اُسے سُنا پھر نا معلوم اُس کے پاس ٹیپ ریکارڈ موجود تھا۔ وہ اُسے بار بار لگاتا اور سنتا تھا۔ دائیں بائیں اپنے غیر مسلم ساتھیوں کی وجہ سے اُس کی آواز کو زیادہ بلند نہیں ہونے دیتا تھا۔ ریڈیو پاکستان پر جب سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور نذرانہ سلام پیش کیا جاتا ہے تو وہ اسے بڑے شوق اور انہماک سے چپکے چپکے سنتے ہیں۔

اذان کی آواز:- میں نے قید میں قریب پونے دو سال کا عرصہ انڈیا میں گزارا جس شہر میں ہمارا کیمپ تھا وہاں کافی تعداد میں مسلمان موجود ہیں۔ مسجدیں ہیں۔ ایک مسجد ہمارے کیمپ سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر تھی اتنے طویل عرصہ کے دوران صبح شام کسی وقت کہیں اذان کی آواز کانوں میں نہیں آئی۔ مسلمان موجود ہیں۔ لاوڈ سپیکر موجود ہیں۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کو یہ نصیب نہیں آپ صبح و شام سنتے ہیں۔ میلوں تک جنگلوں اور ویرانوں میں اپنے ہاں اللہ اکبر کی صدائیں گونجتی ہیں۔ اللہ والے دن رات مسجدوں میں محو ذکرِ حق ہیں ہم جیسے غافلوں کو پکار رہے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

رمضان شریف کا ایک واقعہ:- ۱۹۷۲ء میں رمضان شریف کا واقعہ ہے۔ سحری کا وقت تھا غسل خانہ ہماری بیرک سے کوئی پندرہ بیس گز کے فاصلے پر تھا۔ بیرک کے مشرق کی جانب، بیرک کی دیوار سے دو گز کے فاصلے پر تار لگی ہوئی تھی۔ یہ ہمارے کیمپ کی مشرق کی حد تھی اس تار کے باہر سنتری کی پوسٹ اور ٹہلنے کے لئے جگہ بنی ہوئی تھی۔ غسلخانے کے لئے راستہ پوسٹ کے ساتھ جاتا تھا جب کبھی وقتاً فوقتاً اور صبح کے وقت خاص ادھر سے گزرنا پڑتا تو عام طور پر سنتری کے یہ

Marfat.com

الفاظ کانوں سے ٹکراتے۔ دور دور رہو۔ تار کے قریب مت آؤ ورنہ گولی مار دی جائے گی مذکورہ دن جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں میں غسلخانے کی طرف جا رہا تھا اپنے ساتھی لنگروں سے سحری کا کھانا لا رہے تھے اور کچھ اللہ اللہ میں مصروف تھے میں جب سنتری کے قریب سے گزرا تو وہ یوں گویا ہوا۔

"آپ ہم سے زیادہ خوش نصیب ہیں"

یہ خلاف توقع الفاظ سُن کر میں اُس کی طرف متوجہ ہوا اور جواباً کہا وہ کیسے ؟

اُس نے مزید کہا۔

آپ کے لئے قید میں بھی سحری کا انتظام ہے۔ تازہ کھانا کھا کر روزہ رکھیں گے ہم آزاد ہیں اور یہ ہمارا ملک ہے لیکن ہمارے لئے سحری کا کوئی بندوبست نہیں ہے خود پکا لیں یا ہوٹل سے کھا لیں اپنا بندوبست ہے اُس کی آواز سے گہرا دُکھ، افسوس اور مظلومی اپنی انتہا پر تھی اُسے دیکھ کر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان یاد آتا ہے۔

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

نماز پڑھنے سے انہیں اب بھی کوئی نہیں روکتا۔ مذہب تمہارا ذاتی معاملہ ہے وقت ملے تو پڑھ لو نہ ملے تو سرکاری کام پہلے اور پھر نماز اور پھر یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ مخالف آدمی وقت میسر ہی کہاں ہونے دیتا ہے۔ وہ کب چاہتا ہے کہ اُس کی طبیعت کے مخالف پودے پھلیں پھولیں وہ پودا لگانے سے منع نہیں کرے گا۔ لیکن لگانے کے لئے ان کو پودا ملنا ہی نہیں ہونے دے گا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کی روش ہو گی۔ مجھے اُس کے مذکورہ الفاظ ابھی تک یاد ہیں اُس کے دل میں کس قدر صدمہ تھا آزادی کی محرومی کو وہ کس قدر شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ مجھے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ان خیالات کا مجسّمہ نظر آ رہا تھا۔

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

آزادی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے:۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے۔ ہم آزاد ہیں۔ ہمیں سب کچھ عطا ہے ملک زرعی اور

Marfat.com

معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ ہمیں ہر قیمت پر اپنی آزادی اور ملکی بقا کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ ہماری پاکستان کے بعد کی تاریخ اور واقعات کا تقاضا ہے کہ ہماری فکر اور سوچ کا مرکز پاکستان کی بقا ہو۔ اس کا استحکام ہو۔ یہ پھلے پھولے۔ اس کے لئے ہمہ وقتی اور ہمہ جہتی سعی درکار ہے۔ ملکی اور نظریاتی طاقتیں جو ہمارے خلاف کارفرما ہیں انہیں افقِ وطن سے دور نیست و نابود کیا جائے۔ اندرونی اور بیرونی سطح پر جو عناصر ہماری شکست و ریخت میں مصروف ہیں ان سے قوم کو آگاہ کیا جائے تاکہ اس کے منحوس سائے کو رونما ہونے کا موقع نہ ملے۔ اس کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے رہیں اس ضمن میں فکر اور سوچ بڑی فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ وطن سے دور بیٹھے ہم وطن شاید ملک کے خلاف سازشوں سے ہم سے زیادہ آگاہ ہوں لہذا انہیں بھی اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ گھر محفوظ اور آباد رکھنے کے لئے اگر آپ کی ذات کو وقتی طور پر مالی اعتبار سے خسارہ بھی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔ لیکن قوموں کے نقصانات کی تلافی مشکل تو کیا عام طور پر ناممکن ہوتی ہے ایسے دھبے تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو جاتے ہیں جو دُھل نہیں سکتے اگر اور آپ سے کچھ نہ ہو سکے تو وطن کی حفاظت اور استحکام کے لئے دُعا ضرور کر دیا کریں اور کرتے رہا کریں۔ اس میں نہ خرچ ہونا ہے اور نہ خطرہ۔ راز دنیا ز دُعا مانگنے والے اور خدائے ذوالجلال کے درمیان ہوتا ہے۔

دُعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے:- حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ دُعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ مومن کی دُعا مومن کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ انسان اپنی ذات کے لئے دُعا کرے۔ وہ کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن دوسروں کے حق میں مومن کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس لئے کہ دُعا کرنے والے کی زبان نے دُعا کئے جانے والے کے لئے کوئی گناہ نہیں کیا۔ لہذا دُعا کرنے والا اُس کے حق میں سیفِ زبان ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مومن جب دُعا کرتا ہے تو اُس کی دُعا قضاء ربانی سے لڑنا شروع کر دیتی ہے۔ اُسے راستے میں روک لیتی ہے۔ اُسے ٹال دیتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کی دُعا قبول کرتا ہے تو جس مقصد

Marfat.com

کے لیئے دُعا قبول ہوتی ہے۔ اُس کی کارسازی کے لیئے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور کبھی انسان خود اپنے اعمال کو بدل جاتا ہے جو اُسے مصائب سے بچا لیتے ہیں ۔

تیری دُعا سے قضاء تو بدل نہیں سکتی مگر اِس سے یہ ممکن ہے کہ تو بدل جائے (اقبال)

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے کوئی بات محال نہیں۔ وہ فرعون کے لیئے موسیٰ علیہ السلام بھیج دیتا ہے۔ ابرہہ حاکم یمن کے لشکر اور ہاتھیوں کو ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ کروا سکتا ہے ابو جہل لعین کو معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے کم سن بہادروں سے ہلاک کروا سکتا ہے۔ غزوہ خندق میں لشکر کو آندھی، سردی اور پتھروں سے تباہ کر کے واپس جانے کے لیئے اسباب پیدا کر سکتا ہے۔ ہم میں صرف اخلاص اور قوم کا درد ہونا چاہیئے۔ ماضی کے واقعات سے یہ کوئی بعید بات نہیں کہ ہمارے خلاف کہاں کیا ہو رہا ہے صدیوں پرانے عزائم کی تکمیل کے لیئے دشمن نے کیا کیا گھناؤنے جال بچھا رکھے ہیں۔ ہمیں بیدار رہنا چاہیئے کہیں ایسا تو نہیں ہو رہا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنیوالی ہے تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

قوموں کی تقدیر کیا ہے۔ مستقبل میں کیا ہوگا۔ پیش گوئی کے طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ ماضی کے واقعات اور حقائق کو دیکھ کر، دورِ حاضر کا رُخ جانچ کر اٹکو ٹٹولا جا سکتا ہے۔ نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ عبرت کے لیئے ایک آدھ اشارہ کافی ہے ۔

تقدیر اُمم کیا ہے؟ کوئی کہہ نہیں سکتا مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
بِهٖ عَلِيْمٌ
(پ ۴ - ع)

تم ہرگز نیکی نہ حاصل کر سکو گے جب تک اپنی پیاری
چیز سے کچھ خرچ نہ کرو گے اور جو چیز خرچ کرو گے
سو اللہ کو معلوم ہے

ہر چہ داری صرف کن در راہ او
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا
(رومی رح)

Marfat.com

مالی جہاد

ملک کے دفاع کے لیۓ مالی مدد دینا۔ دین کی اشاعت کے لیۓ جس میں مذہبی تحریکوں اور دینی کتابوں کی نشر و اشاعت شامل ہے۔ باطل تحریکوں کو مٹانے کے لیۓ اس کی مزاحمت کرنے والی اسلامی تحریکوں کی مدد، ملک سے غربت اور افلاس دور کرنے کے لیۓ مال خرچ کرنا۔ آفت رسیدہ لوگوں کی مدد جن میں طوفان، زلزلہ، سیلاب اور جنگ سے متاثرہ لوگ شامل ہیں ان کی مدد کے لیۓ روپیہ خرچ کرنا یہ مالی جہاد ہے۔

اسلامی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ اہلِ ثروت ہمیشہ قربانیاں دیتے آئے ہیں۔ مالی جہاد کی کثرت سے مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال میں آ رہی ہیں۔ ملک کے دفاع اور مذکورہ آفات کے لیۓ جس قدر وسائل کی ضرورت ہوتی ہے حکومت اپنے وسائل سے کلی طور پر اس سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت بہت کم رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں اُسے بیرونی اور اندرونی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

مثل ہے۔

" اندک اندک بہم شود دریا" قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ بہت بڑی رقم ہی دینے کے قابل ہوں تب ہی کچھ دیں۔ ضرورت کے وقت ایک پائی کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ہمارا تھوڑا سا حصّہ دوسروں سے مل کر بہت ہو جائیگا نتیجۃً ایک کثیر مال جمع ہو جائیگا۔

غزوہ تبوک کا واقعہ:- غزوہ تبوک کی تیاری کے لیۓ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چندہ جمع کرنے کی اپیل کی تاکہ اخراجات کا بندوبست ہو سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک دوسرے سے سبقت لے

Marfat.com

جانے کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانی دی۔ حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک غریب صحابی تھے وہ رات بھر کسی کے کھیت میں مزدوری کرتے رہے۔ صبح کو دو سیر چھوہارے مزدوری میں ملے۔ یہی ان کی کل دولت تھی جب آپ کو معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جہاد کے لئے مال کی اپیل کی ہے تو وہ یہ دو سیر چھوہارے اٹھا کر لے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں رکھ دیئے۔ اُس نے کل مال ومتاع حاضر کر دی اور اللہ کے ہاں سرخرو ہوگیا۔ یہاں یہ کہنے اور سوچنے کی گنجائش ہی نہیں کہ تھوڑا ہے۔

ہر چہ داری صرف کن در راہ او
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

دفاعی اخراجات میں مدد کا ثواب :-

دفاعی مقاصد کے لئے ملک کی مالی مدد اللہ کے ہاں بڑی قدر ومنزلت رکھتی ہے اس سلسلے میں قرآنی آیات واحادیث کثرت سے وارد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (پ ۳ ۔ ع ۴)

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس سے سات بالیں اُگیں ہر بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں۔ انہی کے لئے ان کا ثواب اپنے رب کے یہاں ہے۔ نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۱:- حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا۔ جہاد میں روپیہ خرچ کرنے والوں کو ایک روپیہ کا ثواب سات سو روپے کی مثل ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

۲:۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک سانڈنی لے کر حاضر ہوا جس کو مہار پڑی ہوئی تھی اور عرض کی یہ سانڈنی اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمہیں ایسی سو اونٹنیاں ملیں گی۔ مہار وغیرہ پڑی ہوئی ہوں گی۔

۳:۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مجاہد کو سامان دلایا اور روپیہ سے اس کی امداد کی یا اس کے بیوی بچوں کو اُس کے پیچھے پوری پوری خدمت کی تو اس شخص کو غازی کے برابر ثواب ملتا ہے اور غازی کے ثواب میں سے کچھ کمی نہیں ہوتی۔ (صحاح)

۴:۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس کسی نے غازی کو سامانِ حرب دلا دیا اور اُس کے پیچھے اُس کے بال بچوں کی خبر گیری کی اُس کو ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسے وہ خود جہاد میں شریک ہوا۔

(بخاری و مسلم)

رفاہِ عام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرنا بھی اسی طرح بے حد کارِ ثواب ہے اِس ضمن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی مالی قربانیاں اور حضورِ پاک کے اُس کے متعلق ارشادات قابلِ غور ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے پہلے تقریر:۔

خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے گھر کا جب شرپسندوں نے سختی سے محاصرہ کیا آپ کا مسجد میں آنا جانا بند کر دیا گیا تو ایک دن آپ مکان کی چھت پر چڑھے صحن مسجد میں کچھ لوگ موجود تھے آپ نے اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مسجد

Marfat.com

بہت تنگ تھی۔ آپ نے فرمایا اس قطعہ زمین کو کون خرید کر مسلمانوں پر وقف کرتا ہے۔ اس کو جنت میں اس سے بہتر جگہ ملے گی۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی اور اس زمین کو خرید کر مسلمانوں پر وقف کیا۔ آج تم اس مسجد میں مجھے نماز پڑھنے سے روکتے ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں بئرِ رومہ کے علاوہ میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے کون خرید کر مسلمانوں پر وقف کرتا ہے اس کو جنت میں اس سے بہتر ملے گا۔ میں نے اسے خرید کر وقف کیا اور آج تم مجھے اس کنوئیں کے پانی سے روکتے ہو میں ان لوگوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، قسم دے کر پوچھتا ہوں کسی کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ حرا پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا حرا ٹھہر جا کہ تیری پیٹھ پر اس وقت ایک نبیؐ ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ اور میں آپ کے ساتھ تھا میں ان لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں جو بیعتِ رضوان میں موجود تھے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری جانب سے بیعت نہیں لی۔ لوگو! تین صورتوں کے سوا کسی مسلمان کا خون جائز نہیں۔ مرتد ہو جائے یا بدکاری کا مرتکب ہو یا کسی کو قتل کرے۔ ان تینوں سے میرا دامن پاک ہے۔

تو مراد یہ ہے کہ مسلمانوں اور اسلام کی خاطر جو کچھ اس دنیا میں انجام دے گا۔ اُس سے بہتر اُسے اُخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا ؎

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ناجائز مال سے پرہیز بھی جہاد میں شامل ہے

تو جہاد ہے ہی لیکن ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرنا۔ فراڈ، دھوکا دہی، بددیانتی۔ سرکاری حساب میں خرد برد، ٹھیکوں اور ٹینڈروں میں ہیر پھیر حکومت سے وصولی کچھ اور کارخانہ دار یا مال فراہم کرنے والے کو ادائیگی کچھ اور۔ سامان ٹھیک ٹھاک ہے۔ ناقابل استعمال حالت میں ہے۔ ذاتی اغراض کے لیئے ہیر پھیر کروا دیا اور اس قسم کے تمام دیگر ذرائع سے دولت کمانے اور

Marfat.com

سامان جمع کرنے سے پرہیز بھی مالی جہاد ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب ناجائز خواہشات پر قابو پانا ہے اور یہ جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔

عملی جہاد

بوقت ضرورت دشمن کے خلاف لڑائی کے لئے اپنی خدمات پیش کرنا یہ عملی جہاد ہے۔ باقاعدہ نظام حکومت کی صورت میں یہ کام فوج کے سپرد ہوتا۔ اس مقصد کے لئے ہر ملک ایک فوجی قوت تیار رکھتا ہے۔ لیکن جنگ کسی ایک جگہ اور ایک محاذ پر نہیں لڑی جاتی۔ لڑائی میں لاتعداد محاذ کھل جاتے ہیں۔ یہ ملک کے چپے چپے پر لڑی جاتی ہے۔ دشمن اپنے مدمقابل کو مفلوج کرنے کے لئے شہروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کو اپنا ہدف بناتا ہے۔ دفاعی اہمیت کے کارخانے اور رسل و رسائل کے ذرائع تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا فوج کو اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہر میدان میں آپ کے تعاون اور عملی مدد کی ضرورت ہو گی۔ اُن کی رہنمائی، سامانِ جنگ کی فراہمی۔ خورد و نوش کا انتظام شہروں کا دفاع خصوصاً چھاتہ بردار فوج کے حملے کی صورت میں اِس کی اشد ضرورت ہوگی۔ پاکستان جیسے چھوٹے ملک کی محدود فوجی قوت کو اگر اِن حالات سے نپٹنا پڑے تو بہت کم فوج محاذ جنگ کے لئے باقی بچے گی۔ لہذا غیر لڑاکا ہموطنوں کا تعاون اِس سلسلے میں انتہائی مفید ہو سکتا ہے۔ ہسپتالوں میں مریضوں کی دیکھ بھال زخمی مجاہدوں کی تیمارداری، جہاں کہیں بھی آپ اِس سلسلے میں کچھ کر سکیں۔ وہ جہاد میں شامل ہے۔ کتاب کا موضوع جہاد عملی ہے۔ لہذا اس کی تفصیل جہاد فرض ہے کہ باب میں آرہی ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد کرتے رہو تاکہ تندرستی
بھی ملے اور استغنا بھی
حاصل ہو

فرمانِ نبوی

Marfat.com

جہاد کی قسمیں

جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ جہاد نفس، جہاد شیطان اور جہاد کفار۔

جہادِ نفس:- اپنے آپ کو حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی تلاش پر مجبور کرنا۔ علم کے بعد عمل کے لئے نفس کو مجبور کرنا علم و عمل کے بعد تعلیم اور تبلیغ کے ذریعے دین حق کو پھیلانا۔ اس راہ میں مصائب اور تکالیف کو برداشت کرنا یہ جہادِ نفس ہے۔ اس کے بغیر دین و دنیا کی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جہاد نفس، جہاد اکبر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا۔

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف پلٹے۔

اس میں ہر قسم کی بُرائی، گناہ، لالچ، ناجائز خواہشات، احکام خداوندی کی خلاف ورزی سے بچنا شامل ہے۔

کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ پ۳۰۔ النزعت ع ۴

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کی خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہے۔

جس نے یہ جانا کہ مجھے مرنے کے بعد اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور اس خوف سے وہ گناہوں اور نفسانی خواہشات سے باز رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے جنت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

شیطان ایمان میں شکوک وشبہات ڈال کر انسان کو گمراہ کرنا چاہتا
جہادِ شیطان:- ہے۔ شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کرنا شیطان کے پیدا کردہ بُرے
خیالات اور ارادوں کو روکنا۔ ان سے بچنے کی کوشش کرنا۔ اِن کا مقابلہ کرنا یہ جہادِ شیطان ہے
شیطان نے انسان کو صراطِ مستقیم سے بہکانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک
مہلت لے رکھی ہے۔ اور پھر اعلان کیا ہے کہ ان پر دائیں بائیں آگے پیچھے سے وار کروں گا
ان کے راستے میں گھات لگا کر بیٹھوں گا۔ میں ان کو نیکی راہ سے روکوں گا اور ان میں اکثر
کو گمراہ کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا تجھے کھلی چھٹی ہے اپنا زور آزمالے۔
لیکن میرے بندوں پر تمہارا کوئی وار کارگر نہیں ہوگا۔ وہ تیرے دام فریب میں نہیں آئیں
گے۔ کلام پاک میں یہ قصہ یوں مذکور ہے۔

سورہ بنی اسرائیل۔

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ
کرو تو اُن سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے بولا۔ (اُس نے کہا) کیا میں اُسے سجدہ
کروں۔ جسے تو نے مٹی سے بنایا بولا (شیطان) دیکھ تو جو یہ تُو نے مجھ سے معزز
رکھا۔ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اُس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا۔
مگر تھوڑے۔ فرمایا دور ہو (شیطان کو) تو اِن میں جو تیری پیروی کرے گا۔ تو بے شک سب
کا بدلہ جہنم ہے۔ بھرپور سزا اور ڈگا دے گا۔ اُن میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز
سے اور ان پر لام باندھ (یعنی اپنے لشکر لا ڈال) لا اپنے سواروں اور پیادوں کو اور ان کا
ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور اُنہیں وعدہ دے اور شیطان اُنہیں وعدہ نہیں دیتا مگر
فریب ہے۔ بے شک جو میرے بندے ہیں۔ ان پر تیرا کچھ قابو نہیں (اعلحضرت بریلوی رح)
(پ ۱۵ - ع ۷)

مختصر قصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر فرشتوں کو
حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے حکم ربی کی تعمیل کی لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے
سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میری تخلیق آگ سے ہوئی ہے۔

Marfat.com

چنانچہ اس نے تکبر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی کہ اگر قیامت تک مجھے مہلت مل گئی تو اولادِ آدم کو تباہ و برباد کروں گا اور اِن میں سے بہت کم میرے وار سے محفوظ رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہاں سے دور ہو جا۔ جو تیری پیروی کرے گا۔ تجھے اور ان سب کو جہنم میں ڈالوں گا اور اُن میں سے جس پر تو اپنے دام فریب سے قابو پائے گا۔ آواز سے بعض علما نے گانے باجے اور لہو ولعب مراد لیے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ڈھیل دی کہ تو اپنے تمام لشکروں سے مدد لے لے انہیں اُن پر مامور کر دے۔ اِن کے ہر کام میں اپنے حمایتوں کو شریک کر دے۔ انہیں بھلائی کے وعدے دے۔ لیکن تیرا وعدہ نہیں مگر صریح فریب ہے اور پھر اعلان فرمایا کہ جو میرے بندے ہیں اُن پر تیرا کوئی قابو نہیں۔ وہ تیرے وسوسات میں نہ آئیں گے۔ اُن پر تیرا وار کارگر نہ ہو گا۔

سورہ الاعراف میں یوں مذکور ہے۔

ترجمہ:۔ اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو وہ سب سجدے میں گر گئے مگر ابلیس یہ سجدہ والوں میں نہ ہوا (اللہ نے) فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا بولا (شیطان) میں اِس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اِسے مٹی سے بنایا۔ فرمایا (اللہ نے) تو یہاں سے اُتر جا تجھے نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر غرور کرے نکل تو ذلت والوں میں بولا (شیطان) مجھے فرصت دے اُس دن تک کہ لوگ اُٹھائے جائیں۔ فرمایا (اللہ نے) تجھے مہلت ہے۔ بولا (شیطان) قسم ہے اُس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر اُنکی تاک میں بیٹھوں گا پھر میں ضرور اُن کے پاس آؤں گا۔ اُن کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور (نور اللہ) ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔ فرمایا (اللہ نے) یہاں سے نکل جا ردکیا گیا راندہ ہوا ضرور جو ان میں سے تیرے (شیطان کے) کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔ (اعلحضرت بریلویؒ) (پ الاعراف ع)

Marfat.com

اس کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ شیطان نے مُردوں کے زندہ ہونے کے وقت تک مہلت چاہی تھی اور اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ موت کی سختی سے بچ جائے لیکن یہ قبول نہ ہوا اور نفخہ اولی تک مہلت دی گئی ہے۔ شیطان نے اپنی پوری شد و مد سے اپنا کام کرنے کا وعدہ کیا ہے کہ بنی آدم کے دل میں وسوسے ڈالوں اور انہیں باطل کی طرف مائل کروں گا گناہوں کی رغبت دلاؤں گا تیری اطاعت اور عبادت سے روکوں گا۔ ان کو گمراہی میں ڈالوں گا۔ چاروں طرف سے ان کو گھیر کر راہ راست سے ہٹاؤں گا۔ ان کو مبتلائے شہوت و قبائح کروں گا۔ اور پھر یہ دعوی کہ اکثر کو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باز رکھوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تو اپنا کام کر اور میں تجھے اور تیری اطاعت کرنے والوں کو جہنم میں ڈالوں گا۔

شیطان کا محبوب نمائندہ:۔ شیطان اور اس کے اہل کار کسی ایک محاذ پر کارفرما نہیں ہوتے بلکہ ان کا محاذ ہر کہیں ہے۔ دینی معاملہ ہو۔ دنیاوی ہو۔ ذاتی ہو یا اجتماعی۔ اس کا تعلق جنگ سے ہو یا امن سے۔ طاعت و ریاضت سے ہو یا کسب معاش سے ملکی معاملات ہوں یا بین الاقوامی۔ پڑوسی کے ساتھ مسائل ہوں یا میاں بیوی کے تعلقات ہر جگہ اپنا کام دشمن پورا کرتا۔ شیطان میاں بیوی کے تعلقات میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ انہیں بگاڑنے میں خصوصی توجہ دیتا ہے اور یہ کام انجام دینے والے کو اپنے قرب خاص سے نوازتا ہے۔ اس سلسلے میں خطبہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ملاحظہ ہو۔

ترجمہ:۔ آگاہ ہو کہ شیطان نے تخت مکرو دغا سطح آب پر قائم کیا ہے۔ وہ اپنے گماشتے کو چاروں طرف بھیجتا ہے اور جو جتنی زائد گمراہی پھیلاتا ہے اُس کو اتنا ہی اپنا مقرب بناتا ہے اس کے کارکن جب واپس آتے ہیں تو وہ ان سے کارنامے سنتا ہے وہ کہتے ہیں ہم نے یہ کیا، ہم نے یہ کیا۔ شیطان کہتا ہے کہ تم نے خاک کیا۔ ایک کارکن کہتا ہے کہ حضور میں نہیں واپس آیا مگر میں نے میاں بیوی میں عداوت کی دیوار کھڑی کر دی ہے اُس وقت

Marfat.com

شیطان اُس کو نزدیک بلاتا ہے اور کہتا ہے ہاں یہ کام کیا ہے تم نے۔

انسان کو ایسے کاموں سے بچنا چاہیئے جن سے شیطان خوش ہوتا ہے

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا قصّہ:- ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے شیطان سے پوچھا کہ تجھے سب سے زیادہ خوشی کس کام سے ہوتی ہے۔ شیطان نے جواب دیا آپ کو اِس کی کیا ضرورت۔ کہا میں اُسے کرنا چاہتا ہوں۔ شیطان نے کہا جب میں نماز قضا کروا دیتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ میں اسے کبھی قضا نہیں ہونے دوں گا۔ اِس پر شیطان سٹ پٹایا کہ تو نے مجھے بھی ہرا دیا۔ میرے راز کو پالیا۔

جہاد کفار:- ذاتی حفاظت، دین کی حفاظت اور ملکی سلامتی کے لئے دل و زبان اور جان و مال سے خدا کی راہ میں غیر مسلموں سے لڑنا جہاد کفار کہلاتا ہے۔

جہاد کا حکم کب نازل ہوا:- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نزول وحی کے بعد اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ ابتدا میں آپؐ نے خفیہ طور پر تبلیغ شروع کی۔ آہستہ آہستہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے کچھ عرصہ بعد آپؐ کو علانیہ دعوتِ حق کا حکم ہوا۔ تو آپؐ نے تمام اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دی۔ رؤسائے مکہ یہ دیکھ کر مخالفت پر اُتر آئے۔ وہ اپنا من مرضی کا مذہب اور عیاشی چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے جو لوگ اسلام لائے تھے اُن پر لرزہ خیز مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ عرصہ دراز تک مسلمان کفارِ مکہ کی ایذا رسانیاں برداشت کرتے رہے۔ اُن کے ظلم و ستم میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مسلمان ترکِ وطن پر مجبور ہو گئے۔ ہجرتِ حبشہ کی نوبت آئی اور اُس کے بعد مدینہ شریف کی طرف ہجرت کے لئے مجبور ہوئے۔ جب معاملہ حد سے گزر گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک گروہ جن میں عبدالرحمٰن بن عوف بھی شامل تھے۔ حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ہم جب مشرک تھے تو انتہائی معزز تھے لیکن جب سے اسلام لائے ہیں۔ انتہائی ذلیل و بے کس ہو گئے ہیں۔ کفار ہم کو ذلیل و رسوا کر رہے ہیں آپ ہمیں ان سے

Marfat.com

لڑنے کا حکم دیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ان سے ہاتھ روکو کیونکہ مجھے ابھی تک قتال کا حکم نہیں۔ وقت گزرتا رہا کفار اپنی ظالمانہ روش میں شدید تر ہوگئے۔ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے درپے ہوگئے۔ چنانچہ مدینہ تشریف لانے کے بعد مسلمانوں کی تعداد کچھ بڑھی۔ انصار آپ کی مدد پر تیار ہوگئے۔ مشرکین اپنی ستم آرا روش پر جمے ہوئے تھے بالآخر صفر ۲ھ میں آپ کو جہاد کا حکم ہوا۔ آپ نے مجاہدوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بھیجنی شروع کیں۔ اور کبھی کبھی آپ خود بھی اطراف مدینہ میں دیکھ بھال اور قریش مکہ کی چالوں سے آگاہی کے لئے تشریف لے جاتے۔ جہاد کے بارے میں پہلی آیت یہ ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۀ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ط وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۀ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۀ

(پ ۱۷۔ الحج۔ ع ۱۳)

ترجمہ:۔ جن سے کفار لڑا کرتے تھے۔ چونکہ وہ بہت مظلوم ہوگئے تھے۔ اس لئے ان کو جہاد کی اجازت دے دی گئی۔ یہ وہ لوگ ہیں صرف اتنی سی بات کہنے پر ہمارا پروردگار خدا ہے ناحق اپنے اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو گرجے، یہودیوں کے معبد۔ مجوس کے عبادت خانے اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب کے سب ڈھا دیئے گئے ہوتے۔ بلاشبہ جو شخص خدا کی مدد کرے گا اللہ بھی اُس کی مدد کرے گا۔ بے شک خدا غالب و قادر ہے۔

اس طرح تیرہ سال تک کفار کو بغیر جنگ وجدل کے بت پرستی چھوڑنے اور خُدا کی عبادت کی تبلیغ کرتے رہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ظلم وستم کا مداوا کرنے کا

Marfat.com

حکم دیا تو پھر تلوار اُٹھانے کا حکم صادر فرمایا اور دعوتِ جہاد دی۔

خطبہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

دعوتِ جہاد:- "اللہ کا نام لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو اور کافروں سے گھمسان کی جنگ لڑو۔ لڑو مگر دھوکا نہ دینا۔ حد سے نہ بڑھنا، اعضا کو جدا نہ کرنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب تمہاری مشرکوں سے مڈبھیڑ ہو تو ان کے سامنے تین باتیں رکھنا اگر وہ ان میں سے ایک بات بھی مان جائیں تو پھر ان سے جنگ نہ کرنا۔

پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ قبول کر لیں تو اِن سے ہاتھ روک لو اور اِن سے کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر چلے جائیں اور ان کو بتا دینا کہ اگر وہ ہجرت کریں گے تو ان کے ساتھ مہاجر جیسا سلوک کیا جائے گا۔ اگر وہ اس پر تیار نہ ہوں تو ان کو بتا دو کہ وہ بدوی مسلمانوں کی طرح سمجھے جائیں گے اور جس طرح مسلمانوں پر اللہ کے احکام جاری ہوں گے اِسی طرح ان پر بھی ہوں گے۔ لیکن مالِ غنیمت میں وہ اِسی وقت حصہ پا سکیں گے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کریں۔

اور اگر وہ اسلام لانے سے اِنکار کر دیں تو اِن سے جزیہ طلب کرو۔ اگر وہ جزیہ دینے پر تیار ہوں تو ان سے ہاتھ روک لو۔ ورنہ اللہ پر توکل کر کے اِن پر حملہ کر دو اور اگر کسی قلعہ کا تم محاصرہ کر لو اور وہ لوگ اللہ یا اس کے رسول کی ذمہ داری پر پناہ مانگیں تو اِس بات پر تم ان کو ہرگز امان پر نہ دینا بلکہ اپنے باپ دادا اور دوستوں کی ذمہ داری پر پناہ دینا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ عہد شکنی ہو جائے تو آباؤ اجداد اور دوستوں کی عہد شکنی، اللہ اور اُس کے رسول کا ذمہ توڑ دینے سے سہل ہے۔

اور اِس طرح اگر تم کسی قلعہ کو محصور کر لو اور وہاں کے لوگ "حکم الٰہی" کی شرط پر صلح کرنا چاہیں تو راضی نہ ہو بلکہ اپنی شرائط پر انہیں امان دینا کیونکہ معلوم نہیں، تم اِن کے متعلق خدائی فیصلہ معلوم کر بھی سکو گے یا نہیں۔

چنانچہ مذکورہ خطبہ پاک میں سرکارِ دوعالم نے دشمنانِ اسلام کی روش، ان سے لڑنے کا جواز اور پھر غالب آنے کی صورت میں صلح اور شرائط طے کرنے کے اصول وضوابط بیان

Marfat.com

بیان فرمائے اور پھر واضح کر دیا کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ذمہ داری پر ان سے کوئی سمجھوتہ نہ کریں۔ اس لیے کہ وہ اسے مانتے ہی نہیں۔ اس کے قائل ہی نہیں۔ لہٰذا وہ ان کے عہد کی پابندی کیا کریں گے یہ وضاحت اس لئے فرما دی کہ اس طرح اللہ کے دین کے دشمن مسلمانوں کو دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

جہاد افضل عمل ہے:- مسلمان جو بھی نیک کام کرے گا ان سب کا اپنا اپنا اجر ہے کسی کا کم اور کسی کا زیادہ۔ اور بعض کو بعض پر اجر و ثواب کے لحاظ سے فوقیت ہے۔ لیکن جہاد انسان کے تمام اعمال میں سب سے افضل ہے۔ اس سے افضل کوئی دوسرا عمل نہیں۔

حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ سائل نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

(بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ کوئی عمل جہاد سے بہتر نہیں ہے۔

ایک صحابی کا واقعہ:- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی نے دُنیاوی دھندے کو ترک کر کے کہیں تنہائی اور ویرانے میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا قصد کر لیا تاکہ یکسوئی کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ اس کی خبر حضور کو ہوئی۔

قصد کر لیا تھا۔ جب آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا گوشہ نشینی کا ارادہ ترک کر دو۔ ایک شخص کا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر میں ۷۰ سال تک عبادت کرے۔ تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تم کو جنت میں داخل کرے۔ جو شخص اللہ کے راستے میں تھوڑی بھی دیر کے لئے جہاد کرتا ہے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

قبائے لا الٰہ خونیں قبائے است
کہ بر بالائے نامرداں دراز است

لا الٰہ کا لباس ہمیشہ خون سے ہی رنگا جاتا ہے
اور یہ نامردوں کے جسم پر نہیں سجتا!

Marfat.com

جہاد فرض ہے

نماز اور روزے کی طرح جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (پ ۲ - بقرہ غ)

تم پر جہاد (لڑنا) فرض کیا گیا اور وہ تمہیں برا (ناگوار) لگتا ہے)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے یہ انسانی زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے کوئی ایسا پہلو نہیں جو اس کے احاطہ سے باہر ہو۔ کفر و شرک اور طاغوتی طاقتیں ابتدائے اسلام سے ہی اس دین متین کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے اپنا حتمی زور لگا رہی تھیں۔ اسلام دشمن قوتوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ مسلمان طاقت کے لحاظ سے کمزور اور تعداد کے لحاظ سے انتہائی قلیل تھے۔ چنانچہ ایسے حالات میں ظلم و جبر کا خاتمہ فتنہ و فساد کو دور کرنے اور امن و سکون کی زندگی فراہم کرنے کے لئے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے کہ تم پر جہاد فرض ہے۔ تمہیں اس فریضہ کو ادا کرنا پڑے گا خواہ وہ تمہیں ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جہاد کا حکم مدینہ شریف میں ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوا اس وقت مسلمان کمزور اور بے بس تھے جنگ کا سامان پاس نہیں تھا۔ غربت و افلاس اور پریشانی کا شکار تھے۔ اس لئے فطری طور پر بعض مسلمانوں کو جنگ کا حکم ناگوار گزرا یا وہ پس و پیش میں مبتلا ہوئے۔ اس لئے یہ واضح کر دیا گیا کہ جنگ خواہ تمہیں کتنی ہی بری کیوں نہ محسوس ہو تمہیں یہ مقدس فریضہ ہر حال میں ادا کرنا ہے۔ ایک نیک اور فتنہ و فساد سے پاک معاشرہ قائم کرنا ہے اس کے لئے قربانی بہر صورت دینی پڑے گی۔

انسانی فطرت کا تقاضا :- جنگ میں دشمن کو تباہ کرنا اور کبھی اس کے ہاتھوں خود

Marfat.com

شہید ہو جانا یہ عام بات ہے۔ اس میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا عام امکان ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کو جب لڑائی کا حکم دیا جاتا ہے تو فطری طور پر اسے موت سامنے نظر آتی ہے انسان کی اپنی جان بڑی پیاری شے ہے۔ دنیا کی لذتیں بھی بڑی پر کشش ہیں۔ لہٰذا زندگی کا خاتمہ انسان کو ناگوار اور ناپسند ہے۔ وہ اس سے پہلوتہی کرتا ہے اس طرف راغب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ اس کے نتائج بڑے دور رس، بڑے فائدہ مند ہیں۔ اس لئے اگر عارضی طور پر تمہیں یہ ناپسند ہو۔ تب بھی یہ کرنا پڑے گا تاکہ فتنہ و فساد ختم ہو۔ لوگ امن و سکون کی زندگی بسر کریں۔ لہٰذا اس کے لئے نقصان برداشت کر لو۔ جانی اور مالی قربانی دو۔ اس کے حکم پر بلا تردد عمل کرو اور اس کی رضامندی حاصل کرو۔

مجاہد کی شہادت قوم کی حیات ہے

مجاہد کی قربانی کسی ذاتی غرض یا فائدے کے لئے نہیں ہوتی۔ وہ ملک و ملت کی ناموس اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے لڑتا ہے۔ اس کی قربانی دینِ اسلام کو استحکام اور وسعت عطا کرتی ہے۔ لاتعداد جانوں کو امن و سکون کی زندگی مہیا کرتی ہے۔ ان کی بقا، ترقی اور نشوونما کا باعث بنتی ہے۔ جہاں کا سکون و ثبات انہی کی تلواروں کے دم قدم سے ہے۔

مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں ؎

تمہیں سے اے مجاہد جہاں کا ثبات ہے　　　شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

اگر مجاہد اس سے منہ موڑ لے تو امن قائم نہیں رہتا۔ دینِ حق کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے یہ خطرہ کبھی ملک کے باہر دشمنوں کی طرف سے ہوتا ہے اور کبھی اندرونِ ملک سرکش عناصر کی وجہ سے۔ نواسہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو یزید کے مقابلے میں ایسے ہی حالات اور عناصر سے واسطہ پڑا تھا۔ تمام مسلمان آپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ حالات بالکل صاف نظر آ رہے تھے کہ ایک بڑی فوج کے مقابلے میں یہ چند نفوس آخر کب تک لڑیں گے انجام موت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ لیکن آپ نے حق چھوڑ کر باطل کے سامنے سر نہ جھکایا مقامِ کربلا میں معصوم بچوں تک کی قربانی پیش کی۔ اپنی جان پاک نچھاور کی۔ عزیز و اقارب سب ہی اس راہ میں قربان کر دیئے

Marfat.com

تن، من، دھن سب کچھ کی بازی لگا دی لیکن اپنے نانا پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر حرف نہ آنے دیا۔ رہتی دنیا تک کے لئے مثال قائم کر دی۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے   اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۟ (وقف)

دین صرف دین اسلام ہے:

اللہ کے نزدیک دین صرف دین اسلام ہے۔ اللہ کا پسندیدہ دین، دین اسلام ہے۔ اور یہ جان ومال یہ دنیاوی زندگی اور نعمتیں بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ اور پھر یہ زندگی ایک عارضی چیز ہے اسے دوام حاصل نہیں۔ اسے ایک نہ ایک دن مرکر ہی دارِ فانی سے کوچ کرنا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط ہر ذی روح کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ ایک اٹل فیصلہ موجود ہے۔ لہٰذا اُس کی دی ہوئی جان اُس کے دین سربلندی اور حفاظت کے لئے قربان ہو جائے اُس کے کام آجائے۔ یہ بڑی غنیمت ہے۔ اُس کی رضا کے لئے نذرانہ پیش کرنا ہی حقیقی زندگی ہے۔ مجاہد کی قربانی ملک وملت کی تقدیر بدل دیتی ہے۔ بلکہ ملک اور قوم کی تقدیر مجاہد کے بازوئے تیغ زن کی مرہونِ منت ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے   شمشیر وسناں اول، طاؤس ورباب آخر

قومیں خون کی آبیاری سے پھلتی پھولتی ہیں:

دین اسلام کی ابتدا ہو چکی تھی۔ گنتی کے چند حضرات اسلام لا چکے تھے۔ طاغوتی طاقتیں ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے جان ومال سب کچھ ہی داؤ پر لگائے ہوئے تھیں۔ دین الٰہی کے نوخیز پودے کو ہر طرف سے بادِ سموم چھو رہی تھی۔ اس کی حفاظت اور نشوونما کا معاملہ بڑے کٹھن مراحل سے گزر رہا تھا۔ پودے نشوونما کے لیے پانی کھاد اور زرخیز مٹی درکار ہے۔ اس کی نشوونما ان ہی کی مرہونِ منت ہے۔ لیکن قوموں کی نشوونما، ترقی، بقا دینی استحکام اور اشاعت کے لئے پانی، کھاد اور مٹی درکار نہیں۔ اس کے لئے خون درکار ہے۔ یہ ملک وملّت کے بہادر سپوتوں سے خون کا نذرانہ مانگتی ہے اس کی بقا کے لئے قربانیاں درکار ہیں۔

Marfat.com

جان کی قربانی:- جان ہر جاندار کو پیاری ہے۔ لڑائی میں مرنا اور مارنا یہ عام بات ہے۔ کم ہمت انسان اِسے پسند نہیں کرتا۔ زبانی دعوے کرنا اور بات ہے عمل کرنا اور بات ہے۔ تحریر و تقریر سے جہاد کرنا یہ قدرے آسان معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حاکم وقت کے سامنے حق بات کہنا مصائب کے پہاڑ سے ٹکرانے کے مترادف ہے لیکن اِسمیں جان سے مار دینے کے خطرات جنگ کی نسبت کم ہوتے ہیں۔ لہذا مشکل معاملہ عملی جہاد کا ہے۔ فی نفسہٖ لڑنے کا ہے۔

دورِ حاضر کی جنگ:- ابتدائے اسلام میں تو نیزے اور تلوار کی جنگ تھی۔ یہ کم خوفناک اور کم خطرناک تھی۔ اب ایٹمی دور ہے۔ رسمی جنگ میں بھی انواع و اقسام کے ہتھیار استعمال ہو رہے ہیں۔ ذرا محاذِ جنگ کو دیکھ لیں دشمن پیش قدمی روکنے کے لئے بارودی سرنگیں بچھا دیتا ہے۔ گڑھے کھود دیتا ہے کانٹے دار تار لگا دی جاتی ہے۔ چھوٹے ہتھیاروں کا مسلسل فائر جاری ہے۔ توپیں گولے برساتی ہیں ٹینک براہ راست آگ برساتے ہیں۔ لڑاکا طیارے مسلسل ہوائی حملے کرتے ہیں دائیں بائیں بارودی سرنگیں پھٹتی ہیں۔ ساتھی زخمی ہوتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں کٹتے ہیں۔ شہید ہو رہے ہیں۔ مجاہد کو پیش قدمی کا حکم ملتا ہے۔ بڑھے چلو۔ بڑھے چلو مجاہد بہادرو۔

زندگی میں دو چار بڑے مشکل مقام آتے ہیں

یہی مشکل مقام ہے۔ اگر انسان اِس کی حقیقت نتائج اور افادیت سے آگاہ نہ ہو تو مار کھا جاتا ہے۔ غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔ پھر اِس کا مداوا مشکل ہو جاتا ہے۔ ملک و مِلّت کو مدتوں خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ ہاں تو مذکورہ بالا منظر کو اگر دیکھیں تو یہاں عقل و دماغ کچھ مشورے دیتے ہیں۔

عقل کا مشورہ:- یہاں شیطان اپنا داؤ لگاتا ہے۔ عقل و دماغ کے ساتھ مل کر چکر دینے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دنیاوی زندگی کے سہانے سہانے منظر پیش کرتا ہے۔ عقل مشورہ دیتی ہے۔ مارے جاؤ گے۔ اعضا کٹ جائیں گے۔ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے۔ شیطان بائیں طرف سے آتا ہے۔ اِس طرف دِل ہے۔ اِس کے قریب ہو کر اپنا

Marfat.com

کام کرتا ہے۔ آگے گئے تو مارے جاؤ گے۔ بیوی رہ جائے گی۔ چھوٹے بچے ہیں ان کا کون وارث ہوگا۔ مکان ابھی ابھی پختہ بنایا ہے اُس میں کچھ دن رہ کر بھی نہیں دیکھا بہت سے گھریلو مسائل درپیش ہیں یہ کون حل کرے گا۔ لہذا مورچے میں بیٹھ جاؤ۔ پیچھے ریئر (REAR) میں چلے جاؤ۔ بہتر تو یہ ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے فوج سے ہی بھاگ جاؤ بعد میں سال بھر سزا ہی ہوگی۔ جان تو بچ جائے گی۔ یہاں مرنے سے کیا ملے گا۔ بڑی بات ہوئی تو بچوں کو ڈیڑھ دو سو پنشن مل جائے گی۔ آج کل اِس کی کیا وقت ہے۔ یہ ایک عام بات ہے ایسے خیالات ہر انسان کے دل میں آ سکتے ہیں۔ شیطان وسوسے ڈال سکتا ہے اور وہ ڈالتا ہے۔ اِس مرحلے پر اگر ہم اپنے مذہب سے آگاہ ہوں۔ جہاد اور موت وحیات کے احکام سے آگاہ ہوں تو امید ہے ایسی غلطیاں وقوع پذیر نہیں ہونگی۔

شیطانی وسوسے کا منطقی جواب:- اِس کائنات میں ہر شے کا اپنا ایک مشن اور اُس کے لئے اُس کا عمل ہے وہ اُسے حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ لہذا شیطان بھی اپنا کام کرتا ہے۔ اُس نے اِسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لئے ڈھیل لے رکھی ہے۔ وعدہ کیا ہے کہ میں انسان کو ہر حیلے سے صراطِ مستقیم سے بہکانے کی کوشش کروں گا۔ اُس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے۔ اگر میں یہاں سے پیچھے بھاگ گیا۔ دشمن میرا تعاقب کرے گا۔ ملک کے اندر اور گھُس آئے گا۔ اِس طرح اگر میری پسپائی اور دشمن کی پیش قدمی کا معاملہ جاری رہا تو پورا علاقہ یا ملک جاتا رہے گا۔ اِس علاقہ میں میرا گھر، مال، بیوی بچے بھی ہیں۔ رشتہ دار بھی ہیں۔ دشمن کے قبضے سے مجھے اِن سے محروم ہونا پڑے گا۔ میری عزت و ناموس، مال و دولت سب کچھ ہی جاتا رہے گا اور بھاگتے بھاگتے آخر میری بھی باری آجائے گی۔ (معاذ اللہ) تو پھر کیا ہوگا میرا زندہ رہنا کس کام کا اور رہیں گا کہاں ہوگا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ پیچھے بھاگ جانے، محفوظ جگہ بیٹھ رہنے یا کسی اور طریقے سے موت سے محفوظ رہ سکیں۔ ہو سکتا ہے موت وہاں بھی آجائے۔

تقدیر اور انسانی تدبیر:- فارسی کا مقولہ ہے۔

Marfat.com

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ۔ انسانی تدبیر پر تقدیر منتی ہے۔ انسان اپنی سوجھ، فہم و فراست سے حالات کا کلی طور پر اندازہ نہیں لگا سکتا۔ حالات اُس کے اندازے کے مطابق ہوں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اپنی ذہانت اور تدبیر سے موت کو نہیں ٹال سکتا یہ ایک فطری عمل ہے اپنے انداز میں کارفرما رہتا ہے۔ کہاں اور کس حال میں آئے گی۔ اِس کا علم نہیں۔ مستقبل میں کیا ہو گا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا ہماری تسلی کے لئے بڑے اچھوتے انداز میں ہمیں آگاہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔ وَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲ پ۔ البقرہ ع ۱۰)

اور شاید تمہیں ایک چیز بری لگے اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور شاید کوئی چیز بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ممکن ہے انسان کسی بات کو پسند کرے۔ اُسے کرنے کی خواہش ہو۔ اُسے اپنے حق میں مناسب خیال کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی کام کو پسند نہ کرے۔ اُسے کرنے کی خواہش نہ ہو۔ اُسے ناموافق خیال کرے۔ اس کے ناموافق نتائج کا خدشہ ہو لیکن حالات کی مجبوری اور پابندی ایسی ہو کہ کرنا پڑے۔ انسان کا خیال اپنی جگہ ہے۔ ہم مستقبل کی تاریکیوں میں جھانکنے کی استطاعت نہیں رکھتے اِس کے نتائج کیا ہوں گے۔ کل ہوا کا رُخ کیا ہو گا۔ اِس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ القصہ کس میں بہتری ہے اور کس میں نقصان اِسے معلوم نہیں کر سکتے۔ ہمارا علم مستقبل کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ فائدہ کس میں ہے۔ نقصان کس میں ہے اللہ رب العزت ہی بہتر جانتا ہے۔

انسان کی اور انسان کے علم کی مثال

انسان کی مثال طفلِ بے شعور کی ہے:- ایک ایسے کم سن بچے کی ہے۔ جو چولہے کے پاس بیٹھی ہوئی ماں کی گود میں کھیل رہا ہے چولہے میں دہکتے ہوئے انگارے دیکھ کر خوش ہوتا ہے اُسے پکڑنے کے لئے لپکتا ہے۔ والدہ ہاتھ پکڑ لیتی ہے جھولی میں احتیاط سے سنبھالتی ہے کہ کہیں لپک کر انگارا نہ پکڑ لے۔ بچہ ضد کرتا ہے۔ چلاتا

Marfat.com

ہے، روتا ہے۔ لیکن والدہ کسی صورت میں اُسے انگارے تک پہنچنے نہیں دیتی۔ اس لئے کہ وہ ناسمجھ ہے اُسے یہ علم نہیں کہ یہ آگ جلا دے گی۔ ہاتھ کو نقصان پہنچے گا۔ والدہ نتائج سے آگاہ ہے۔ اِس لیے اُس کے رونے اور چلانے کی اہمیت نہیں دیتی۔ ایسا ہی معاملہ انسان کی پسند خواہش اور مستقبل کے حالات اور نتائج کا ہے۔ وہ اپنے شعور سے مستقبل اور حالات کو حتمی طور پر سمجھنے سے قاصر ہے اِسی تذبذب اور ردو قدح کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم بے چوں چرا عمل کرو۔ فتح ہو گی یا ناکامی، فائدہ ہو یا نقصان زندہ رہیں گے یا مر جائیں گے۔ اِسے اللہ غالب اور حکمت والا جانتا ہے۔ انسان کا نفع اور نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ناموافق حالات کو موافق کر سکتا ہے۔ مصائب کو خوشیوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔ تمام حکمتیں اور بھلائیاں اُسی کے اختیار میں اُس کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ جب یہ یقین پیدا ہو جائے تو پھر کوئی کام مشکل نہیں کوئی مہم اور مشکل ایسی نہیں جو آسان نہ ہو جائے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جب اِس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا — تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامین پیدا

انسان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اُسے یقین ہو اللہ ہمارے حال کو بہتر جانتا ہے اور بہتر کرتا ہے۔ بھلائی اُس کے کرم کی وجہ سے ہے اور مصیبت ہمارے اعمال کی وجہ سے۔ اپنی اصلاح کرے عمل میں اخلاص پیدا کرے یہی فلاح و کامیابی کا راز ہے۔

جہاد کفار کبھی فرض عین اور کبھی فرض کفایہ ہوتا ہے :- جہاد نفس اور جہاد شیطان فرض عین ہیں

فرض عین سے مراد یہ ہے کہ یہ کس طرح بھی ایک انسان دوسرے کے لئے ادا نہیں کر سکتا۔ جہاد کفار کبھی فرض عین ہوتا ہے اور کبھی فرض کفایہ۔ اگر ضرورت کے مطابق لوگ میدانِ جنگ میں موجود ہوں۔ لڑائی میں مصروف ہوں۔ تو فرض عین نہیں ہوتا بصورت دیگر فرض عین ہوتا ہے۔ باقاعدہ نظامِ حکومت کی صورت میں یہ ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اگر عوام سستی کریں تو حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جبری بھرتی کر سکتی ہے۔ جس کسی

Marfat.com

کی جہاں ضرورت ہو بھیجا جا سکتا ہے۔ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ انکار تو دور کی بات ہے سچا مسلمان دل وجان سے اس کا آرزو مند رہتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ اگر موقع آئے تو اللہ شمولیت کی توفیق عطا فرمائے اور جو اس کا خواہش مند نہیں جو جہاد کی آرزو نہیں رکھتا اُس کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے۔

"جو شخص مرا اور جہاد نہیں کیا بلکہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لایا تو اُس کی موت ایک قسم کے نفاق پر ہوتی ہے"۔

جو اس سے ڈرتا ہے وہ اسلام کی روح اور مسلمان کے مقام کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں مسلمان گو ئم بلرزم کہ دانم مشکلات لاالٰہ را

جب میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں تو میرا جسم کانپ اُٹھتا ہے۔ اس لئے کہ کلمہ حق بلند کرنے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں۔ باطل ان کے درپے آزار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے مسلمان کو اس کی خاطر مسلسل جہاد کرنا پڑتا ہے بزدل اور کم ہمت اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مجاہد کا بے مثال تمغہ اس کے بدن پر سزاوار نہیں ہے ؎

قبائے لا الٰہ خونیں قبائے است کہ بر بالائے نامرداں دراز است

لا الٰہ کا لباس ہمیشہ خون ہی سے رنگا جاتا ہے اور یہ لباس نامردوں کے جسم پر نہیں سجتا۔

جہاد اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:- جہاد کا حکم مدینہ تشریف کی ہجرت کے بعد نازل ہوا۔

چنانچہ دس سالہ مدنی زندگی میں چھوٹی بڑی ۸۲ لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے ۲۶ لڑائیوں کی آپ نے خود کمان فرمائی۔ جنگوں کی منصوبہ بندی کے حالات کا جائزہ لیا۔ بدر اور اُحد میں میدان جنگ کا ملاحظہ فرما کر خود مجاہدوں کو مختلف حصوں میں بانٹا۔ موقع محل کے پیش نظر اہم جگہوں کا تعین کیا۔ غزوہ بدر میں حق و باطل کی پہلی ٹکر تھی۔ حکم الٰہی سے کفار کی طرف کنکریاں پھینکیں۔ جنگِ اُحد میں دانت مبارک شہید ہوئے۔ چہرہ مبارک

Marfat.com

زخمی ہوا۔ سر اقدس پر پہنی ہوئی خود رخسار مبارک میں چبھ گئی۔ غزوۂ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شانہ بشانہ خندق کھودی۔ عددی قلت ضرور تھی۔ لیکن جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اتنی تعداد موجود تھی۔ اُن میں اتنا جوش و جذبہ تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ بھی نہ کرتے تو کام چل سکتا تھا۔ دستِ غیب مدد دے سکتا تھا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ جہاد کی اہمیت اور ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُمت کے لئے عملی نمونہ دے دیا۔ رہتی دنیا تک مثال قائم فرما دی۔

جہاد کی حد کہاں تک ہے خصوصاً جہاد

جہاد کا دائرہ عمل اور آخری حد:- کفار اور منافقین سلسلے میں، لڑائی کس وقت تک جاری رکھی جائے اور کب اِس سے ہاتھ روک لیا جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط

اور ان سے یہاں تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا دین ہو جائے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ہ (پ۲-البقرہ - ع)

پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہ کریں۔ (البقرہ ۱۹۳)

اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح حد مقرر کر دی اور اِس کا تعین ہم پر چھوڑ دیا۔ لڑائی جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ فتنہ و فساد کی صورت میں زندگی کا کوئی شعبہ پھل پھول نہیں سکتا۔ معاشرے کو امن و سکون مہیا نہیں ہوتا۔ فضا غیر متزلزل اور بے یقینی کا شکار رہتی ہے۔ انسان پس و پیش میں رہتا ہے۔ ملک و ملت کی ترقی اور اسلام کی اشاعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ امن و امان بحال کیا جائے۔ لوگوں کے ذہن سے عدم تحفظ کا خاتمہ کیا جائے تاکہ وہ دوسرے سماجی اور معاشرتی معاملات میں یکسوئی سے کام کر سکیں چنانچہ حکم ہے۔ مجاہد اُس وقت تک سربکف رہے جب تک دشمن کی طرف سے خطرہ مکمل طور پر ختم نہیں ہو جاتا وہ اسلام لے آئے یا مطیع ہو جائے یا کسی شرط پہ صلح کر لے اور نہیں یقین ہو جائے کہ دشمن پھر سر نہیں اُٹھائے گا۔

Marfat.com

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دشمن بعض اوقات دباؤ سے بچنے کے لئے عارضی صلح کی کوشش کرتا ہے تاکہ اُسے وقت مل جائے تیاری کر سکے۔ اپنی خامیوں کو دُور کر سکے۔ دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا سکے۔ یہ دیکھنا اربابِ اختیار کا کام ہے سراغ رساں محکموں کی ذمہ داری ہے کہ دُشمن کی نیت کیا ہے اُن کی پیش کش وقتی ہے یا حقیقت پر مبنی ہے۔ مستقبل میں دشمن کو اِس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ہمیں کیا نقصان متوقع ہے۔ حالات کی تہہ تک چھان بین ضروری ہے پھر اگر وہ باز آجائیں لڑائی سے دست بردار ہوجائیں صلح کرنا چاہیں۔ مطیع ہوکر رہنا پسند کریں تو اِن پر زیادتی نہ کرو اُن کو قتل نہ کرو۔ دین کے معاملے میں اِن پر جبر نہ کرو "لا اکراہ فی الدین" یہ اُن کی مرضی ہے کہ وہ اسلام قبول کریں یا اپنے سابق دین پر قائم رہیں جو ظالم ہے مخالفت پر کمربستہ ہے باز نہیں آتا اُس کی سزا تلوار کا فیصلہ ہے۔

تیغ بہرِ عزّت دین است و بس — مقصد اُو حفظِ آئین است و بس

پاکستان میں لڑائی کی حد:-

بانئ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان کے بعد مختلف مقامات پر پاکستانی افواج سے خطاب کرتے ہوئے ملکی دفاع پر زور دیا اِسکی قدروقیمت سے آگاہ کیا۔ چنانچہ مختلف مواقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

۱:- اپنے آپ کو وطن کے دفاع کے لئے تیار کیجئے۔ ہمارے سامنے دو بڑے مسئلے ہیں۔ ملک کی اندرونی مضبوطی اور بیرونی حملے کی روک تھام۔ ہمیں اپنے وطنِ عزیز اور محبوب نظریوں کی حفاظت کے لئے جنگ کرنی ہے۔

بابائے قوم کی دوررس نگاہوں نے آنے والے حالات کو بھانپ لیا تھا۔ ایک ایسی قوم جس سے آپ نے طویل سیاسی جنگ لڑی تھی اُس کی ذہنیت سے بخوبی آگاہ تھے اور اور شاید اس خطرے کے پیشِ نظر فرمایا۔

" اگر کبھی وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لئے آپ کو جنگ لڑنی پڑے تو آپ کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں۔ پہاڑوں، جنگلوں، میدانوں میں اور دریاؤں میں جنگ

Marfat.com

جاری رکھو۔ فتح انشا اللہ آپ کے قدم چومے گی۔

قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

خدائے عظیم و برتر کی قسم:۔ جب تک ہمارے دشمن ہمیں اُٹھا کر بحیرہ عرب میں نہ پھینک دیں ہم ہار نہیں مانیں گے۔ پاکستان کی حفاظت کے لیے میں تنہا لڑوں گا۔ اس وقت تک لڑوں گا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت ہے اور میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔ مجھے آپ سے کہنا ہے کہ اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ لڑنی پڑے تو آپ کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں، جنگلوں، میدانوں اور دریاؤں تک جنگ جاری رکھیں۔ مختصر یہ ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں دشمن کے ناپاک قدم اس پاک سرزمین کو مس نہ کریں اُسے سرحدوں سے باہر ہی نیست و نابود کر دیا جائے۔ اللہ توفیق دے۔ آمین!

اب سلسلہ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قولی، مالی، جانی اور عملی جہاد کے کچھ نمونے ہمارے سامنے ہوں تاکہ اس اہم فریضہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

Marfat.com

حُلیہ مبارک

اُمّ معبد رضی اللہ عنہا جن سے سفرِ ہجرت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا واسطہ پڑا تھا، اپنے شوہر کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا حُلیہ مبارک اس طرح بیان فرماتی ہیں۔

" پاکیزہ رُو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خُو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کی کمی و بیشی الفاظ سے معرّا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد و پیش رہتے ہیں جب وہ کچھ کہتے ہیں تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم مطاع نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو "

Marfat.com

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

حکم ربانی: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس کام اور تا قیامت رہنے والے مشن کی ابتدا "اقرا باسم ربک الذی خلق" سے ہوئی۔ پھر کچھ عرصہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے تیاری میں مصروف رکھا اپنی عبادت میں مشغول رکھا۔ اپنے قرب سے نوازا۔ علم و حکمت عطا کی۔ اور پھر حکم دیا خلق کو میری توحید کی دعوت دو چنانچہ سورہ مدثر میں ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۙ (پ مدثر ع)

اے بالا پوش (کملی) اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔

(اعلیحضرت بریلوی رح)

آیت بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کوہ حرا پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی۔ یا محمد اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا اوپر دیکھا ایک شخص آسمان اور زمین کے درمیان بیٹھا ہے (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) یہ دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہوا اور میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے بالا پوش اوڑھا دو۔ انہوں نے اوڑھا دیا تو جبرئیل آئے انہوں نے کہا اے بالا پوش اوڑھنے والے خواب سے بیدار ہو۔ اپنی قوم کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دو اور ایمان نہ لانے پر اُن کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔ یہ حکم نازل ہونے کے بعد آپ نے خفیہ طور پر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور توحید کی طرف بلایا

Marfat.com

خفیہ دعوت اسلام:۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیہ کریمہ نازل ہونے کے بعد آپ نے تبلیغ شروع کی۔ فی الحال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم نہیں تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چپکے چپکے دعوت اسلام دیتے رہے۔ اپنے عزیز و اقارب سے رشتہ داروں سے اسلام لانے کو کہا۔ یہ سلسلہ تین سال تک چلتا رہا۔ اس عرصے میں جو لوگ اسلام لائے وہ چھپ کر گھر میں یا کسی پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ بعض مشرکوں کو سعد بن ابی وقاص کے متعلق نماز کی اطلاع مل گئی۔ سعد چند مسلمانوں کے ہمراہ گھاٹیوں میں نماز پڑھتے تھے۔ مشرکوں نے آپ کو اس نماز پڑھنے پر طعنہ دیا۔ چنانچہ آپ سے مشرکوں کی لڑائی ہوگئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک آدمی کو مارا اور اس کے سر کو زخمی کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی راہ میں بہایا گیا۔ یہ حال دیکھ کر رسول کریم اور آپ کے صحابہ کرام نے دار ارقم میں نماز پڑھی اور عبادت بجالانا شروع کی۔ دار ارقم کوہ صفا کے دامن میں تھا۔ اس دوران جو حضرات اسلام لائے ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لائیں۔ بچوں میں حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں زیدؓ بن حارث پہلے اسلام لائے۔ علاوہ ازیں حضرت عثمانؓ بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، طلحہؓ بن عبداللہ، ابو عبیدہؓ الجراح، ابو سلمہؓ، عبداللہ بن عبدالاسد، عثمان بن مطعون اور آپ کے دونوں بھائی قدامہ اور عبداللہ عبیدہ بن الحارث سعید بن زید، فاطمہ بنت الخطاب، اسماء بنت ابی بکر، عائشہ بنت ابی بکر، خباب ابن الارث، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود ابن قاری، سلیط بن عمر، حاطب بن عمر، عیاش بن ابی ربیعہ، اسماء بنت سلام، خنیس بن حذافہ، عامر بن ربیعہ، عبداللہ ابن جحش، جعفر ابن ابی طالب، اسماء بنت عمیس حاطب بن الحارث، رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ تھے۔

یہ سلسلہ جاری تھا۔ مالک ارض و سما نے حکم دیا اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری توحید کا برملا اعلان کریں۔ کھلم کھلا دعوت حق دیں۔ دشمنان دین سے

Marfat.com

سے خوف نہ کھایئے میں تمہارا حامی و ناصر ہوں۔ دین اسلام کا پروان چڑھنا اس کا پھل پھول لانا اس کی حفاظت کرنا یہ میرا کام ہے۔ دشمنانِ دین کو اور سرکشوں کو مٹانا یہ میرا کام ہے۔ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ، میری تدبیر سب سے اچھی ہے میں ہی غالب اور حکمت والا ہوں۔

اعلانیہ تبلیغ اسلام:۔ منزل جس قدر بلند ہو۔ اُسے حاصل کرنے کے لیے مراحل ویسے ہی کٹھن اور راستہ دشوار گزار ہوگا۔ انعام جس قدر قیمتی اور انمول ہوگا۔ امتحان اتنا ہی سخت ہوگا۔ آپ کا لقب صادق اور امین تھا زمانہ پاکبازی و پاکدامنی کا قائل تھا۔ لیکن جب دعوت حق دی۔ ایک اللہ کی طرف بلایا آزمائش کی گھڑی آئی تو اعداءِ دین کی نگاہوں سے صداقت و امانت اور پاک دامنی سب اوجھل ہوگئے اور یہ کہہ دیا اللہ تعالیٰ کو تمہارے علاوہ اور کوئی متمول آدمی نہ ملا جسے پیغمبری عطا کرتا۔

اعلانیہ دعوت اسلام کا حکم:۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۔
امر الٰہی کو آپ ظاہر کریں اور مشرکین سے بے پرواہ ہو جائیں یعنی آپ مشرکین کی مخالفت، ان کی ملامت اور مخاصمت کا خیال نہ کریں، کوئی لحاظ نہ کریں اور پھر مزید ارشاد ہے۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o

اے نبی تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے ڈراؤ) اور جو مومن تمہارے پیرو ہوں ان کے سامنے اپنا بازو جھکا دو۔ اس واضح حکم ربی کے بعد آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ کر اعلان حق فرمایا۔

کوہِ صفا اور اعلانِ حق:۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے وہاں سے پکارا "یامعشر القریش" اے گروہ قریش تمام لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوہ

Marfat.com

صفا پر پکار رہا ہے۔ چلو سنیں وہ کیا کہتا ہے۔ سب جمع ہو گئے اور کہنے لگے کیا بات ہے آپ نے فرمایا اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکرِ جرار ہے تو کیا آپ میری تصدیق کرو گے۔ سب نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا سنو! میں تم کو اس ہولناک طوفان عذاب سے ڈراتا ہوں۔ (جو آنے والا ہے) اے عبدالمطلب کے بیٹو۔ اے نسلِ عبد مناف! اے خاندان زہرہ کے لوگو! اسی طرح آپ نے قریش کی تمام شاخوں کو گنا اور فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤں، یاد رکھو کہ تم کو نہ تو دنیا سے کوئی فائدہ دے سکتا ہوں اور نہ آخرت میں کوئی حصہ مگر یہ کہ تم کہو۔

لا اِلٰہَ الّا اللّٰہُ

ابولہب نے یہ سن کر فوراً کہا (تبًا لکَ) "مرو تم" کیا اسی لیے تم نے ہمیں بلایا تھا۔ اس کے بعد کفارِ مکہ اور بالخصوص ابوجہل اور ابولہب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ ابولہب کا یہ حال تھا کہ جب کوئی آپ کی بابت سوال کرتا تو یہی کہتا ارے محمدؐ وہ (معاذ اللہ) دیوانہ ہے اور پاگل ہے تاکہ لوگ ملاقات کرنے سے پہلے ہی بددل ہو جائیں۔

طارق المحاربی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ وہ بازاروں میں کہتے ہوئے جا رہے ہیں۔ لا اِلٰہ الا اللّٰہ کہو فلاح پاؤ گے لا اِلٰہ الا اللّٰہ کہو فلاح پاؤ گے۔ ان کے پیچھے ایک شخص چلا آ رہا تھا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتھر مار رہا تھا جس سے آپ کے جسم مبارک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ شخص کہتا جاتا تھا اس کی پیروی نہ کرنا یہ جھوٹا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے ایک شخص نے کہا یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اور ان کے پیچھے آپؐ کا چچا ابولہب ہے۔ ابولہب کی بیوی اُمِ جمیل آپ سے شدید بغض و عداوت رکھتی تھی آپ کی راہ میں کانٹے بچھاتی تھی باوجود امیر گھرانے کی ہونے کے لکڑیوں کا گٹھا خود سر پر اٹھا کر لاتی اور کانٹے حضور پاک اور صحابہؓ کے راستے میں ڈال دیتی۔

<u>حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مشکلات</u>:- ایک بھولی بھٹکی قوم جو غرور د

Marfat.com

نخوت سے مخمور ہوا پنے کو ارفع و اعلیٰ جانتی ہو۔ اپنی فصاحت و بلاغت اور علم پر ناز رکھتی ہو۔ اُن کو یہ کہنا کہ تمہارا دین باطل ہے تم نے شرک اور بت پرستی کی راہ پکڑ رکھی ہے۔ یہ سب بے کار اور بے فائدہ ہیں۔ تم جن سے نجات وابستہ سمجھتے ہو یہ تمہیں عذاب میں گرفتار کروا دیں گے۔ جہنم کا ایندھن بنا دیں گے۔ ان کی سخت دشمنی مول لینا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خداؤں (بتوں) کو عیب لگانا شروع کیا اور یہ فرمایا کہ تمہارے اباؤ اجداد حالت کفر پر مرے ہیں وہ راست دین پر نہ تھے۔ اس سے کفار میں نفرت اور دشمنی بڑھی۔ مذہب کسی بھی قوم کی دکھتی ہوئی رگ ہے۔ اسے ذرا سا چھیڑو فوراً ایک جذباتی کیفیت اُمڈ آئے گی۔ منٹوں میں خون خرابہ ہو جائے گا۔ لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو جائیں گے۔ ہم سب مسلمان ہیں مختلف فرقے اور عقائد ہیں۔ کسی کو کہیں کہ تم یہ ہو اور وہ ہو۔ جھٹ سے سر پھاڑ دے گا۔ مرہم پٹی کے لئے بھاگ دوڑ ہو گی۔ کوئی پانی لائے گا۔ تھوڑا سامنہ ڈالو ابھی دم باقی ہے جلدی کرو ہسپتال پہنچاؤ۔ طبی امداد دو کوئی دعا کرتا ہے اللہ رحم کرے آرام آجائے صحت نصیب ہو ہوں آگیا بڑا عالم اور رہبر تمہیں کسی نے سمجھایا نہیں آئندہ کسی سے ہوش سے بات کرے گا۔ مبالغہ نہیں قریب قریب ایسا ہی منظر ہو گا چہ جائیکہ پوری قوم کو کہنا کہ تم گمراہ ہو۔ اِس سے بڑا جان جوکھوں کا کام اور کیا ہے۔ اس سے بڑا جہاد اور کیا ہے۔

کفار نے انفرادی اور اجتماعی طور پر آپ کو بے پناہ تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک نے دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بزعم خویش اپنے دین (باطل) کی حفاظت کے لیے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے قدم رکھا۔ لیکن حق حق ہے اور باطل، باطل حق باطل کو مٹانے کے لئے آتا ہے نہ کہ خود مٹنے کے لئے کیا خوب فرمایا ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے   نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ نامی ایک شخص نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر اینٹھا کہ آپ کا دم رکنے لگا آپ جس راستے سے گزرتے تھے وہاں کانٹے بچھا دیئے جاتے ایک اور مرتبہ صحنِ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پشت پر

Marfat.com

اُونٹ کی اُوجھڑی ڈال دی۔ اس سب کچھ کے باوجود آپ نے تبلیغ جاری رکھی۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی لہذا کفار نے اپنا آخری زور مارا اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے لین دین خرید و فروخت بند کر دی۔

مقاطعہ:- اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے اور خصوصاً حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے اور کعبہ معظمہ میں نماز پڑھنے سے قریش کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے مشورہ کر کے مسلمانوں سے میل ملاپ۔ شادی بیاہ اور لین دین ترک کر دیا۔ اشیائے خورد و نوش ان تک پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ ابو طالب اپنے تمام قبیلہ کے ساتھ مکہ کے ایک پہاڑی درے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس کا نام شعیب ابی طالب ہے۔ ابو طالب کے قبیلے کے علاوہ باقی مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے گئے جو کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو گیا۔ تین سال تک اِن لوگوں نے بہت اذیتیں برداشت کیں۔ درختوں کے پتے کھانے تک نوبت آئی۔ بالآخر بنو ہاشم کے جو رشتہ دار مکہ میں تھے انہیں مسلمانوں کی تکلیفوں کا احساس ہوا اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ اِس ظالمانہ عہد نامہ کو منسوخ کیا جائے۔ اُدھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اِس عہد نامہ میں جہاں جہاں اللہ کا لفظ ہے۔ بس وہی باقی رہ گیا ہے۔ باقی ساری تحریر کو کیڑے کھا گئے ہیں یہ سُن کر ابو طالب مکہ تشریف لے گئے اور قریش کو کہا کہ مجھ کو میرے بھتیجے نے یہ اطلاع دی ہے اگر یہ صحیح ہے تو مقاطعہ ختم ہو جانا چاہیئے۔ کعبہ میں جا کر دیکھا تو واقعی وہ اطلاع صحیح نکلی۔ چنانچہ اُسی وقت مقاطعہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

مذکورہ قصہ سے معلوم ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امور غیب پر مطلع تھے۔ چنانچہ حضورِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں تم سے بہ قسم پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے کبھی تبلیغ حق میں کوئی کوتاہی کی ہے اگر کی ہے تو تم مجھے بتا دو۔ لوگوں کا خیال ہے کہ سورج اور چاند کو جو گہن لگتا ہے اور یہ جو تارے ٹوٹتے ہیں یہ کسی بڑے آدمی کی موت کی علامت ہے۔ ایسا نہیں۔ بلکہ یہ کسوف و خسوف اللہ کی

Marfat.com

نشانیاں ہیں جن سے اُس کے نیک بندے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔

اور خدا کی قسم مجھے وہ تمام چیزیں دکھا دی گئی ہیں جو تمہیں پیش آنے والی ہیں۔ سُنو قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک تیس ۳۰ جھوٹے نبی ظاہر نہ ہو لیں۔ ان میں آخری کذاب نبی کانا دجال ہوگا۔ جس کی بائیں آنکھ ابو تحیہ (انصاری صحابی) کی طرح چوپٹ ہوگی۔ وہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہوا نکلے گا جو اُس کا مرید ہوا اور اُس کی پیروی کی اللہ اُس کے پچھلے اعمال صالحہ قلم زد کر دے گا اور جس نے اُس کی تکذیب کی تردید کی اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ وہ سرزمین حرم اور بیت المقدس کے سوا ہر زمین پر قابض ہو جائے گا۔ وہ بیت المقدس میں مومنین کو مقید کرے گا۔ اِن پر شدید مظالم توڑے گا۔ پھر خدا اُس کو اور اُس کے لشکر کو تباہ کر دے گا۔

اُس وقت ہر در و دیوار سے یہ آواز آئے گی کہ اے مسلمان دیکھو یہاں ایک یہودی (کافر) چھپا ہوا ہے۔ ہاں ہاں جلدی کرو اور اِسے قتل کر دو اور ظہور دجال سے پہلے عظیم حادثے ہوں گے۔ جن کے متعلق لوگ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اِن کے متعلق کچھ کہا تھا۔ یہ طوفانی حوادث کوہ شکوہ اور لوگوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیں گے پھر اس دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ (نہج الفصاحت)

بعثت کے بعد نو برس تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مکہ

طائف کا سفر:- میں اسلام کی دعوت دیتے رہے ایک مختصر سی جماعت اسلام لائی۔ کفار مکہ مذاق اڑاتے تھے۔ تکلیفیں دیتے تھے آپ کے چچا ابو طالب کے وصال کے بعد کفار نے اور زیادہ ستانا شروع کر دیا آپ نے اِس خیال سے طائف کا سفر اختیار کیا کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی کافی تعداد ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو مسلمانوں کو تکلیفوں سے نجات مل جائے گی۔ دین کی اشاعت میں مدد ملے گی۔ چنانچہ نبوت کے دسویں سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم زید بن حارثہ کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر تین بڑے سرداروں سے گفتگو فرمائی۔ دین اِسلام کی دعوت دی۔ اللہ کے رسول کی مدد کے لئے کہا قبیلہ ثقیف کے سرداروں

Marfat.com

نے بڑی بے مروتی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ عرب کے دستور کے مطابق مہمان نوازی کے آداب بھی ملحوظ نہ رکھے۔ بے رُخی اور بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ سرداروں میں سے ایک نے دعوتِ اسلام کا یوں جواب دیا۔ "کیا اللہ کو آپؐ کے علاوہ کوئی اور نہیں ملتا تھا جس کو وہ بھیجتا" دوسرا نے کہا میں آپؐ سے بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ (جیسا کہ آپؐ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے) تو آپ کی ذات اِس سے بلند ہے کہ میں آپ کے کلام کی تردید کروں اور اگر آپ نے اللہ پر بہتان باندھا ہے (خدا کے رسول نہیں) تو مجھے آپؐ سے کلام کرنا نہ چاہیئے۔

پھر ان لوگوں نے طائف کے جاہلوں کو اور اپنے غلاموں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اُبھارا۔ انہوں نے آپ کو گالیاں دیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر خشت باری کی۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دیوار میں پناہ دی اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پائے اقدس سے خون بہہ رہا تھا آپ کے دونوں پاپوش خون سے بھر گئے خون جم جانے سے جوتے قدموں سے چمٹ گئے جنہیں خادم نے بڑی مشکل سے اُتارا جب وہ لوگ منتشر ہو گئے اور تھوڑا سکون ملا تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا: یا الٰہی میں اپنی ناتوانی بے چارگی اور بے کسی کی تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں اے خدا۔ اے رحم کرنے والے اے کمزوروں کے پروردگار! تو میرا رب ہے۔ پھر کس کے سپرد تو مجھے کرے گا، کسی ایسے کے ساتھ جو مجھ سے ترش روئی کے ساتھ پیش آئے یا کسی دشمن کے حوالے کرے گا جو میرے امر پر غالب آ جائے اگر تو مجھ پر غضب ناک نہیں تو مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں۔ تیری رحمت اور عافیت تو وسیع ہے میں تیرے اِس نورِ جلال و جمال کے ذریعے سے جس سے ظلمتیں منور ہو گئیں اور دنیا و آخرت کے امور درست ہو گئے۔ اِس بات سے کہ کہیں تیرا غضب مجھ پر نازل نہ ہو جائے اور تو مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ اِس وقت تک پناہ مانگتا رہوں گا جب تک تو راضی نہ ہو جائے گا۔ خداوندِ عزّ و جلّ تیرے سوا کوئی بھی قوت و اطاعت کا مرکز نہیں"

Marfat.com

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف دیکھ کر اللہ رب العزت کی قہاری جوش میں آئی۔ حضرت جبرئیلؑ کو بھیجا۔ حضرت جبرئیلؑ نے آکر سلام عرض کیا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور کی اور ان کی گفتگو سُنی ہے اُن کے جواب سُنے ہیں اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اسکے بعد اُس فرشتے نے سلام عرض کیا اور عرض کیا جو ارشاد ہو میں تعمیل کر دوں۔ اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے سب درمیان میں کچل جائیں یا جو سزا آپ تجویز فرمائیں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہ ہوئے تو ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی پرستش کریں گے اور اس کی عبادت کریں گے۔

اس کے بعد آپ نے ایک قاصد کے ذریعے کہلا بھیجا مکہ میں تین اشخاص اخنس، سہیل بن عمرو اور مطعم بن عدی کے پاس جاؤ اور کہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہے کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو؟ یہاں تک کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا دوں۔ ان سے مطعم راضی ہو گئے۔ اس کی پناہ پر باقی قریش بھی راضی ہو گئے پھر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔

ہجرتِ مدینہ:- مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو سخت تنگ کیا تو آپ نے بحکم الٰہی انہیں مدینہ شریف کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور آپ مکہ میں انتظار فرماتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں ہی ٹھہرائے رکھا۔ جب مسلمان ہجرت کر گئے تو آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سامان سفر کے لئے آگاہ کیا اس وقت کفار نے آپ کو اکٹھے مل کر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس منصوبے کے تحت گھر کا محاصرہ کر لیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا۔ اپنے بستر مبارک پر سلایا اور فرمایا کہ لوگوں کی امانتیں لوٹا کر مدینہ پہنچ جائیں۔ کفار گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف ایک مٹھی بھر خاک ڈالی اور فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ہ پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ وہ لوگ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ آپ کی جگہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا زدوکوب بھی کیا لیکن آپ نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ آپ

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے وہاں سے ان کے ہمراہ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر غار ثور میں تین دن قیام فرما کر عازم مدینہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یکم ربیع الاول ۶۲۲ء کو مکہ سے روانہ ہوئے ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ شریف پہنچے۔

اہل مدینہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چشم براہ تھے

اہل مدینہ کا استقبال:۔ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی کا علم ہو چکا تھا لوگ شوق دید سے سرشار شہر سے نکل کر ہر روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہ دیکھتے اور شام کو مایوس لوٹ جاتے ایک شام جب کہ وہ مایوسی کے عالم میں واپس آچکے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قافلہ نظر آیا سارا شہر تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ لوگ فرط مسرت سے بے خود ہو کر باہر نکل آئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں مقیم ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی امانتیں لوٹا کر یہاں پہنچ کر آپ سے مل گئے۔ یہاں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہ اسلام کی سب سے اولین مسجد تھی۔ قبا میں چودہ دن قیام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہر میں داخل ہوئے۔ عقیدت مند راستے کے دونوں طرف صفیں بنائے کھڑے تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سواری قریب پہنچی تو جوش و خروش اس قدر بڑھا کہ خاتونان مدینہ منورہ نے چھتوں پر چڑھ کر یہ اشعار گانے شروع کئے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا   مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا   مَا دَعیٰ لِلّٰہِ دَاعِ
اَیُّہَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا   جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

وداع کی گھاٹی سے چاند طلوع ہوا ہے۔ جب تک ایک دعا مانگنے والا بھی موجود ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں کہ اس کی طرف بلانے کے لئے ہم پر کیا اچھا دین نازل ہوا ہے۔ اے ہماری طرف بھیجے گئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے۔

Marfat.com

اہلِ مدینہ میں سے ہر کوئی شرفِ میزبانی کا ملتجی تھا۔ ہر کوئی اپنے ہاں تشریف آوری کی گزارش کرتا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میری ناقہ اللہ تعالیٰ کی محکوم ہے اِسے نہ روکو جہاں اللہ کا حکم ہوگا یہ خود بیٹھ جائے گی۔ جس کے دروازے سے ناقہ آگے گزر جاتی اُس کی تمنا یاس میں ڈوب جاتی آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ایوب انصاری پر اپنا فضل کیا۔ ناقہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ میزبانی کا شرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوا۔ مسجد نبوی اور ازواجِ مطہرات کے لئے کمرے تعمیر ہونے تک آپ وہاں قیام فرما رہے۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دفاعی حکمتِ عملی:۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آرام کی زندگی نصیب ہوئی۔ تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اہلِ مکہ کو یہ بھی ناگوار گزرا۔ بیرونی طور پر اہلِ مکہ اور اندرونی طور پر منافقین سے خدشہ تھا۔ آپ نے یہودیوں سے معاہدہ کیا جس کا اہم پہلو یہ تھا کہ سب کو مذہبی آزادی ہوگی۔ دوستانہ تعلقات ہوں گے۔ لڑائی کی صورت میں ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ مدینہ شریف پر حملہ کی صورت میں دونوں فریق مل کر مدافعت کریں گے جھگڑوں اور اختلافات کی صورت میں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ثالث ہوں گے۔

کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ کی سازش:۔ کفارِ مکہ کا غصہ برابر خطرناک ہوتا جا رہا تھا انہوں نے یہود اور منافقین مدینہ سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ مرکزِ اسلام کو مسلسل خطرہ تھا۔ اِن حالات میں آپ پر ایک کمانڈر کی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ جن کی انجام دہی آپ نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں اِس خوبی، کمالِ فن اور حکمتِ کاملہ کے ساتھ فرمائی کہ آج بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ اور آزمودہ کار جرنیل رہنمائی کے لئے اِس کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہیں۔

حفاظتی دستوں کے مقاصد:۔ ۱:۔ آپ نے ہجرت کے چند ماہ بعد ملحقہ علاقوں میں فوجی دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔ تاکہ کفارِ مکہ کی نقل و حرکت کا اندازہ ہو سکے اور ساتھ ساتھ مدینہ شریف کی سرحدوں کی حفاظت بھی ہو سکے۔ اس سے

Marfat.com

یہ بھی مقصود تھا کہ قریش مکہ اور دیگر قبائل کو یہ نئی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔ کہ اب مسلمان ایک طاقت کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ان کا ایک باقاعدہ نظامِ حکومت ہے۔

۲:۔ مسلم مجاہدین آس پاس کے علاقوں۔ اس کی بستیوں، اور نشیب و فراز سے آگاہ ہو سکیں۔ انہیں پانی کے چشموں کا علم ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ جنگی مقاصد کے لئے علاقے کی ریکی تھی۔

۳:۔ ان کو کمان کرنے اور کمان میں رہ کر فرائض ادا کرنے کا شعور حاصل ہو۔ باہم مل جل کر کام کرنے اور جنگی تدبیروں کا علم ہو۔ وقت اور حالات کے مطابق فیصلے کرنے میں مہارت حاصل ہو۔ جنگ میں حالات کے تحت درست فیصلہ کرنا یہ سب سے اہم کام ہے۔ کمانڈر کی ذہانت اور جنگی اہلیت کا صحیح اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔

۴:۔ قریش مکہ کا تمام کا تجارتی راستہ مدینہ شریف کے قریب سے گزرتا تھا۔ اہل مکہ کی معاشی حالت میں یہ اہم حیثیت رکھتا تھا۔ آپ اس سے بخوبی آگاہ تھے اس کی سیاسی اور جغرافیائی اہمیت کے پیشِ نظر آپ نے فوجی دستے اس طرف بھی روانہ کیے۔ جس کا مقصد ایک تو اہلِ مکہ کو خوف دلانا تھا۔ اور دوسرے یہ باور کرانا تھا کہ تمہاری معاشی شہ رگ اہل مدینہ کے پنجے میں ہے۔ تمہاری کارستانیوں کے خلاف اسے انتقامی کارروائی میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ان دستوں کی روانگی کا مقصد یہ تھا کہ مجاہدوں کو منظم جنگی کارروائی کی مشق ہو۔ پھر عرب اپنے دستور کے مطابق اپنے قبیلہ کے سردار کے علاوہ دوسرے کسی کے ماتحت لڑنے کے عادی نہیں تھے اس لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ ایک مرکزی کمانڈر کے ماتحت ایک مشین کے کل پرزوں کی طرح کام کرنے کے عادی ہو جائیں۔

شعبہ خبر رسانی:۔ حالات سے آگاہ رہنے کے لئے آپ نے خبر رسانی کا ایک مضبوط اور مؤثر نظام ترتیب دیا۔ جس کی وجہ سے آپ مکہ اور گرد و پیش کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے۔ پھر مرکز (مدینہ شریف) کی حفاظت کے لئے پہرہ دار مقرر کیے۔

Marfat.com

دستوں کی روانگی:- ۱:- ۱ھ رمضان المبارک میں ۳۰ آدمیوں کا ایک دستہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں سیف البحر کی جانب روانہ کیا۔ اِس کا مقصد دشمن کی نقل وحرکت کا جائزہ لینا تھا۔ ابوجہل تین آدمیوں کے ساتھ مکہ سے نکلا تھا لیکن مسلمانوں کو چوکنا پاکر پلٹ گیا۔

۲:- ۱ھ شوال میں ۶۰ مجاہدوں کا ایک دستہ عبیدہ بن حارث کی کمان میں اہل مکہ کے فوجی حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا۔ دشمن کے دوسو آدمی عکرمہ کی سرکردگی میں ایک جگہ پائے گئے۔ یہ دستہ گشت لگاکر بحفاظت واپس آگیا۔

۳:- ذیقعد ۱ھ میں ۸۰ مجاہدوں کا ایک گروپ سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں حجفہ تک گیا۔ یہ دستہ بغیر کسی واقعہ پیش آئے واپس آگیا۔

۴:- ۲ھ ماہ صفر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود ۷۰ مجاہد لے کر ابوا کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ اِسی علاقہ سے قریش کی تجارتی شاہراہ گزرتی تھی۔

۵:- ۲ھ ربیع الاول میں پھر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۰۰ مجاہدوں کے ہمراہ رضوی پہاڑ کی جانب اقدام کیا۔ راستہ میں اُمیہّ بن خلف کی سرکردگی میں سو افراد پر مشتمل قریش کا قافلہ ملا۔ مگر کسی قسم کا معرکہ پیش نہ آیا۔

۶:- ۲ھ ربیع الاول میں کرز بن جابر نے مدینہ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ اطلاع ملتے ہی حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ۷۰ آدمیوں کا ایک دستہ ساتھ لے کر تعاقب کیا۔ لیکن یہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر اِس تعاقب سے مفید اثر ضرور پڑا اور قریش مکہ کو معلوم ہوگیا۔ کہ اہل مدینہ پوری طرح ہوشیار ہیں۔

۷:- ۲ھ جمادی الآخر کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۵۰ افراد کا ایک جیش لے کر مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبوع میں تشریف لے گئے اور وہاں بنی مدلج اور بنی ضمرہ سے دوستی کا معاہدہ کیا۔

۸:- ۲ھ رجب میں ۱۲ افراد کا دستہ عبداللہ بن جحش کی قیادت میں روانہ کیا۔ یہ دیکھ بھال کی غرض سے وادی نخلہ کی طرف روانہ کئے گئے۔ وہاں پہنچ کر قریش کے ایک قافلہ

Marfat.com

سے سامنا ہوگیا۔ لڑائی کی نوبت آئی۔ اس میں قریش کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا میں نے تمہیں لڑنے تو نہیں بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قیدیوں میں ایک مسلمان ہوگیا اور دوسرا فدیہ دے کر رہا ہوگیا۔

ان واقعات اور مہموں نے اہلِ مکہ پر یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان ایک ابھرتی ہوئی قوت ہیں اور یہ بوقت ضرورت اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ مسلمان جب بھی چاہیں اپنے حلیف قبائل کی مدد سے ان کی تجارتی شاہراہیں بند کر سکتے ہیں۔ یہ تھیں وہ دفاعی تدبیریں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے فوراً بعد اپنائیں۔ اسلام کے دفاع کے لئے شب و روز کی محنت اور اس طرح آہستہ آہستہ قریش اور اُن کے حلیفوں کو بے بس کر دیا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دورانِ جنگ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر نڈر تھے کہ اکثر لڑائیوں میں دشمن کے سب سے زیادہ قریب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوتے تھے۔ حالانکہ سپہ سالار پیچھے رہتا ہے۔ کیونکہ آگے رہنے کی صورت میں وہ زخمی یا شہید ہو جائے تو ساری فوج کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ دشمن کی فوج کی اطلاعات حاصل کرنے کے لئے مخبر روانہ فرماتے اور جنگی قیدیوں سے بھی معلومات حاصل کرتے۔

غزوۂ بدر: غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ اس سے صفیں درست فرمائیں۔ حالانکہ اس وقت تک عرب میں جنگ میں صف بندی کا رواج نہ تھا۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کو جہاد پر اُبھارا فرمایا کوئی اپنی جگہ سے بلا حکم حرکت نہ کرے۔ اور اجازت کے بغیر جنگ کا آغاز نہ کرے۔ خود حملہ نہ کرے۔ دشمن پہل کرے تو پھر حملہ کرو اور پھر بے مقصد تیر نہ چلاؤ جب دشمن زد میں آئے تو پھر وار کرو۔ اس کے بعد آپ اپنے عریش مبارک میں گئے اور اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا مانگی جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد:- غزوۂ اُحد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صف آرائی فرمائی۔ اور اہم مقامات کا تعین خود فرمایا۔ کفار کو شکست ہوئی اور وہ دور تک میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹ گئے۔ مسلمانوں نے مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کیا یہ دیکھ کر تیر اندازوں کا دستہ جسے پہاڑی درے پر مقرر کیا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف اپنی جگہ چھوڑ کر اپنے بھائیوں کا ہاتھ بٹانے میں مصروف ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایسا گمان کرنا کہ وہ مال و دولت کے لالچ میں اپنی جگہ چھوڑ گئے مناسب نہیں۔ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مصلحت کو کما حقہ، سمجھنے سے قاصر رہے۔ اِس طرح کم فہمی میں حضور پُر نور کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی۔ جس کی مسلمانوں کو بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی تفصیلی قصہ تعمیل حکم اور ڈسپلن کے ضمن میں آگے آرہا ہے) کفار نے خالد بن ولید کی قیادت میں جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ عقب سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر اور چند ساتھی جو ابھی تک اپنی جگہ ڈٹے ہوئے تھے دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ دشمن کے اچانک حملے سے مسلمان گھیرے میں آگئے۔ لشکر میں افراتفری مچ گئی۔ مسلمانوں کے لئے اپنا دفاع کرنا مشکل ہو گیا۔ مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف چند صحابہ رہ گئے۔ دشمن کے پُرزور حملے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی زخمی ہو گئے۔ عتبہ بن ابی وقاص کے پتھر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دو دندان مبارک شہید ہوئے۔ زرہ کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک میں چبھ گئیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانتوں سے بڑی مشکل سے کھینچ کر نکالیں۔ جانانِ جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِس حالت میں بھی اُف تک نہ کیا۔ بلکہ زبان اقدس پر یہ الفاظ تھے۔

"اے خدا میری قوم کو بخش دے وہ ناواقف ہیں"

غزوۂ خندق:- دشمن کی کثیر تعداد اور وسیع تیاری کے پیشِ نظر دفاعی خندق کھودنی پڑی۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ سامان خورد و نوش

Marfat.com

کی سخت قلت تھی۔ مسلمانوں کو تین دن کا فاقہ تھا۔ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شانہ بشانہ کھدائی میں مصروف تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھوک کی شکایت کی۔ اپنے دامن اُٹھا کر دکھائے کہ ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کُرتہ مبارک اُٹھایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بطن مبارک پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ فرمایا مجھے بھی آپ کی طرح انتہائی بھوک لگی ہوئی ہے۔

اس طرح زندگی کے ہر شعبے میں عمل کر کے ہمارے لئے عمدہ نمونہ پیش کیا۔

Marfat.com

معجزات

رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فتح مکہ سے ایک سال پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے یہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور عمرہ کا احرام باندھا۔ ۰۰ ۱۴ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے اکثر صحابہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جحفہ سے احرام باندھا۔ راستے میں پانی ختم ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا لشکر میں پانی بالکل ختم ہوگیا ہے۔ سوائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آفتابہ کے اس میں تھوڑا سا پانی ہے۔ فرمایا آفتابہ لاؤ۔ آفتابہ خدمت اقدس میں پہنچ گیا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک آفتابہ میں ڈالا۔ انگشت ہائے مبارک سے چشمے جوش مارنے لگے۔ تمام لشکر نے پانی پیا۔ وضو کیے اور مشکیزے بھر لیے کسی نے خوب فرمایا۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا۔

سبحان اللہ۔ کیا مقام ہے۔ زمین سے نہیں مانگا۔ پتھر سے جاری نہیں کیا۔ درخت سے نہیں لیا۔ زمین سے حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی رگڑ سے چاہ زمزم جاری ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا حکم الٰہی سے پتھر پر مارا تو بارہ چشمے جاری ہوگئے کوئی منکر دین متین کہہ سکتا ہے کہ زمین میں پانی تھا۔ اتفاقاً نکل آیا۔ پتھر زمین کا جز ہے۔ اس میں پانی ہو سکتا ہے معاذ اللہ الٹی سیدھی دلیلیں دے سکتا ہے۔ یہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے یہاں باطل کی دلیلیں ختم ہیں۔ ہاتھ کا تو جسدِ اطہر کے علاوہ اور کہیں تعلق نہیں تھا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اقبالؔ

Marfat.com

صحابہ کرامؓ اور ابتدائے اسلام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کی خاطر کیا کچھ کیا۔ کس قدر قربانیاں دیں اور کیا کیا مصائب برداشت کیے اُسے مکمل طور پر ضبط تحریر میں لانا ایک طویل اور مشکل کام ہے اس کے لئے ایک نہیں بے شمار کتابیں درکار ہوں گی۔ عاشقان شمع رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے کارناموں۔ صبر و تحمل کی قوتوں مالی اور رجانی قربانیوں کو دیکھ کر انسان حیرت میں پڑجاتا ہے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ یہ انسان تھے یا فرشتے۔ کونسی ایسی طاقت تھی۔ جس نے ان کی نفسانی خواہشات کو سلب کر لیا تھا۔ دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا۔ بیوی بچوں سے لاپرواہ ہیں جسمانی اذیتیں دیتے دیتے بڑے نامور جری تھک جاتے تھے لیکن مظلوم اُف نہ کرتے۔ ان کے حالات سے فرمودہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مجسم بن کر انسان کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ؎

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا یہ شہادت گہہ اُلفت میں رکھنا ہے

مؤذنِ رسولؐ تپتی ریت پر لیٹ کر اَحَد۔ اَحَد۔ اَحَد کی آواز ہی نکالتے ہیں۔ دنیا کی نعمتوں کا لالچ دیا جاتا ہے۔ موت اور زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے۔ اسلام چھوڑ دو۔ زندہ چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ جو مانگو گے وہ دیں گے۔ اسلام پر قائم رہے تو قتل کر دیا جائے گا۔ جواب میں دنیا ٹھکرا دی جاتی ہے اور موت کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ نورِ اسلام سے ان کے سینے منور ہو چکے ہیں۔ اِن کے دل ایمان کی حلاوت سے لبریز ہو چکے تھے۔ نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا و آخرت کی حقیقت ان پر عیاں کر دی تھی۔ وہ حقیقت حال کو پا چکے تھے۔ بے دین اس کو کہاں سمجھ سکتا ہے ؎

ہائے کم بخت تُو نے پی ہی نہیں لُطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد

جو آگ کے پاس نہ جائے اُسے گرمی کب لگتی ہے۔ جو پانی نہ پیئے اُسکی پیاس کب بجھتی ہے

Marfat.com

اُسے کیسے معلوم ہوگا کہ پانی کھاری ہے، میٹھا ہے یا کڑوا۔ آنکھیں بند کرکے اگر انسان کہے کہ مجھے اردگرد کچھ نظر نہیں آتا تو قصور کس کا ہے؟ انسان کا ہے۔ آنکھ کا نہیں۔ اُسے کھولیں گے تو نظر آئے گا۔ اِس پر سے پردہ ہٹائیں گے تو بات بنے گی اور یہ تب ہی ممکن ہے جب اللہ پر ایمان لائیں اُس کی طرف رجوع کریں۔ مکان کے اندر کیا ہے؟ اِسے معلوم کرنے کے لئے منطقی طور پر مکان کے اندر جانا پڑے گا یا کھڑکیاں اور دروازے کھول کر اندر جھانکنا پڑے گا۔ تب ہی کچھ نظر آسکتا ہے۔ دِل کی آنکھیں اُسی وقت کھلتی ہیں۔ جب دل ایمان سے منور ہوں۔ تو بات کی حقیقت اُس پر عیاں ہو جاتی ہے۔ یہی معاملہ کفار اور مسلمانوں کے درمیان تھا۔ مسلمان حقیقت حال سے آگاہ تھے۔ کفار کے دل اندھے تھے وہ سمجھنے سے قاصر تھے۔ عتاب، پر عتاب کرنے کہ شاید باز آجائیں۔ اُن کا معاملہ یہ تھا۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ه

(پ۱۷ - الحج - ع۱۳)

ترجمہ:۔ تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں

(اعلحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مراد یہ ہے کہ ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی گمراہی کی بدولت حق بات سننے کی استطاعت ہی کھو بیٹھے تھے۔ اِن میں حق بات سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ ایک طرف مومنین شمع رسالت کے پروانے جو۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ۔

(مومن کی فراست سے ڈریں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سے متصف ہے۔ نورِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر کرم نوازی کرتا ہے۔ اِس نعمت لازوال سے نوازتا ہے تو پھر اُن کی آنکھوں کے سامنے دنیاوی پردے حائل نہیں رہتے وہ ایسے حقائق سے آگاہ ہوتے ہیں۔ جن کو عام ذہن اور آنکھ بھانپ نہیں سکتی۔ چہ جائیکہ بے دین پھر اِس سے بھی آگے گزر کر وہ دائرہ "لَا يَحْزَنُوْنَ"، "اُنہیں کوئی غم نہیں"

Marfat.com

میں داخل ہو چکے تھے۔

دوسری طرف کفار جو گمراہیوں کے تاریک پردوں میں گم گشتہ بزعم خویش سچے دین (بُت پرستی) اپنے آبائی دین کی حفاظت میں مصروف تھے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر کیا گذری، معاذ اللہ، اُسے لکھتے، پڑھتے اور سُنتے ہوئے دل دہل جاتا ہے۔ جسم لرزہ براندام ہوتا ہے۔ پاؤں تلے سے زمین نکلنی شروع ہو جاتی ہے۔ وہ کیا ہستیاں تھیں۔ جن پر اس قدر ظلم ڈھائے گئے اور اُن کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی اپنے تو کیا دُشمن بھی سُن کر آبدیدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے حالات، کفار کی سختیاں اور تکالیف دینا۔ مسلمانوں کی اسلام کے لئے جانی اور مالی قربانیوں کا ذکر کیا جائیگا۔ تاکہ مطالعہ کرنے والے حضرات کو عشق و محبت کی مثالیں مل سکیں اور موضوع کے بعض پہلوؤں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ عملی زندگی میں اپنا موازنہ کر کے اِس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

اسلام اور ہجرت

ترکِ وطن ہے سُنتِ محبوبِ الٰہی　　　دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی (اقبالؔ)

محبت کی آزمائش ہوتی ہے۔ کھرے کھوٹے کو پرکھا جاتا ہے۔ اس کے لئے زبانی اقرار ہی کافی نہیں بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی سے کھرے کھوٹے میں تمیز ہو سکتی ہے۔ گھر عزیز و اقارب اور وطن چھوڑنا مال و دولت سے ہاتھ دھونا یہ بڑا ہی مشکل کام ہے یہ وہی جانتا ہے جس پر گزرے۔ جسے اس کا پالا پڑے۔ دوسرا اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کے ہر حال سے آگاہ ہے لیکن ظاہری دنیا میں تمیز کے لئے ایک معیار مقرر کر دیا ہے جس سے حقیقت کھل جاتی ہے۔ چنانچہ جب کفار نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

ہجرت حبشہ:۔ شاہ حبشہ اگرچہ نصرانی تھا۔ فی الحال اسلام نہیں لایا تھا۔ لیکن اُس کے

Marfat.com

رحم دل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ پانچویں برس رجب کے مہینے میں بارہ مردوں اور پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ والوں نے اُن کا پیچھا کیا کہ نہ جا سکیں۔ لیکن یہ لوگ ہاتھ نہ آئے۔ کچھ عرصہ بعد اِن کو وہاں خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ وطن کو لوٹے۔ لیکن راستے میں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ اس لیے کچھ واپس چلے گئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت تھی اِس کے بعد ایک بڑی جماعت جس میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں شامل تھیں۔ متفرق طور پر ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ اِسے حبشہ کی دوسری ہجرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کفار کو یہ کہاں پسند تھا مسلمان کسی جگہ آرام کی زندگی بسر کریں۔ چنانچہ تحفے تحائف دے کر ایک وفد نجاشی شاہِ حبشہ کی خدمت میں بھیجا کہ مسلمانوں کو واپس لائے یہ وفد اول وہاں کے پادریوں اور احکام سے ملا۔ اُن کو تحفے دیئے اور سفارش کا وعدہ لیا پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اول بادشاہ کو سجدہ کیا پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی۔ حکام نے ان کی تائید کی۔ مسلمان۔ اُخرِجُو مِنْ دِیَارِھِمْ دوہ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے، تو پہلے ہی تھے۔ اب اور ایک بلا نازل ہوئی ظلم وستم کی مشق کے لئے واپس مکہ لے جانے کی بھاگ دوڑ شروع ہے کفار کے وفد نے یوں گذارش کی۔ بادشاہ ہماری قوم کے چند بے وقوف لڑکے قدیمی دین چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ ہمیں شرفاء مکہ اِن کے باپ دادا، چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ اِن کو واپس لائیں۔ آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔

بادشاہ نے جواب دیا جن لوگوں نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے۔ میں اُن کو تحقیق حال کے بغیر آپ کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اول تحقیق کر لوں پھر اُن کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا۔ مسلمان پریشان ہوئے کہ کیا کریں۔ پھر ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیئے اللہ کارساز ہے۔ لہٰذا سیدھے بادشاہ کے پاس پہنچے اور سلام کیا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ کو آداب شاہی کے مطابق سجدہ نہیں کیا۔ اِن لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اِس کے بعد بادشاہ نے اُن

Marfat.com

سے حال دریافت کیا۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر:- حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آگے بڑھے اور فرمایا ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے نہ اللہ کو جانتے تھے اور نہ اُس کے رسولوں سے واقف تھے۔ قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ مال کھا جاتا تھا۔ لڑکیاں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ شراب جواء اور قماربازی ہمارا پیشہ تھا۔ ہم اِس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول بھیجا۔ جس کے نسب کو، اُس کی سچائی کو، اُس کی امانت داری اور پرہیزگاری کو ہم سب جانتے ہیں۔ اُس نے ہمیں ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ، کی عبادت کی طرف بلایا۔ پتھر دل اور بتوں کو پوجنے سے منع فرمایا۔ اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ بُرے کاموں سے منع کیا۔ سچ بولنا، امانت داری اور صلہ رحمی کا حکم دیا۔ اچھے اخلاق کی تعلیم دی۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ نماز، روزہ، صدقہ اور خیرات کا حکم دیا۔ زنا بدکاری، یتیم کا مال کھانا، جھوٹ بولنا اور دیگر بُرے اعمال سے منع کیا۔ قرآن پاک کی تعلیم دی۔ ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں ہم کو ستایا اور تکلیفیں دیں ہم لوگ مجبور ہو کر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے تمہارے ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے ہیں۔

نجاشی شاہ حبشہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبی لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے بھی سناؤ۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریم کی اول آیتیں پڑھیں جس کو سُن بادشاہ پر رقت طاری ہوگئی اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ تمام پادری جو موجود تھے اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔ کلام الٰہی اثر کر گئی۔ دل کی کایا پلٹ گئی۔ مسبب الاسباب نے حالات بدل دیئے۔

شاہ حبشہ کا جواب:- نجاشی شاہ حبشہ نے وفد کو جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔ اور ان لوگوں کو میں آپ کے حوالے ہرگز نہیں کر سکتا۔ بادشاہ بیفرون

Marfat.com

کی توقیر کا خیال رکھتے ہیں۔ سفارتی آداب ملحوظ رکھتے ہیں۔ منفی جواب بھی ذو معنی اور مبہم الفاظ میں دیا جاتا ہے اور کچھ نہیں تو ہمدردانہ غور و فکر اور تعاون کی وقتی مرہم ضرور لگادی جاتی ہے۔ اگر بڑی طاقت کا سفیر ہو تو حقائق سے قطع نظر ملکی اور ذاتی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے فوراً ہاں کر دی جاتی ہے۔ اُن کے رعب و داب ہی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں رب کریم نے مظلوموں کی مدد فرمائی۔ ایک ملکی وفد کے مقابلے میں چند غریب الدیاروں کی بات مان لی۔ سفیر ندامت اور ذلت سے دامن بھرے واپس آرہے ہیں۔ یہ اللہ کی کرمی ہے یہی وہ مدد ہے۔ جسے انسان نہیں سمجھ سکتا۔ رب العزت کی اعانت کے انداز نرالے ہیں۔ اُس کی حکمرانی دلوں پر ہے وہ ان کو پلٹ دیتا ہے۔

آزمائش کا سلسلہ جاری رہا۔ جو لوگ مکہ میں تھے اُن کی تکلیفیں دن بدن بڑھ رہی تھیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ دیکھ کر سخت دکھ ہوتا تھا۔ چنانچہ بالآخر مدینہ منورہ کے حالات اور وہاں کے لوگوں کی دعوت کے پیشِ نظر مسلمانوں کو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ جب تک تمام مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے نہ چلے گئے۔ آپ مکہ میں قیام فرما رہے اور سب سے آخر میں آپ نے ہجرت فرمائی۔

مسلمانوں کی آزمائش کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آج بھی دیکھ لیں۔ مسلمانوں کو پوری دنیا میں مختلف مسائل سامنا ہے۔ اپنے ہموطنوں میں سے لاکھوں نے ۱۹۴۷ء میں گھر دمال و دولت اور وطن کو خیر باد کہا عصمتیں لٹائیں، جانیں قربان کیں۔ عزیز و اقارب شہید ہوئے۔ دین کی خاطر سب کچھ برداشت کیا اور اپنا آبائی مسکن چھوڑ کر پاکستان ہجرت کر آئے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں لاکھوں اِسی دین کی خاطر بے گھر ہوئے۔ مصائب برداشت کئے۔ ۱۹۷۱ء میں اِس سے بھی زیادہ لوگ متاثر ہوئے مسلمان یہ سب کچھ اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہے۔ اِس طرح مسلمان کی مذہبی پختگی اور ناپختگی کا امتحان وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔

عرب اسرائیل تنازعہ اور فلسطینی مہاجرین کی داستان بڑی طویل اور دردناک ہے۔ وہ سب کچھ محض دین اسلام کے لئے برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے آمین

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفۃ الرسول، یارِ غار، افضل البشر حضرت سیدنا

اسلام اور ابتدائی حالات:- ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مردوں میں اسلام لانے والی پہلی ہستی ہیں۔ آپ ایک متمول رئیس تھے۔ اسلام لانے کے بعد ساری عمر اسلام کے لئے وقف کردی۔ اسلام سے پہلے نام عبدالکعبہ تھا مسلمانوں ہونے کے بعد عبداللہ رکھا گیا۔ صدیق اور عتیق کے لقب سے سرکارِ دوعالم نے سرفراز فرمایا۔ اپنی کنیت ابوبکر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب چھٹی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کپڑے کے تاجر تھے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی اڑھائی برس چھوٹے تھے۔ شروع ہی سے پاکبازی کی طرف مائل تھے۔

بچپن ہی سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی تھی۔ اسی طرح ابتدائے عمر ہی سے صحبت پاک سے مستفید ہوتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا ذکر کیا اور اسلام لانے کی دعوت دی تو ایک لمحہ بھی نہ سوچا اور ایمان لے آئے اور دربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں رہنے لگے۔ آپ کا شمار عرب روسا کی صفِ اول میں تھا۔ لہذا آپ کے اثر و رسوخ سے بہت سے لوگ اسلام لائے اِن حضرات میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

بہت سے غلاموں اور لونڈیوں کو جو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کے طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اُن کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کیا۔ امیہ بن خلف کے ظلم سے نجات دلائی۔ آپ کی خدمت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں"۔ آپ کی دولت، بزرگی اور اثر و رسوخ کے باوجود آپ کو مصائب سے

Marfat.com

دوچار ہونا پڑا۔ اعلانیہ تبلیغ کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ آپ کے مشورے پر تشریف لے گئے۔ پہلا تبلیغی خطبہ آپ (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پڑھا۔ اس پر کفار نے اتنا مارا کہ لہولہان ہو گئے۔ شام تک بے ہوش رہے۔ لیکن جذب و شوق اور حُبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ ہوش میں آنے پر آپ نے پہلا سوال یہ کیا کہ "رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں" جب مکہ سے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ساتھ روانہ ہوئے۔ لیکن ایک قدیم دوست سردار ابن الدغنہ ملا۔ وہ آپ کو واپس لے آیا۔ مکہ میں آ کر اعلان کر دیا کہ میں ابوبکر کو پناہ دیتا ہوں۔ کفار نے کہا کہ ہم ابوبکر رض کی مخالفت نہیں کریں گے۔ لیکن ایک شرط ہے کہ وہ بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت نہ کریں۔ کیونکہ جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو اُن کی آواز کی رقت ایسا اثر پیدا کرتی ہے کہ لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ چند روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے لیکن آخر نہ رہا گیا۔ آپ نے اپنے مکان کے باہر چھوٹی سی جائے نماز بنوائی اور وہیں قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ابن الدغنہ نے قریش کے احتجاج پر آپ سے درخواست کی تو آپ نے جواب دیا۔ مجھے اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کی پناہ درکار نہیں۔

ہجرت مدینہ میں رفاقتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت کی کہ آپ مکہ ہی میں فی الحال قیام فرمائیں جب سب مسلمان مکہ سے جا چکے تو خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سفر میں محبوبِ خدا کی رفاقت نصیب ہوئی۔ غارِ ثور میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ غار کو خود پہلے اندر جا کر صاف کیا۔ اپنی چادر مبارک پھاڑ پھاڑ کر غار میں تمام سوراخ بند کئے۔ ایک سوراخ بچ گیا۔ وہاں پروانۂ شمع رسالت ﷺ نے اپنی ایڑی رکھ دی۔ مبادا کوئی موذی چیز اس سے نکل کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچائے۔ رحمت اللعالمین ﷺ آپؓ کی گود میں سرِ اقدس رکھ کر نیند فرمانے لگے۔ سوراخ

Marfat.com

کے اندر سے جہاں آپ نے ایڑی رکھی تھی سانپ نے ڈنگ مارا۔ شدت درد سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن حضور سرکارِ دوعالم کی نیند میں مخل ہونا پسند نہ فرمایا۔ آپ کے آنسو حضورِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پر گرے آنکھ کھلی۔ دریافت فرمایا۔ صدیق کیا بات ہے۔ عرض کی سانپ ڈس گیا ہے۔ رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن پاک لگایا جس سے درد ختم ہو گیٔ۔ جب کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں عین غار کے اوپر آگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا گئے۔ لیکن حضور پُرنور نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، خوف مت کھایئے اللہ ہمارے ساتھ ہے، فرما کر تسلی فرما دی۔ وہاں سے نکل کر محسنِ خلائق جب عازم مدینہ ہوئے تو آپ خادم کے طور پر ہمراہ تھے۔ سنگلاخ راستے اور طویل سفر کی تکلیفیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہوں یہ پسند نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا۔ سنگلاخ اور دشوار گزار راستوں کی وجہ سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ جسم تھک کر چور ہو گیا۔ لیکن کسی بات کی پرواہ نہ کی سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر تن من دھن سب کچھ ہی لگا دیا تھا۔

جان دی ہوئی اُسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دنیا، اولاد اور مال دولت رہے یا نہ رہے اپنی جان کو تکلیفیں ہوں یہ سب بے معنی ہیں۔ مگر محبوبِ سبحانی کو کوئی تکلیف پہنچے یہ کسی حال میں پسند نہیں۔ تمام اہم کام میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ سے مشورہ فرماتے تھے۔ غزوہ بدر کے اسیران سے سلوک کے متعلق آپ سے مشورہ کیا گیا اور اس پر عمل کیا گیا۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ تھے۔ عریش میں برہنہ تلوار حضور کے ساتھ صرف آپ ہی تھے۔ جنگ کی ہدایات آپ کی معرفت مجاہدوں کو ملتی تھیں۔ دوسرے لفظوں میں موجودہ زمانے کے مطابق چیف آف سٹاف کے فرائض جو کہ سالارِ اعظم کے ماتحت کام کرنا ہے۔ آپ ادا کر رہے تھے۔ فتنہ ارتداد کے خاتمے کے لئے نظام نامساعد حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے مختلف ہونے کے باوجود ایک عظیم مجاہدانہ

Marfat.com

جذبے سے عمل پیرا ہوئے اور اُس کا مکمل طور پر خاتمہ فرما دیا۔

مالی قربانیاں:- جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بہت سے غلام اور لونڈیاں خرید کر آزاد کیے ان میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطیر رقم دے کر خریدا اور آزاد کر دیا۔ مسجدِ نبوی آپ کے روپے سے تعمیر ہوئی۔ غزوہ تبوک میں جب حضورِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگ کی تیاری کے لئے مسلمانوں کو رقم جمع کرنے کا حکم دیا تو آپ نے گھر کی ساری پونجی لا کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں میں رکھ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے تھے۔

"حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اتفاقاً اُس زمانے میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا میں نے سوچا کہ اگر کبھی میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ سکتا ہوں۔ تو آج بڑھ سکوں گا۔ چنانچہ گھر گیا اور نصف اثاثہ گھر سے اٹھا لایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس جو کچھ تھا سب لے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ انہوں نے فرمایا اُن کے لئے اللہ اور اُس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت ابوبکر صدیق سے میں کبھی بڑھ نہیں سکتا۔

پروانے کو چراغ ہے بُلبل کو پھول بس   صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

عہدِ خلافت کا پورا عرصہ اسلام کی خدمت میں گزار دیا۔ مسلسل محنت اور کوشش سے ایک مضبوط اسلامی حکومت کی بنیادیں اُستوار کر دیں۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ قریش کی شاخ بنوعدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ سلسلہ

Marfat.com

نسب آٹھویں پشت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے پوری دنیا آپ کی شجاعت اور بہادری کی معترف ہے۔ اسلام کی قوت کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کی دُعا کی۔ آپ کی دُعا قبول ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے مسلمان چھُپ کر عبادت کرتے تھے۔ آپ نے اسلام لاتے ہی اعلانیہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا اعلان کر دیا اور خانہ کعبہ میں اعلانیہ نماز ادا کی۔ اس جرأت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے آپ کو "فاروق" یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والا کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کے اسلام لانے سے کفار کا پہلا سا زور نہ رہا۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم میں کمی آگئی۔ کفار کی اعلانیہ مسلمانوں کو اذیتیں دینے کی ہمت ختم ہوگئی۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے قوموں کی تقدیر ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارا (اقبالؔ)

اسلام لانے کا قصہ:- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے اعلانِ حق کے بعد آپ عداوتِ اسلام میں پیش پیش تھے۔ مسلمانوں پر سختیاں کرتے تھے۔ کفار کے کہنے پر ایک دن حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ ہاتھ میں تلوار لئے بڑے کروفر سے جا رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص راستے میں مل گئے۔ پوچھا عمر کہاں جا رہے ہو؟ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا۔ بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے ہو۔ وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس پر بگڑ گئے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (مسلمان) ہو گیا ہے۔ پہلے تجھے ہی نمٹا لوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تلوار سنبھال لی۔ دونوں طرف سے تلوار چلنے والی تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ اُس وقت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف

Marfat.com

پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آواز پر کواڑ کھولا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اندر چھپ گئے۔ وہ اوراق جن پر قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ جلدی میں وہیں رہ گئے۔ ہمشیرہ نے دروازہ کھولا۔ ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس کو بہن کے سر پر مارا جس سے خون بہنے لگا۔ کہا اپنی جان کی دشمن تو بھی بے دین ہوگئی ہے۔ اس کے بعد بہنوئی سے بات کی کہ تو نے دین کیوں چھوڑا ہے۔ بہنوئی نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب؟ یہ سننا تھا کہ ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ایک طمانچہ مارا کہ خون نکل آیا وہ بھی آخر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھی کہنے لگی۔ عمرؓ ہم کو اس وجہ سے مارا جا رہا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ بے شک ہم مسلمان ہو گئے ہیں جو چاہے کر لے اس کے بعد عمرؓ کی نظر اُن قرآنی پرچوں پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گئے تھے کہنے لگے اچھا مجھے بھی یہ دکھلاؤ۔ بہن نے کہا تو ناپاک ہے۔ ناپاک آدمی اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا اصرار کے باوجود آپ کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کیا اور اُس کے بعد پڑھا۔ سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ پڑھتے ہی حالت بدل گئی۔ کہنے لگے مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلیں۔ یہ الفاظ سُن کر خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنج شنبہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا مانگی تھی۔ کہ یا اللہ عمرؓ اور ابوجہل میں تجھے جو پسند ہو۔ اِس سے اسلام کو قوت عطا فرما۔ یہ دونوں قوت میں مشہور تھے۔ معلوم ہوتا ہے تمہارے حق میں حضورؐ کی دعا قبول ہوگئی۔ اِس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی۔ اُن کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور اُن کی خلافت رحمت تھی۔

ہجرتِ مدینہ منورہ:- تمام مسلمانوں نے مکہ سے چوری اور چھپ کر ہجرت کی۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈال لی۔ کمان ہاتھ میں لی۔ بہت سے تیر لئے۔ پہلے خانہ کعبہ گئے۔ طواف کیا۔ پھر

Marfat.com

اطمینان سے نماز پڑھی اِس کے بعد کفار کے مجمعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا دِل چاہیئے اسکی ماں روئے اُس کی بیوی رانڈ ھو۔ اُس کے بچے یتیم ہوں۔ وہ مکہ سے باہر آکر میرا مقابلہ کرے یہ الگ الگ جماعتوں کو سُنا کر تشریف لے گئے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کا پیچھا کرے چنانچہ بیس ۲۰ ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر گئے۔

مدنی زندگی:- مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد ملّت اسلامیہ کے تمام اہم کاموں میں حصہ لیا۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔ اسلام کی اپنی جان اور مال سے دل کھول کر مدد کی۔ غزوہ تبوک میں چندہ کی ضرورت پڑی تو گھر کا نصف مال لاکر محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا۔ ساری عمر جہادِ اسلام میں گزری۔ شافع محشر نے آپ کو جنت کی بشارت دی چلتا پھرتا نور فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ جنتی ہونے کی قطعی سند ہونے کے باوجود شہادت کے لیئے دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ

(اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور میری قبر رسول کریم کے شہر میں بنا)

آپ کے عہد میں مسلمانوں کو اتنی فتوحات نصیب ہوئیں جتنی اور کسی خلیفہ کے عہد میں نہ ہوئیں۔ سلطنت کے کاموں اور ذاتی مواخذہ میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ رعایا کی خبرگیری کے لیے راتوں کو شہر دل کا چکر لگاتے۔ غریبوں کی مدد کرتے اور کوشش کرتے کہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہ خلیفہ وقت ہیں۔ چند ایک مثالیں یہ ہیں۔

خوف خدا:- ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام میں مشغول تھے ایک شخص آیا اور کہا فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیں۔ آپ نے اُس کو ایک دُرّہ مار دیا کہ میں جب اس کام کے لئے بیٹھتا ہوں تو اُس وقت تو آتے نہیں اور جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلاؤ۔ وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا اور درہ دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ اُس نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا۔ چنانچہ آپ نے گھر جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور دیر

Marfat.com

تک اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے کہ تو کمینہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اونچا کیا تو گمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دی۔ بادشاہ بنایا۔ اب ایک شخص اگر کہتا ہے کہ بدلہ دلوا دے تو تو اُس کو مارتا ہے۔ کل قیامت کے دن رب کو کیا جواب دو گے

غریب عورت کی مدد:۔ آپ کے غلام حضرت اسلمؓ بیان کرتے ہیں۔ میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حرہ کی طرف جا رہا تھا ایک جنگل میں آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شاید یہ کوئی قافلہ ہو۔ جو رات ہونے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا اور باہر ہی ٹھہر گیا ہے۔ چلو اس کی خبر لیں۔ اس کی حفاظت کا انتظام کریں وہاں پہنچ کر دیکھا تو عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں جو رو رہے ہیں۔ ایک دیگچی چولہے پر رکھی ہے۔ جس میں پانی بھرا ہوا ہے اُس کے نیچے آگ جل رہی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور قریب اُنے کی اجازت لے کر اُس کے پاس گئے اور پوچھا یہ بچے کیوں رو رہے ہیں۔ عورت نے کہا بھوک سے لاچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا اس دیگچی میں کیا ہے۔ عورت نے کہا پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھ دی ہے۔ کہ ذرا تسلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور میرا فیصلہ اللہ ہی کے ہاں ہوگا کہ میری اِس تنگی میں خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے بھلا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے کہنے لگی وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور وہ ہمارے حال کی خبر نہیں رکھتے۔ اسلم کہتے ہیں کہ عمرؓ مجھے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور بیت المال سے ایک بوری میں کچھ آٹا کھجوریں اور چربی اور کچھ کپڑے اور کچھ درہم لئے۔ بوری خوب بھر لی اور فرمایا یہ میری کمر پر رکھ دو میں نے عرض کی کیا میں لے چلوں۔ آپ نے فرمایا میری کمر پر رکھ دو۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا "کیا قیامت کے دن بھی میرے بوجھ کو تو ہی اٹھائے گا" اُس کو میں ہی اُٹھاؤں گا۔ کیونکہ قیامت میں مجھ ہی سے سوال ہوگا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری آپ کی کمر پر رکھ دی۔ آپ نہایت تیزی سے اُس کے پاس تشریف لے گئے اور میں بھی ساتھ تھا وہاں پہنچ کر اس دیگچی میں آٹا، چربی اور کچھ کھجوریں ڈالیں اور اس کو چلانا شروع کیا چولہے میں خود

Marfat.com

ہی پھونکیں مارتے تھے۔ آپ کی گنجان ڈاڑھی میں دھواں کو نکلتے ہوئے میں خود دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ حریرہ سا تیار ہوگیا۔ اِس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک سے نکال کر اُن کو کھلایا۔ وہ خوب سیر ہو کر ہنسی کھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے لئے اُن کے حوالے کر دیا۔ وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے آپ خلیفہ بننے کے مستحق ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو تسلی دی اور فرمایا۔ جب تم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ گی تو مجھ کو بھی وہیں پاؤ گی۔ آپ اُس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اِس لئے بیٹھا تھا کہ میں نے اُن کو روتے دیکھا تھا۔ میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر اُن کو ہنستے بھی دیکھوں۔

ہمارے لئے یہ مشعل راہ ہے۔ قیامت کے دِن ہر حاکم سے ماتحت کی خبر گیری اور سلوک کے متعلق باز پُرس ہوگی۔ مواخذہ ہوگا۔ اس کی فکر ہونی چاہیئے۔ اپنے آرام و آسائش کو چھوڑ کر ان کی فلاح و بہبود کی طرف بھی آنا چاہیئے۔

ایک مرتبہ رات کو گشت کے دوران ایک میدان سے گزر ہوا۔ دیکھا بالوں کا بنا ہوا ایک خیمہ لگا ہوا ہے۔ جو پہلے وہاں نہیں دیکھا گیا تھا۔ قریب پہنچے تو دیکھا ایک صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ خیمہ سے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ سلام کر کے اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ اُنہوں نے فرمایا مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیرالمومنین کے سامنے اپنی ضروریات پیش کر کے مدد چاہنے کی غرض سے آیا ہوں۔ دریافت فرمایا یہ خیمہ میں آواز کیسی آ رہی ہے۔ اُن صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا نہیں بتا دو۔ کچھ تکلیف کی آواز ہے ان صاحب نے بتایا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے درد ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی دوسری عورت بھی قریب ہے اُنہوں نے کہا کوئی نہیں آپ وہاں سے اُٹھے اور مکان میں تشریف لے گئے اپنی بیوی اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لئے آئی ہے۔ پوچھا کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک گاؤں کی رہنے

Marfat.com

والی بے چاری تنہا ہے۔ اس کو درد زہ ہو رہا ہے۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں اور کیوں نہ تیار ہوتیں کہ یہ بھی تو سیدۃ النساء خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا ولادت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تیل، گڑ وغیرہ لے لو وہ لے کر چلیں۔ حضرت عمر پیچھے پیچھے ہو لئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر ہانڈی میں دانے اُبالے گھی ڈالا۔ اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی۔ اندر سے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آواز دی عرض کیا۔ امیر المومنین اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المومنین کا لفظ جب اُن صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گھبرائے آپ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمے کے پاس رکھ دی کہ اِس عورت کو کچھ کھلا دیں۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو کھلا دیا۔ اِس کے بعد باہر ہانڈی دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس مسافر سے کہا کہ تم بھی کھاؤ رات بھر تمہاری جاگنے میں گزر گئی ہے۔ اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لائے اور اِن صاحب سے فرمایا کل آنا تمہارے لئے انتظام کر دیا جائے گا۔

آج ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ ہم اور ہمارے اہل و عیال کس حد تک غریب کی خبر گیری کرتے ہیں۔ جنگل تو بڑے دور کی بات ہے۔ ساتھ ہمسایہ میں تکلیف ہو رئیس اور وزیر کا کیا کہنا۔ معمولی مال دار آدمی بھی غریب کے لئے ہاتھ سے کوئی کام کر کے دینا پسند نہیں کرتا۔ دوسروں کی مدد کا احساس کس کو ہے اپنے ہی منصوبوں کے لئے رقم مہیا نہیں ہو رہی۔ آمدنی خواہ کتنی ہی تیزی سے کیوں نہ بڑھے، خواہشات، کا میدان اس کے باوجود وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ ہم بھی اُسی دین کے پیروکار ہیں۔ اُن ہی کے نام لیوا ہیں۔ کوئی کام اُن جیسا بھی کر لینا چاہیئے۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو امیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بڑے مال دار تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تیسرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ مالی معاملات میں جب بھی ضرورت پڑی اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔ درگاہ رسالت پناہ میں بڑی قدر کی نگاہ سے سرفراز تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو "غنی" کا لقب عطا فرمایا۔ یکے بعد دیگرے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں نکاح میں آئیں۔ اس طرح ذوالنورین ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ ہجرت حبشہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ حبشہ کو ہجرت کی۔ کچھ عرصہ بعد اہل مکہ کے اسلام لانے کی افواہ پھیلی تو واپس مکہ آگئے اور وہیں مقیم رہے۔ بعد میں اہل و عیال سمیت مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

مالی قربانیاں:- آپ قریش کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو پانی کی بڑی تکلیف تھی۔ سارے شہر میں صرف ایک ہی کنواں ایسا تھا جس کا پانی میٹھا تھا اس کنوئیں کا نام "بیرِ رومہ" تھا جو کہ ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ یہودی نے اسے ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ پانی قیمتاً دیتا تھا۔ جس سے غریب مسلمانوں کو بڑی مشکل کا سامنا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بھاری رقم دے کر خریدا اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

غزوۂ تبوک:- غزوۂ تبوک میں آپ نے ایک تہائی یعنی دس ہزار سپاہیوں کے لیے رسد اور سازوسامان فراہم کیا۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد پیش کئے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا "آج کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

Marfat.com

غزوات میں شرکت:۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے بدر کے موقع پر آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو روک دیا تھا۔ اور اُن کی دیکھ بھال کے لئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ لیکن جب فتح ہوئی تو آپ کو مجاہدین بدر کا درجہ عطا کر کے مالِ غنیمت کا حصہ دیا۔ صلح حدیبیہ سے پہلے آپ سفارت کا پیغام لے کر مکہ تشریف لے گئے تھے جب آپ کی شہادت کی خبر پھیلی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ سے قصاص کی از سرِ نو بیعت لی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت بخشی کہ اپنے بایاں دستِ مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اُن کی طرف سے بیعت لی۔ غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ مطہرہ میں آپ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔

قرآن پاک کی اشاعت:۔ ۲۳ھ میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق و شام سے ہوتے ہوئے مدینہ تشریف لائے انہوں نے دیکھا کہ مختلف مقامات اور علاقوں میں لوگ قرآن مجید مختلف قرأتوں سے پڑھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی۔ آپ نے خدشہ محسوس کیا کہ کہیں وقت گزرنے کے ساتھ یہ معاملہ بڑھتا چلا گیا تو یہ مسلمانوں کیلیے نقصان کا باعث ہوگا۔ چنانچہ آپ نے مجلسِ شوریٰ بلائی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے طلب فرمائی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے سے کلام پاک کا وہ نسخہ منگوایا جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نگرانی میں مرتب ہوا تھا۔ اور اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا۔ آپ نے اس کی نقلیں کروا کر بڑے بڑے شہروں میں بھجوا دیں اور اس کے علاوہ تمام دوسرے نسخے جلا دیئے گئے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُمت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے صحیح قرآن کی اشاعت کر کے اسلام کو ایک بہت بڑے خطرے سے بچا لیا۔

Marfat.com

شہادت

اپنے خون سے اُمتِ مسلمہ کا خون زیادہ پیارا ہے :- آپ کی نرمی طبع اور فراخدلی سے مملکت
اسلامیہ میں مختلف مقامات پر مختلف گروہوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ آپ کے طرزِ عمل اور
اپنے خاندان سے مروت کے متعلق آپ پر بے سرا پا الزام عائد کئے۔ شورش نے پہلے کوفہ سے
زور پکڑا۔ مالک اشتر نخعی اور یزید بن قیس نے اپنے گروہ کو جمع کر کے خوب فتنہ و فساد کیا۔
گورنر سعید کی معزولی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گورنر بنانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت
عثمان ؓ نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا۔ اس کے باوجود سبائیوں کی ریشہ دوانیاں بڑھتی گئیں۔ مصر
اور عراق کے سبائیوں نے خط و کتابت کے ذریعے ایک دن مقرر کیا۔ پھر مصر اور کوفہ اور بصرہ سے
ایک ایک ہزار کی جماعت حج کا ارادہ ظاہر کر کے روانہ ہوئی۔ انہوں نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا
اور ایک مقررہ مقام پر سب قافلے مل گئے۔ شہر کے قریب پہنچ کر رُک گئے۔ یہ سب لوگ
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف متحد تھے۔ لیکن کسی دوسرے خلیفہ کے انتخاب کے بارے
میں ان میں اختلاف تھا۔ مصری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تھے۔ بصرہ اور کوفہ والے
حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تھے۔

یہ لوگ ان تینوں سے الگ الگ ملے اور خلافت کی پیش کش کی لیکن انہوں نے ان کو
ڈانٹ ڈپٹ کر نکال دیا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی سرح گورنر مصر کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ آپ
نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کیا۔ ان کی رائے پر مصریوں کا
مطالبہ منظور کرتے ہوئے عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اب صحابہ ؓ نے ان
لوگوں کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد مصری گروہ واپس آگیا۔ انہوں نے کہا کہ
ہم نے ایک قاصد کو پکڑا ہے۔ جس سے خلیفہ کا ایک خط گورنر مصر کے نام بر آمد ہوا ہے۔ اس
میں لکھا ہے کہ ان تمام کو قتل کر دو۔ اس خط پر خلیفہ کی مہر ثبت تھی۔ حضرت عثمان ؓ نے قسم کھا کر

Marfat.com

اِس خط کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا تو ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ یہ سب شرارت آپ کے میر منشی مروان کی ہے۔ اِسے ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ نے تحقیق کروانے کا وعدہ کیا لیکن مصری نہ مانے اور قانون کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے حضرت عثمان رضؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسین رضؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ آپ کے دروازے پر پہرہ دیتے رہتے تھے۔ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت آپ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور باغیوں کے مقابلے کی اجازت طلب کی مگر آپ نے منع فرمادیا کہ میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میرے عہد میں مسلمانوں کی باہمی خون ریزی کی ابتدا ہو۔

مختلف صوبوں میں مدینہ پر اُن کے حملے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ امدادی فوجیں روانہ ہو چکی تھیں۔ لہٰذا انھوں نے مزید تاخیر کو اپنے حق میں نہ سمجھ کر دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔ حضرت عثمان رضؓ اُس وقت تلاوت کلام پاک میں مصروف تھے۔ محمد بن ابی بکر نے آپ کی داڑھی پکڑ لی اور گستاخانہ کلمات کہے۔ آپ نے فرمایا! بھتیجے اگر تمہارے والد دیکھتے تو انہیں تمہارا یہ فعل کبھی پسند نہ آتا۔ وہ یہ سُن کر نادم ہو کر لوٹ آئے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے تلوار سے آپ کو شہید کر دیا۔ قرآن مجید کے اوراق آپ کے خون سے تر ہو گئے۔ آپ کی بیوی حضرت نائلہ نے آپ رضؓ کو بچانے کی کوشش کی تو ان کی تین انگلیاں ہاتھ سے کٹ گئیں۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ باپ نے نام اسد رکھا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو علی رضؓ کا نام دیا اور یہی زیادہ مشہور ہوا۔ "حیدر"، "مرتضیٰ" آپ کے دو لقب ہیں۔ ابو طالب تنگ دست تھے اِس لیے بچپن ہی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کی پرورش اپنے ذمے لے لی تھی۔ حضورِ پاک کے زیرِ سایہ پرورش پانے کی وجہ سے جاہلیت کی تمام آلائشوں سے پاک رہے۔ بچوں میں آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اُس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ نبوت کے تیسرے سال جب تبلیغ عام کا حکم ہوا تو سرکارِ دوعالمؐ نے

Marfat.com

مہمانوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا" تم میں کون میرا ساتھ دیتا ہے" سب خاموش رہے صرف ایک آواز آئی " گو میں عمر میں چھوٹا ہوں" گو مجھے آشوب چشم ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ لیکن میں آپ کا ساتھ دونگا۔ یہ آواز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانیاں اور بہادری کے واقعات درج کرنے کے لیے، ایک باب یا کتاب کیا کئی کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہاں صرف اُن چند واقعات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جن سے موضوع پر روشنی پڑے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہجرت اور آپ کا بستر پر سونا :- ہجرت کی رات رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہجرت فرما گئے۔ آپ کو حکم دیا کہ لوگوں کی امانتیں لوٹا کر مدینہ تشریف لے آئیں۔ اس وقت بستر پر سونا موت سے کھیلنا تھا۔ لیکن آپ نے بڑے اطمینان سے نیند فرمائی۔ صبح ہوئی کفار نے دریافت کیا زدوکوب کیا۔ لیکن آپ بالکل نہ گھبرائے کچھ بھی کفار کو نہیں تبلایا۔ حضور اقدسؐ کے ارشاد کے مطابق امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

آپ دلیری اور شجاعت میں بے مثل تھے۔ جن مواقع پر دوسرے بہادر اور تجربہ کار صحابہؓ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ مہم سر نہ کر سکے وہاں آپؓ کو بھیجا گیا۔ آپ اللہ کے فضل سے ہمیشہ کامیاب و کامران رہے۔ غزوہ بدر میں ولید اور شیبہ کو انفرادی جنگ میں موت کے گھاٹ اُتارا۔ اُحد میں ذوالفقار حیدری اس انداز سے چلی کہ دشمن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود جیسے ناقابل تسخیر جنگجو کو نہ تیغ کیا۔ خیبر کا قلعہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

غزوہ اُحد :- غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی اپنی غلطی کی وجہ سے معاملہ فتح سے قریب قریب شکست میں بدل گیا تھا۔ بہت زیادہ جانی نقصان اُٹھانا پڑا اس کی سب سے بڑی وجہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف تیر انداز دستے کا پہاڑی پر اپنی جگہ چھوڑ دینا تھا۔ خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے

Marfat.com

پیچھے عقب سے حملہ کر دیا۔ اس طرح مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ ایک افراتفری سی پھیل گئی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کفار کے گھیرے میں آ گئے۔ کفار نے مشہور کر دیا حضور شہید ہو گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پریشان ہوئے۔ بعض نے لڑنا بند کر دیا کہ اب لڑ کر کیا کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زندوں میں تلاش کیا۔ پھر شہیدوں میں تلاش کیا کہیں نہ پایا تو میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضور لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شانہ، ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے۔ اس لئے اپنے پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں تلوار لے کر کفار کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پڑ گئی تو بے حد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ہے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ پوری جماعت حضور پر حملہ کے لیے آئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ ان کو روکو! میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ ان کے منہ پھیر دیئے۔ بعضوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایک اور جماعت حضور پر حملہ کی نیت سے بڑھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضور نے فرمایا۔

"اِنَّہٗ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ" ۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ محمد سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں"

یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا وَ اَنَا مِنْکُمَا اور میں تم دونوں سے ہوں۔

Marfat.com

ایک تنہا آدمی کا جماعت سے ٹکرا جانا اور ان کو شکست دینا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو تنہا پاکر اپنی جان کی بازی لگا دینے کے لیے کفار کے جمگھٹے میں گھس جانا جہاں ایک طرف سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور عشق، کمال بہادری دلیری اور جرأت کا ثبوت ہے۔ وہاں جانی جہاد فی سبیل اللہ کے کمال کی بھی نشان دہی کرتا ہے۔

عمرو بن عبدوّد سے مبارزت :- غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود نے خندق پار کر کے مبارزت کے لیے للکارا۔ مسلمانوں میں بڑے بڑے دلیر مضبوط اور بہادر موجود تھے۔ لیکن کسی نے مقابلہ کی ہمت نہ کی۔ تاریخ کے اس خوفناک اور بڑے مقابلے کے لئے آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا دو مرتبہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لڑائی کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن آپؐ نے اجازت نہ فرمائی۔ تفصلی بیان جہاد فی سبیل اللہ کی وضاحت میں گزر چکا ہے۔ آخر تیسری مرتبہ اجازت عطا فرمائی اور دعا کی۔ اے اللہ تو علیؓ کی مدد فرما چنانچہ آپ نے اِس خوفناک اور دیو ہیکل دشمن کو جہنم واصل کیا۔

فتح خیبر :- فتح خیبر کے موقع پر کئی مہیں بھیجی گئیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ باری باری آزمودہ کار صحابہؓ اپنی اپنی کوششیں کر چکے۔ قلعہ قموص سر ہونے کو نہیں آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”کل ایک ایسے شخص کو عَلَم دیا جائے گا۔ جس کے ہاتھوں قلعہ فتح ہوگا اور وہ خدا اور اُس کے رسول کو محبوب ہے“

دوسرے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو عَلَم عطا فرمایا۔ چنانچہ اِس قلعہ کا سردار مرحب جو کہ ایک جری پہلوان تھا۔ ذوالفقار حیدری کا شکار ہوا اور بیس دن کے محاصرہ کے بعد آخر یہ قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

شانِ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- بریدہ کلمیؓ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کچھ شکایت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سمع مبارک تک پہنچائی۔ اِس کا تعلق یمن کے مال غنیمت کی تقسیم سے تھا۔ حضور پاکؐ

Marfat.com

نے خم غدیر میں ایک فصیح خطبہ ارشاد فرمایا۔
اِس خطبہ میں اہلِ بیعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان و منزلت کا اظہار فرمایا
اور حضرت علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔
مَن کُنتُ مَولَاہ فعلِیٌّ مَولَاہ
جس کا میں مولا ہوں۔ علی بھی اُس کا مولا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے تاریخِ اسلام نے موذنِ رسول کے نام سے سرفراز کیا ہے۔ ایک کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ وہ سارا دن بیگار لیتا تھا۔ ایک دن حضرت بلال رضؓ نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی۔ حُسنِ مصطفےٰ اور جمالِ نبوت دیکھ کر وہیں غلامی اختیار کر لی۔ اِسلام لے آئے۔ ایک ہی نگاہ سے کفر و شرک کی زنجیریں کُھل گئیں ظلمت اور تاریکی دور ہو گئی۔ مسلمان ہونے کے بعد اِس کا مالک آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا۔ یہ مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ آپؓ کو سخت گرمی میں تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا دیتا۔ اِن کے سینے پر پتھر رکھ دیتا تاکہ پہلو نہ بدل سکیں۔ اِس کے بعد کہتا اِسی حال میں مر جاؤ گے یا اسلام سے ہٹ جاؤ۔ لیکن پروانہ شمعِ رسالت اِسی حالت میں اَحَد اَحَد ہی پکارتے تھے معبود ایک ہی ہے۔ رات کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا۔ برہنہ جسم مبارک پر کوڑے مارے جاتے جس سے زخم ہو جاتے۔ دن کو جب گرم زمین پر لٹاتے تو زخم اور گہرے ہو جاتے۔ اذیت کی شدت بڑھانے کے لئے زخموں کو مزید بڑھایا جاتا۔ عذاب دینے والے تھک جاتے۔ کبھی ابوجہل آتا کبھی امیہ بن خلف کا نمبر آتا اور کبھی اوروں کا۔ ایک سے دوسرا بڑھ کر قوت بازو کا مظاہرہ کرتا۔ گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں پھرایا جاتا۔ غرضیکہ کفار نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی لیکن آپؓ کے استقلال میں ذرہ بھر کمی نہ آئی۔ اِسلام کی محبت اور عشقِ رسول نے سب کچھ بے اثر کر دیا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں　　ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکلیفوں کا علم رفیقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوا۔ آپ نے حضرت خاتم الانبیاء سے بات کی۔ عرض کیا بلال رضؓ آپ کی محبت میں ظلم وستم کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو پھر کیا کیا جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "میں انہیں خرید لیتا ہوں" امید ہے کہ جتنی رقم طلب کرے گا میں اُسے ادا کر دوں گا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سُن کر مسرور ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ۔ بلال کو خرید لاؤ لیکن شرط یہ ہے۔ بلال کی آدھی رقم تم ادا کرنا اور آدھی رقم میں ادا کروں گا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ رہی ہے۔ مسبب الاسباب نے عاشق صادق کی بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں قبولیت بخشی۔ یہ اللہ کے ہاں کتنی بڑی قربانی ہے کتنی ارفع نیکی ہے۔ شافع محشر جس میں حصہ دار بننے کی شرط لگاتے ہیں۔ کفار کے ظلم وستم کا استقلال سے مقابلہ کرنے پر آغوش رحمت اللعالمین نصیب ہونے والی ہے۔

چنانچہ رفیقؓ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم امیہ کے مکان پر گئے دروازے پر دستک دی اُمیہ باہر آیا آپ نے اُمیہ سے کہا تو بلال رضی اللہ عنہ کو ناحق کیوں مارتا ہے؟ اُمیہ نے جواب دیا اگر تم اِس پر اتنے مہربان ہو تو اِسے خرید لو آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ میرا ایک غلام ہے جو یہودی ہے۔ بہت حسین ہے تم اُسے لے لو اور بلال مجھے دے دو۔ آپ نے اپنا غلام منگوایا اُمیہ یہ دیکھ کر کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلال کو ہر قیمت پر خریدنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں موقع سے فائدہ اُٹھانے کے لئے کہنے لگا کہ غلام کے بدلے غلام کا سودا اُسی صورت میں ممکن ہے کہ کچھ رقم بھی دے دو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ مانگی رقم اور غلام دے کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لیا۔ اُمیہ خوش تھا کہ اُس نے کالے غلام کے بدلے حسین غلام خریدا اور ساتھ کثیر رقم بھی حاصل کی۔ اُس کی نظر دُنیاوی منافع پر تھی اُدھر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسرور تھے کہ ایک مسلمان کی عذاب سے خلاصی ہوئی۔ پتھر بیچ کر موتی خرید لیا۔ بقول کسے۔

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر واپس آنے لگے تو اُمیہ ہنس پڑا اور کہنے لگا تم نے بلال کی قیمت خود بڑھائی ہے۔ اگر میں تمہارے شوق کو نہ دیکھتا تو میں اسے چند درموں کے عوض بیچ ڈالتا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ظالم تمہاری نظر میں بلال کی قیمت کیا ہو سکتی ہے۔ تم ظاہری رنگ و روپ دیکھتے ہو اور میری نظر اس کی روح پر تھی۔ میں نے یہاں تک ارادہ کر رکھا تھا کہ تو لاکھوں درہم کیوں نہ مانگتے میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور خریدوں گا۔ اللہ۔ اللہ ادراک مومن کی شان نرالی ہے۔ عشقِ ربانی کا انداز نرالا اُس کی نظر اور ادراک اندھا کیا سمجھے ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ لَهٗ سَمْعٌ وَّبَصَرًا ۔

پس جس سے محبت کرتا ہوں میں اُس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں۔

محبوبانِ خدا کی آنکھیں اور کان اللہ تعالیٰ کی آنکھیں اور کان ہوتے ہیں اُن کی دید اور شنید نظر ظاہر بین سے بلند و بالا ہوتی ہے۔ محبوبانِ خدا کی سمع و بصر کا تفصیل سے ذکر آگے جہاد کی فضیلت کے باب میں آرہا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ حقائق دیکھنے کے لئے نگاہ بینا درکار ہے اور یہ اُس وقت تک میسّر نہیں آتی جب تک مس خام کو کندن نہ بنایا جائے۔ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھٹی میں جسدِ خاکی کو نہ جلایا جائے آزمائشوں سے گزارا نہ جائے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ع جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا بڑی بے تابی سے انتظار فرما رہے تھے۔ بار بار مبارک نگاہیں راستے کی طرف اٹھتی تھیں۔ یہ اللہ کی کریمی ہے۔ محبوب خدا تاجدارِ انبیاء عشقِ بلال کے منتظر ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے حاضری کے بعد کا منظر مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں ؎

چوں بدید آں روئے خستہ مصطفےٰ ۔۔۔ گفت طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا یَا بُہَا
چوں بلال ایں را شنید از مصطفےٰ ۔۔۔ خَرَّ مَغْشِیًّا فتاد او بر قضا

Marfat.com

تا بدیرے بیخود و بے ہوش ماند چوں بے ہوش آمد ز شادی اشک راند
مصطفیٰ اش درکنار خود کشید کس چہ داند بخششے کورا رسید
ماہی پژمردہ در بحر اُو فتاد کاروانِ گم شد از براشاد

مفہوم: جب خستہ حال بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رُخِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نظر ڈالی تو سرکارِ دو جہاں نے فرمایا تمہیں مبارک ہو۔ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ سُن کر بے ہوش ہو کر گر پڑے دیر تک بے خودی اور بے ہوشی کے عالم میں رہے۔ ہوش میں آئے تو ستم رسیدہ آنکھوں سے مسرت کے آنسو بہنے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کمالِ محبت سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے آغوش مبارک میں لے لیا۔

زیبؔ صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہے زیبؔ اُس کی خدائی بھی خدا بھی جسے مل جائے سایہ دامانِ محمدؐ

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے پر کیا کیا نوازشیں کیں کسی کو کیا خبر طالب جانے یا مطلوب عاشق پختہ کار کو اپنی مراد مل گئی۔ سفر طے ہو گیا منزل مل گئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرانا:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں نے تو کہا تھا کہ آدھی رقم میں ادا کروں گا۔ آپ اکیلے ہی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید لائے ہیں۔ آخر کیوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب مولانا روم کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

گفت مادو بندگان کوئے تو کردمش آزاد من بروئے تو
تو مرا میدار بندہ و یارگار آزادی نخواہم زینہار

عرض کی ہم دونوں آپ کے بندے ہیں غلام ہیں۔ آپ کے سامنے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرتا ہوں۔ میری التجا صرف یہ ہے میرا معاوضہ یہ ہے کہ شافع محشر مجھے اپنا بندہ اور رفیق خاص کی دولت عنایت فرما دیں بس مجھے یہی کافی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

بے تو بر من محنت و بیدا دمی است
کہ مرا از بندگی آزادی است

آقا آپ کی بندگی میں (غلامی) میری آزادی ہے۔ اسی میں میری نجات ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنائتوں کے بغیر یہ جہاں مجھ پر دشوار رہے۔

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالیؓ نہ رہی

اذانِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ :-

محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ محب ظاہری ادا پر ہی انحصار نہیں کرتا وہ تو عالم معنی پر نظر رکھتا ہے وہ الفاظ نہیں دیکھتا۔ بلکہ قلب کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ موتی سمندر کی سطح پر نہیں اس کی تہوں میں ہوتے ہیں۔ موتی صدف کے اندر پرورش پاتا ہے۔ جب تک صدف کھولا نہ جائے۔ نظر نہیں آتا۔ حقیقت صدف کے کھلنے پر عیاں ہوتی ہے۔ اسی طرح عشق حقیقی دل کے پردوں میں پنہاں ہوتا ہے۔ آزادی کے بعد آپ کو موذن مقرر کیا گیا۔ آپؓ اذان کے بعض الفاظ کو صحیح معنوں میں ادا نہ کر سکتے تھے۔ بالخصوص لفظ " حَیَّ " " ہی " ادا کرتے تھے اس پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحت الفاظ کے ساتھ اذان نہیں کہہ سکتے اس لیے کسی خوش آواز موذن کا انتخاب فرمائیے تاکہ غیر مسلم اذان سُن کر متاثر ہوا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سُن کر غصہ میں آگئے اور فرمایا۔ خدا کی بارگاہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ " ہی " بلاشبہ سینکڑوں " حَیّ وحَیّ " سے بہتر ہے۔ کیونکہ بلال میرا محبوب ہے اور محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ مولانا حسنؒ نے کیا خوب لکھا ہے ۔

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اُسکا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

اسلام لانے کے بعد مختلف غزوات میں حصہ لیا۔ بدر و حنین میں شریک ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد کچھ دل اس قدر بے قرار ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جگہ کو خالی دیکھنا محال ہو گیا۔ چنانچہ مدینہ منورہ چھوڑ کر جہاد کے لئے چلے گئے۔ ایک عرصے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور پُر نور نے فرمایا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیا ظلم ہے۔ ہمارے پاس کبھی آئے ہی نہیں

Marfat.com

اِس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ حاضری دی مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اذان کی درخواست کی لیکن آپ نے منظور نہ کیا۔ ان حضرات میں سے کسی نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کروائی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر گوشوں کی درخواست ایسی نہیں تھی۔ کہ انکار کی گنجائش ہوتی۔ اذان کہنا شروع کی۔ مدت بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کی اذان کانوں میں پڑی۔ مدینہ میں اذان سن کر کہرام مچ گیا۔ لوگ روتے ہوئے گھروں سے باہر نکل پڑے۔

اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی (اقبالؒ)

چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے اور ۲۰ھ میں دمشق میں وصال ہوا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشی نژاد تھے غلام تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق رسول دل و دماغ پر چھا گیا تو سب کچھ بھول گئے۔ اَحَدٌ اَحَدٌ کی صدا بلند ہوتی رہی

؎ نوا را تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی حدی را تیز تر می خواں چوں محمل را گراں بینی

دکھ کے بعد سکھ آتا ہے۔ امتحان میں کامیابی کے بعد انعام سے نوازا جاتا ہے۔ یہ اصول فطرت ہے۔ آزمائشوں سے گزرنے کے بعد صلہ یہ ملا کہ عمر بھر موذن رسول رہے۔ اور سفر و حضر میں یہ خدمت آپ کے سپرد رہی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے نامور صحابی ہیں آپ کا شمار بڑے زاہدوں اور علماء میں ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔ "ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے علم کو حاصل کئے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر انہوں نے اسے محفوظ کر رکھا ہے۔

<u>اسلام لانے کا واقعہ</u>:۔ آپ مدینہ شریف کے رہنے والے تھے۔ حضور اقدس

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو یہ خبر مدینہ شریف بھی پہنچی۔ جب یہ خبر وہاں پہنچی تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا تاکہ حقیقت حال معلوم ہو سکے جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ اُس کے حالات معلوم کرو۔ اُس کے کلام کو سنو۔ چنانچہ آپ کے بھائی مکہ مکرمہ تشریف لائے حالات کی تحقیق کی واپس گئے اور اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے انہیں اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا ہے۔ کلام ایسا ہے جو نہ تو شعر ہے اور نہ کاہنوں کا کلام۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان باتوں سے تشفی نہ ہوئی۔ چنانچہ خود مدینہ جانے کی تیاری کر لی۔

مبارک سفر:۔ آپ نے تیاری کی۔ سامان سفر لیا اور سیدھے مکہ تشریف لائے۔ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ اجنبی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے نہیں تھے۔ کسی سے پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا شام تک مسجد میں رہے۔ شام کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پردیسی سمجھ کر ان کو اپنے گھر لے آئے میزبانی کی۔ لیکن یہ نہ پوچھا کہ کیوں آئے۔ آپ نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا اور صبح پھر مسجد آ گئے دن بھر اسی حال میں گزر گیا۔ خود رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ نہ چلا اور کسی سے دریافت نہ کیا۔ دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھ کر پردیسی مسافر ہے کسی غرض کے لیے آیا ہے۔ جو پوری نہیں ہوئی۔ پھر شام کو گھر لے گئے۔ کھانا کھلایا۔ بستر دیا۔ لیکن پھر بھی نہ پوچھا کہ آپ کس غرض سے آئے ہیں۔ اگلا دن پھر مسجد میں گزرا اور شام کو وہی پرانی صورت پیش آئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم کس کام آئے ہو۔ اس پر پہلے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قسم لی اور عہد لیا کہ صحیح بتائیں گے۔ اس کے بعد اپنا مدعا عرض کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا۔ میں وہاں تک پہنچا دونگا۔ البتہ مخالفت کا زور ہے۔ راستے میں اگر مجھے کوئی ایسا شخص ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم کو اندیشہ ہو۔ تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا۔ اس لئے تم سیدھے چلتے رہنا۔ رکنا نہیں تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ آپ میرے ساتھ ہیں۔ چنانچہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اگلی صبح

Marfat.com

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات چیت ہوئی۔ تسکین قلبی نصیب ہوئی۔ اُسی وقت مسلمان ہو گئے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تکالیف کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اپنے اسلام کا اظہار نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ جب ہمارا غلبہ ہو جائے اُس وقت آ جانا آپ نے عرض کی یا رسول اللہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اِس کلمہ توحید کو ان بے ایمان لوگوں کے بیچ میں باآواز بلند پڑھوں گا چنانچہ اُسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله چلاّ کر پڑھا تھا۔ کہ چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ اس قدر مارا اور زخمی کیا کہ مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو بچانے کے لئے لپٹ گئے اور لوگوں سے کہا کیا ظلم کرتے ہو۔ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے یہ قبیلہ ملک شام کے راستے پر پڑتا ہے۔ تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مر گیا تو شام کا آنا جانا بند ہو جائے گا۔ لوگوں کو خیال آیا کہ واقعی ہماری ساری ضرورتیں شام سے پوری ہوتی ہیں راستہ بند ہو گیا تو مصیبت بن جائے گی۔ لہذا اِن کو چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر اُسی طرح مسجد میں جا کر بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ لوگ پھر ٹوٹ پڑے۔ لیکن حضرت عباسؓ کے کہنے پر ٹل گئے۔ اسلامی ولولہ اور جوش اس قدر تھا کہ باوجود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ابھی اسلام کو چھپاؤ۔ ضبط نہ کر سکے۔ جب یہ دین حق ہے تو پھر کسی کا کیا ڈر ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم شفقت کی وجہ سے تھا کہ ممکن ہے تکلیف برداشت کرنے کے متحمل نہ ہو سکیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے پناہ تکالیف اُٹھا رہے تھے لہذا حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سہولت کی بجائے اتباع رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کیا۔ یہی ایک جذبہ تھا۔ جس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر مشکل کو عبور کر گئے۔ جو کلمہ شہادت پڑھ لیتا۔ پھر بڑی سے بڑی قوت اُس کو روک نہیں سکتی تھی۔ دین کی اشاعت سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔

آپ انتہائی زہد و تقویٰ کے مالک تھے مال نہ خود جمع کرتے تھے اور نہ دوسروں کے

Marfat.com

پاس جمع دیکھنا پسند کرتے تھے۔ ایک جنگل میں رہتے تھے۔ چند اُونٹ ملکیت تھے۔ ایک خادم ان کی دیکھ بھال کرتا اُن کی آمدنی سے گزر اوقات کرتے تھے۔

حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام لانے سے پہلے آپ بڑے ناز و نعمت میں پلے تھے امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ باپ دو دو سو درہم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے۔ ظہورِ اسلام کے وقت نوعمر تھے اسلام کے آغاز میں ہی گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے۔ کسی نے ان کے گھر والوں کو خبر کر دی گھر والوں نے آپ کو باندھ کر قید کر دیا کچھ روز اسی حالت میں گزارے۔ جب موقع ملا تو چھپ کر گھر سے بھاگ گئے اور اُن حضرات سے جا ملے جو حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے آپ بھی اُن کے ساتھ ہجرت کر گئے۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور زہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ پر مالی اعتبار سے انتہائی تنگی کا وقت تھا ایک مرتبہ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے آپ سامنے سے گزرے۔ بدن مبارک پر صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ ایک جگہ کپڑے کی بجائے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اِن کی موجودہ غریبانہ اور پتلی حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔

غزوہ اُحد میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ جب مسلمان نہایت پریشانی کے عالم میں منتشر ہو رہے تھے تو آپ بڑے اطمینان سے جمے کھڑے تھے ایک کافر آپ کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے۔ اس طرح مسلمانوں کو کھلی شکست ہو جائے۔ انہوں نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا لے لیا۔ اُس نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دیا آپ نے دونوں بازؤں کو جوڑ کر سینے سے جھنڈے کو چمٹا لیا اور دانتوں سے مضبوطی سے تھام لیا تاکہ گرنے نہ پائے اس کے بعد اس کافر نے تیر مارا۔ جس سے آپ شہید ہو گئے۔ مگر زندگی میں جھنڈے کو گرنے نہ دیا۔ اس کے بعد جھنڈا

Marfat.com

گرا۔ جس کو فوراً دوسرے شخص نے اٹھالیا۔

ایمان جب کسی کے دل میں گھر کرتا ہے تو وہ دنیاوی عیش و عشرت اور رشتوں ناطوں سے منہ موڑ لیتا ہے۔ بچپن کی زندگی، نازو نعمت، قیمتی کپڑوں کے جوڑے سب کچھ ترک کر دیا۔ زہد و فقر کی زندگی بسر کی۔ یہی قربانی کیا کم تھی۔ دیکھیں آخر وقت اللہ تعالیٰ نے کس سخت امتحان میں ڈالا۔ ہاتھ تو بڑی بات ہے۔ انگلی کٹ جائے تو درد انسان کو بے قرار اور بے بس کر دیتی ہے۔ یہاں تک ایک نہیں دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں۔ ہاتھوں کی کس کو پرواہ ہے۔ عشق تو یہ ہے کہ دین اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہو۔ دونوں ہاتھ کٹنے کے بعد درد و کرب کا اندازہ کرنا کس کے بس کی بات ہے۔ جھنڈا پھر بھی سینے سے چمٹایا ہوا ہے۔ دانتوں سے پکڑا ہوا ہے۔ آخری سانس تک یہ گوارا نہ ہوا کہ جھنڈا چھوڑ دوں۔ پٹی کروا لوں خون بہنا بند کروا لوں شاید زندگی بچ جائے جھنڈا کوئی اور اٹھائے۔ یہ سوچ ہم دنیادار کو ہو سکتی ہے۔ عشق کا انداز اور ہے۔ عاشق تو اس بات کا متمنی ہے کہ اس کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے بدن چھلنی ہو جائے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھمبے کے ساتھ جکڑے ہوئے برچھیوں کی یورش پر منہ سے اُف نہیں کہتے۔ حضرت حرامؓ بیر معونہ سے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا کہ میرا تو شہادت چھوڑ جانے کو دل نہیں چاہتا۔ یہی معاملہ یہاں ہے حضرت مصعب بن عمیر تو دین الٰہی کی سربلندی اور شہادت کے متوالے ہیں۔ دونوں طرف عظیم کامیابیاں سامنے ہیں جو مل جائے وہی غنیمت ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق تمام مصطفیٰؐ، عقل تمام بولہب
گاہ بحیلہ می برد۔ گاہ بزور می کشد

حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے کفار مکہ نے راستہ روک لیا۔ باوجود ناموافق حالات کے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے لڑائی سے گریز کیا۔ کفار کی تمام شرائط قبول کر لیں۔ چنانچہ صلح نامہ حدیبیہ مرتب ہوا صلح نامہ ابھی لکھا جا رہا تھا کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مسلمان ہونے کی پاداشس میں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہا تھا۔ کسی طرح بیڑیاں پہنے گرتے پڑتے حدیبیہ میں پہنچ گئے اور حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آگرے۔ آپ کا باپ سہیل صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھا۔ بیٹے کے منہ پر طمانچہ مارا اور واپسی کا مطالبہ کیا۔ صلح نامہ کی شرائط میں ایک شرط یہ تھی۔

"کافروں میں جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اُس کو واپس کر دیں گے اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہو کر مکہ واپس چلا آئے تو اُسے واپس نہ کیا جائیگا"

سہیل کا حال سُن کر حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابھی معاہدہ مرتب نہیں ہوا پھر پابندی کس بات کی مگر انہوں نے اصرار کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک آدمی مانگا ہی دے دو۔ لیکن وہ نہ مانے۔ سہیل نے کہا اگر ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں سے پکار کر فریاد کی میں ستم رسیدہ ہوں۔ مصیبتیں اُٹھا کر آیا ہوں۔ ابھی واپس کیا جا رہا ہوں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی کا حکم فرمایا یہ حکم ربی تھا۔ وعدے کی پابندی تھی۔ حالات کا تقاضا یا وقت کی نزاکت ہم کچھ مان لیں۔ لیکن امتحان اور ابتلا کی دنیا میں یہ بڑا ہی مشکل اور صبر آزما وقت تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں پر کیا گزر رہی تھی۔ اس کا حال اللہ ہی کو معلوم تھا۔ حضور نے تسلی فرمائی، صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا عنقریب حق تعالیٰ شانہ، تمہارے لئے سبیل نکالے گا۔

وہ دین جس کی خاطر مشکلات اٹھائیں ہیں۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں ایسے دین سے باز آیا۔ مجھے وہی آبائی دین اچھا جس کی پیروی میں مجھے کوئی پوچھتا نہیں۔ مسلمانوں کی زندگی میں ایسے نازک مراحل میں شیطانی وسوسے بڑا کارگر ہوتا ہے۔ اس سے بچنا کوئی مشکل بھی نہیں اور یہ بڑا محال ہے۔ میں نے دونوں باتیں کہہ دیں۔ مشکل نہیں اور مشکل ہے بھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کرم کرے۔ شیطانی وسوسوں کے مقابلے کی تاب دے سکتا ہے۔ طلب میں صدق ضروری ہے اگر صدق ہو تو کوئی محال نہیں۔ جب

Marfat.com

جنت کی خوشبو اُحد پہاڑ (غزوہ اُحد) کی پچھلی طرف سے آرہی ہے۔ وہاں پہنچنا ہے۔ جو اُس کا مشتاق ہو۔ اُسے موت وحیات کی کیا پرواہ۔ مصائب کس خاطر میں لیکن ہم جیسے کمزور اور وقتی منفعت کے طلب، تن آسان، مصائب سے کترانے والے سب شیطان کے آگے ایسے ہی ہیں۔ جیسے فاختہ کے پر باندھے ہوں۔ ٹانگیں اور تنیچے ریشمی دھاگے میں الجھا کر اور گلے میں نائیلون کی رسی ڈال کر باندھ دیا جائے۔ اب باز کو بھاگ دوڑ کی ضرورت ہی نہیں فاختہ کے مذکورہ انداز سے مطلب یہ ہے کہ عمل سے ہم سب عاری ہیں۔ کام نہ ہو۔ عیش وعشرت کے سامان سب موجود ہوں کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ اور بس ریشم میں تنیچے الجھنے سے مراد یہ ہے کہ ہم دُنیا داری، مال ودولت، جاہ وجلال اور خویش واقارب کے دھندے میں ایسے گُم ہیں کہ یہ ہمیں چھوڑتے ہی نہیں ایک نپٹا تو دوسرا اور دوسرا نپٹا تو تیسرا۔ علیٰ ہذا القیاس گردش جاری رہتی ہے۔ گلے میں رسی سے مُراد یہ ہے کہ ہماری سوچ کا محور صرف اور صرف دنیوی زندگی تک محدود رہ گیا ہے۔ مادیت ہم پر غالب آگئی ہے۔ گردش روز وشب میں ہم اس قدر کھوئے ہوئے کہ مستقبل کی خبر ہی نہیں۔ منصوبہ جات اور نفسانی اُمنگوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ پوری دنیا سمٹ آئے شکم سیر نہیں ہوتا۔ مسائل بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ عاقبت کی خبر نہیں۔ مذہب کو مذہبی رہنماؤں کے وعظ تک محدود رکھتے ہیں۔ عام طور پر یہ تاثر ملتا ہے کہ عمل کسی اور کا کام ہے۔ جانتے بھی ہیں۔ دیکھتے بھی اور سنتے بھی لیکن پھر بھی جام پر جام اور خم پر خم لنڈھائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا شیطان کو بھاگ دوڑ کی ضرورت ہی نہیں ہم تو رہتے ہی اُس کے دام میں ہیں کوشش اور تگ ودو تو اس کے لئے ہو جو جال سے آگاہ ہو اُس سے بھاگے یا اُس سے نکل بھاگنے کی کوشش کرے۔ اللہ ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ " ایذا دیئے گئے میری راہ میں"۔ اِس سلسلے میں حضرت خبیبؓ

Marfat.com

بن عدی اور زید بن الدثنہ کا قصہ بڑا ایمان افروز ہے یہ ۶۲۵ء کا واقعہ ہے۔ آپ کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ جن کی تعداد کل چھ تھی۔ چند نو مسلم عربوں کی خواہش کے مطابق تبلیغ دین کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یہ کفار کی ایک چال تھی۔ چنانچہ رجیع کے مقام پر مدعو کرنے والے قبیلہ کے سَو جنگ جُو آدمیوں نے ان کو اچانک گھیرے میں لے لیا۔ ان صحابہؓ نے مقابلہ کے لئے تلواریں نکال لیں۔ مگر انہیں وار کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ ان میں سے تین شہید ہو گئے اور تین گرفتار ہوئے۔ اسیران کو مکہ لایا جا رہا تھا۔ ایک صحابیؓ راستے میں بندھے ہوئے ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے اور دشمن پر حملہ کر دیا لیکن وہ خود شہید ہو گئے۔ بالآخر مذکورہ دونوں صحابی مکہ پہنچے۔ گرفتار کرنے والوں نے مکہ میں لا کر کفار کے ہاتھ فروخت کر دیا کفار بیقرار تھے کہ ان کو مار کر اپنے کھوئے ہوئے رشتہ داروں کا بدلہ لیں۔ چنانچہ دونوں قیدیوں کو مکہ کے شمال مغرب میں میدان میں لایا گیا۔ لکڑی کے دو کھمبے گاڑھ کر قیدیوں کو اُن کے ساتھ باندھنے کے لیے لایا گیا۔ انہوں نے آخری نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ چنانچہ جب یہ نماز ادا کر چکے تو کھمبوں کے ساتھ جکڑ دیا گیا۔

اب ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو موت اور زندگی کا اختیار دیا گیا۔ جسے چاہو اختیار کرو۔ قریش کے عقیدہ شرک کی طرف لوٹ آئیں تو جان بچ سکتی ہے۔ بصورت دیگر موت ہے چنانچہ ان حضرات نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ کے اس قول مبارک کو اختیار کیا۔

حضور پاک کا ارشاد ہے "مسلمانو! تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اُسے اُس کے مال، اولاد اور جان سے پیارا نہ ہوں"

ابو سفیان نے دونوں قیدیوں کے پاس جا کر باری باری کہا کیا تم نہیں چاہتے کہ تم اپنے اپنے گھروں میں بحفاظت ہوتے اور تمہاری جگہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہاں ہوتے"

ان دونوں نے جواب دیا ہماری ایک جان تو کیا ہزار جانیں ہوں سب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے قربان کر دیں گے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے یہ گوارا نہیں۔ ابو سفیان غیظ و غضب کے عالم میں واپس آگیا۔ اور اُس

Marfat.com

نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں نے اپنے لوگوں میں اپنے سردار سے اس قدر محبت کرتے کسی کو نہیں دیکھا۔ جس قدر محمدؐ کے آدمی محمدؐ سے کرتے ہیں۔

چنانچہ پہلے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا۔ اِن کی موت فوری اور بغیر مزید تکلیف کے واقع ہوئی ایک غلام نے آگے بڑھ کر برچھی کا ایسا وار کیا کہ وہ اُن کے سینے کے پار ہوگیا اور یہ واصل بحق ہوئے اِس کے بعد خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باری آئی آپ کے قتل کو تماشا بنایا جارہا تھا۔ اہلِ مکہ یہی تماشا دیکھنے آئے تھے۔ حکم ملنے پر ۴۰ مسلح لڑکوں نے اِس کھمبے پر یورش کی۔ انہوں نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسمِ مبارک کو برچھیوں سے چھیدنا شروع کیا۔ بعض اوقات لڑکے پیچھے ہٹتے اور پھر برچھیاں اُٹھا کر حملہ بول دیتے گویا آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ لیکن پاس پہنچ کر اپنے اپنے دار روک لیتے۔ معمولی چیرے اور زخم دیتے۔ جو مہلک نہ ہوتے۔ کسی کا زخم زیادہ گہرا ہوتا اور کسی کا کم۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم مبارک سینکڑوں زخموں کی وجہ سے خون میں لت پت ہوگیا۔ کرب و بلا کا اندازہ کون کرسکتا ہے کہ کیا گزر رہی تھی۔ لیکن پروانہ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُف تک نہ کی۔ تماشائی نظارے سے پھڑک اُٹھے یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ پھر ایک آدمی برچھی لے کر خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اُس نے لڑکوں کو روک لیا۔ شاید اُن کا انتقامی جذبہ اب مطمئن ہوچکا تھا وہ اپنا بدلہ لے چکے تھے۔ ناظرین جی بھر کر تماشا دیکھ چکے تھے۔ اِس آدمی نے برچھی ماری اور اُسے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کے پار کردیا۔ ان دونوں لاشوں کو گلنے سڑنے کے لئے اُسی مقام پر رہنے دیا گیا یہ کھیل ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے کروایا تھا۔

اس موقع پر یہ شہدا اگر جان بچانے کے لیے کہہ دیتے کہ آبائی دین پر لوٹ آتے ہیں۔ تو جان بچ سکتی تھی۔ چھپ کر اور بھاگ کر واپس جاسکتے تھے۔ شریعت اِس کی اجازت دیتی ہے لیکن کلمہ حق کی سربلندی اور حبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہی تقاضا تھا کہ اعدادِ دینِ اسلام کو یہ بتایا جائے کہ جن کے دِل نورِ ایمان کی حلاوت سے آشنا ہوتے ہیں۔ اِن کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی۔ ظلم و ستم ڈھانے اور نہ ڈھانے برابر ہیں۔ موت ان کی نظر میں موت نہیں بلکہ۔

ع فقط عالم معنیٰ کا سفر ہے

Marfat.com

جو ابدالآباد کی نعمتوں اور نوازشوں سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

حضرت خباب بن الارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہستیوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کو اسلام کے لئے وقف کیا۔ اللہ کی راہ میں تکالیف برداشت کیں۔ آپ اعلانِ نبوت کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے۔ آپ اسلام قبول کرنے والے پہلے دس حضرات میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہیں طویل عرصہ تک تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ ایک عورت کے غلام تھے۔ آپ کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا۔ جس میں گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے۔ گرمی اور پسینے کی وجہ سے گوشت گل کر بالخصوص کمر سے گر گیا تھا۔ عورت جو کہ مالکہ تھی اُسے خبر ملی کہ آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملتے ہیں تو وہ گرم لوہے سے آپ کے سر کو داغ دیتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ آپ سے اُن کی تکالیف کی تفصیل دریافت فرمائی۔ جو اُن کو اسلام لانے کے بعد پہنچائی گئی تھیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ میری کمر دیکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمر دیکھ کر فرمایا۔ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں۔ پھر اسلام کے دیوانے نے عرض کی۔ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا۔ میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔

اِن حالات کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں فرق نہ آیا۔ آپ کا وصال ۷۳ سال کی عمر میں ہوا۔ کوفے میں سب سے پہلے دفن ہونے والے صحابی آپ ہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکی والدہ کا قصّہ

آپ مکہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو اسلام لانے کے بعد سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ سخت گرم اور ریتلی زمین پر اُن کو عذاب دیا جاتا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جب کبھی اُس طرف گزر ہوتا۔ تو صبر کی تلقین فرماتے۔ جنت کی بشارت دیتے آپ کے والد حضرت یاسر اِسی طرح تکلیفیں اُٹھاتے اُٹھاتے مالک حقیقی سے جا ملے۔ کفار نے ایک دن بھی چین نہ لینے دیا۔ والدہ ماجدہ کو ابوجہل ملعون نے برچھا مار کر شہید کر دیا لیکن وہ اسلام سے نہ ہٹیں۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت انہی کی ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اور شرف حاصل ہے۔ اسلام میں سب سے پہلی مسجد بھی آپ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایک مکان بنانا چاہا۔ جس میں آپ تشریف فرما ہوا کریں۔ دوپہر کو آرام فرمایا کریں اور سایہ میں نماز ادا کر سکیں۔ تو قبا میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے پتھر جمع کئے اور مسجد بنائی جو آج کل مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ جہاد میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیتے تھے ایک لڑائی میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کی عمر ۹۴ سال کے لگ بھگ تھی۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکٹھے ایک ہی دن اِسلام لائے۔ اتفاق سے در اقدس پر ملاقات ہو گئی۔ ایک دوسرے سے مدعا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں کا مدعا ایک ہی ہے۔ دونوں اِسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہو کر اِسلام لائے۔ ظلم و جبر اور باد سموم نے آپ کو ستایا، تکلیفیں دی گئیں۔ ظلم و ستم سے تنگ آکر آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ کافروں کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ یہ مظلوم کسی دوسری جگہ آرام کی زندگی بسر کریں۔ آپ نے جب ہجرت کی تو باقی مسلمانوں کی طرح آپ کا پیچھا کیا گیا۔ ایک جماعت آپ کو پکڑنے کے لیے گئی۔ جب جماعت نے انہیں جا لیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور کفار کو کہا کہ تمہیں معلوم ہے میں تم سب سے بہتر تیر انداز ہوں۔ جب تک ایک بھی تیر میرے پاس رہے گا تم مجھ تک نہ پہنچ

Marfat.com

سکو گے۔ تیر ختم ہونے کے بعد میں تلوار سے لڑوں گا اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں ہے تم نزدیک نہیں آ سکتے۔ ہاں جب تلوار میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ اِس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا۔ ہاں ایک اور بات ہے اگر تم چاہو تو میں اپنی جان کے بدلے اپنے مال کا پتہ بتا دیتا ہوں جو مکہ میں ہے۔ اور ساتھ دو باندیاں بھی ہیں۔ وہ سب تم لے لو۔ اس پر وہ راضی ہو گئے۔ آپ نے اپنا مال دے کر جان بچالی۔

یہ کتنی بڑی قربانی ہے۔ ہجرت کی ہے۔ مال دے دیا باندیاں دے دیں۔ دین کی خاطر سب کچھ لٹا دیا۔ یہ نہ سوچا کہ زندگی کیسے گزرے گی۔ ضائع ہونے کے بعد یہ مال دوبارہ اکٹھا ہو سکے گا یا نہ۔ اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے دنیا دی دولت کی وقعت ختم کر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔

ترجمہ:۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو بیچ لیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت مکہ کے بعد قبا میں تشریف فرما تھے۔ آپ بھی وہاں پہنچ گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دیکھ کر مسکرا پڑے اور فرمایا۔ نفع کی تجارت کی ہے۔ آپ اللہ کی راہ میں بڑی فراخدلی سے خرچ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ عرض کی ناحق خرچ نہیں کرتا۔

بئرِ معونہ کی لڑائی

بئیر معونہ ایک مشہور لڑائی ہے۔ اس میں ۷۰ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک پوری جماعت کی جماعت شہید ہوئی۔ جن کو قراء کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب حضرات قرآن پاک کے حافظ تھے ان میں چند مہاجرین تھے اور باقی سب انصار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

کو ان سے بہت محبت تھی۔ کیونکہ یہ رات کا اکثر حصہ ذکر و تلاوت میں گزارتے تھے اور دن کو حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ اِس مقبول جماعت بارگاہ رسالت مآب کو نجد کا رہنے والا ایک شخص جس کا نام عامر بن مالک اور کنیت ابو براء تھی، اپنی پناہ میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اِس شخص نے پورا پورا اطمینان دلایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اِن ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کے ہمراہ بھیج دیا اور ایک خط عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامرہ کا رئیس تھا، تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے روانہ ہو کر بیئر معونہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور دو ساتھی ایک حضرت عامر بن امیہ اور دوسرے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ سب کے اونٹوں کو لے کر چرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ دو اور ساتھی لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک نامہ دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ منزل کے قریب پہنچ کر حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا آپ یہیں ٹھہریں۔ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغا بازی نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا۔ ورنہ یہیں سے واپس چلے جانا۔ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عامر بن طفیل، اِس عامر بن مالک کا بھتیجا تھا جو مسلمانوں کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ عامر بن طفیل کو مسلمانوں سے سخت عداوت تھی۔ حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نامہ مبارک دیا۔ عامر پر شیطان اس قدر غالب ہوا۔ اِس کو اتنا غصہ آیا کہ اُس نے خط پڑھا بھی نہیں اور حضرت حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ایسا تیر مارا جو پار نکل گیا۔ اِس نے نہ چچا کی پرواہ کی اور نہ سفارتی آداب کو خاطر میں لایا۔ اِس کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ اِن مسلمانوں میں سے کسی کو مت چھوڑو۔ لوگ ابو براء کی پناہ کی وجہ سے متردد تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے آس پاس سے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت جمع کی اور اِن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقابلہ کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چاروں طرف سے گھیرے میں آ گئے، کہاں تک مقابلہ کرتے۔ بہرحال مقابلہ کرتے کرتے سب شہید ہو گئے۔ کعب بن زید میں ابھی زندگی باقی تھی لیکن کفار

Marfat.com

مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اُونٹ چرانے گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مردار خور جانور اُڑ رہے ہیں۔ دونوں حضرات یہ سوچ کر لوٹے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ اگر دیکھا تو تمام ساتھی جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔ سوار خون آلودہ تلواریں لیے ان کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر پہلے دونوں صحابہ رُک گئے باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔

عمر بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ چلو واپس چل کر حضور کو اطلاع دیں۔ مگر حضرت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جائے گی۔ میرا دل تو نہیں مانتا کہ شہادت چھوڑ کر یہاں سے چلا جاؤں۔ ہمارے دوست یہاں پڑے ہیں۔ ہمیں بھی ان سے مل جانا چاہیئے چنانچہ دونوں میدان میں گھس گئے۔ حضرت منذر شہید ہو گئے اور حضرت عمر بن امیہ گرفتار ہوئے۔ عامر بن طفیل کی ماں کے ذمے کسی منت کے سلسلے میں ایک غلام آزاد کرنا باقی تھا۔ لہٰذا حضرت عمر بن امیہ کو عامر کی ماں نے آزاد کرا دیا۔

نعش آسمان کی طرف چلی گئی :-

ان حضرات میں جو شہید ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ ان کے قاتل جبار بن سلمیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب ان کو برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انہوں نے کہا " فُزْتُ وَاللّٰہِ " ۔ خدا کی قسم میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اُن کی نعش آسمان کو اُڑی چلی۔ میں بہت حیران ہوا۔ جبار بن سلمیٰ نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا اور وہ مرے لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ میں کامیاب ہو گیا۔ وہ کامیابی کیا تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی۔ اس پر میں مسلمان ہو گیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اسلام بجا طور پر فخر کرتا ہے۔ اور یہی وہ ہستیاں ہیں جو قوموں کی تقدیر بدلتے ہیں۔ اسلام کی گود میں ایسے فرزندوں کی کبھی بھی کمی نہیں ہوئی اور نہ ہے۔ صرف ہم مادیت کی زد میں اگر غیروں کی رو میں بہہ رہے ہیں۔ جس نے نونہالانِ اسلام کے اصلی

Marfat.com

جوہر پر دھول ڈال دی ہے۔ اگر ہم اسے صاف کریں۔ اپنے آپ کو اسلام کے آئینے میں

دیکھیں تو واپس اپنی جگہ پر آ سکتے ہیں۔ مادی محرومی کے احساسِ کمتری کو دور کیا جا سکتا ہے
ایک خرابی کی درستی کئی برائیوں کا خود بخود درماں ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (پ۲ - البقرہ - ع آخری)

اگر اللہ بعض لوگوں کے شر کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرمائے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا ہے لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔

Marfat.com

اسلام میں دفاع کی اہمیت

اسلام میں مدافعانہ جنگ کی اجازت ہے، جارحانہ اور غارت گری کی نہیں۔ آزادی کا تحفظ کفر و شرک کا خاتمہ، دین کی اشاعت، مظلوموں کی مدد اور بنی نوع انسان کو امن و سکون کا ماحول فراہم کرنا اس کا حتمی مقصد ہے۔ اپنی آزادی اور تحفظ کا جذبہ صرف انسان و حیوان تک ہی محدود نہیں بلکہ نباتات اور دیگر اشیائے عالم میں بھی پایا جاتا ہے۔ وہ نرم و نازک ریشہ جو کسی درخت کے بیج سے نمو پاتا ہے۔ دانہ جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ یہ چٹان اور نرم زمین کو پھاڑتے ہوئے باہر نکل آتے ہیں۔ کمزور مخلوق مرغی اور دوسرے پرندے اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے چیل بلکہ شاہین تک سے ٹکرا جاتے ہیں۔ آزادی کی حفاظت ایک فطری عمل ہے۔

ارشادِ نبوی: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جہاد کے متعلق ایک ارشاد پاک یہ ہے کہ جو کوئی جہاد کئے بغیر یا کم از کم اس کی تمنا کئے بغیر مر جائے تو اس کی موت مسلمان کی موت نہیں بلکہ ایک لحاظ سے منافق کی موت ہے۔

اِنما الاعمال بالنیات — اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہاد کی آرزو نہیں رکھتا وہ ایک فرض سے غافل ہے یا اس سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اسکی دو صورتیں ہیں اگر زندگی میں جہاد کا موقع آیا اور وہ اس میں حصہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود اس میں شریک نہ ہوا تو فرض ترک کر دیا۔ فرائض کا چھوڑنا ایمان کو ناقص کر دیتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اتنا پُر امن اور طویل دور نہیں گزرا جس سے ایک شخص یہ کہہ سکے کہ میری زندگی میں جہاد کا موقع ہی پیش نہیں آیا۔ لہٰذا بغیر شرعی عذر کے جہاد میں حصہ نہ لینا یا اس کی زندگی

Marfat.com

پھر آرزو نہ کرنا۔ دونوں قریب قریب برابر ہیں کہ اُسے اُس سے محبت نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو کبھی اِس کے دِل میں خواہش پیدا ہوتی اگر خواہش پیدا ہوتی تو وہ اس میں شریک ہونے کی آرزو کرتا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلف صالحین کے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ جس میں انہوں نے جہاد کی فضیلت اور اس کے ثواب کو سُن کر حصہ لینے کی تمنا کی۔ شہادت کی آرزو کی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شہادت نصیب ہونے کی دعا فرمانے کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ شخص جو اس سب کے باوجود رغبت نہیں رکھتا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا مسلمان اپنے اندر نور ایمان نہیں رکھتا اِس کا دِل ردگی ہے۔ اُسے اللہ اور اللہ کا رسول اور اُس کا دین پیارا نہیں۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

خدا کی قسم تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ مجھے اپنی جان و مال اور اولاد سے محبوب نہ رکھے۔

چنانچہ جو آپ کی محبت رکھتا ہو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قدم مبارک کی پیروی کرتا ہے۔ اتباع کا اہتمام کرتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک ایسا فریضہ چھوڑ دے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی گزار دی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جنگ شاہاں جہاں غارتگری است　　　جنگ مومن سنتِ پیغمبری است

بصورتِ دیگر اگر بالفرض اس کی نیت ٹھیک ہے وہ آرزو رکھتا ہے۔ لیکن اُسے موقع میسر نہیں آیا۔ لیکن یہ صرف جہاد بالسیف کی بات ہے۔ جہادِ بالنفس کا دروازہ تو شرعی بلوغت سے لے کر آخری سانس تک کھلا رہتا ہے۔ خلوص نیت والے کو جہاد کا ثواب ملے گا۔

حدیث پاک ہے۔

اللہ تمہاری صورتوں اور احوال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف نگاہ رکھتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں امور جہانبانی کی

Marfat.com

نشاندہی کی اور جہاد کے متعلق ارشاد فرمایا "کہ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے۔ وہ ذلیل ہو جاتی ہے

شرعی عذر:۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بعض قبائل جو مدینہ شریف کے آس پاس تھے وہ اس میں شریک نہ ہوئے ان کا یہ خیال تھا کہ مسلمان زندہ بچ کر واپس نہ آ سکیں گے۔ اہل مکہ ان پر غالب آ جائیں گے۔ حالانکہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں۔ قربانی کے جانور ساتھ تھے اس کے باوجود ان لوگوں کا نفاق انہیں اللہ کی راہ میں نکلنے سے مانع ہوا۔ انہوں نے اہل و عیال کی خبرگیری اور دنیاوی مشغولیت کے عذر لنگ بنائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور حقیقت حال ظاہر کر کے ان کو دردناک عذاب سے ڈرایا تو اس پر اپاہج اور صاحب عذر لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گذارش کی کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّعَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ — اندھے پر تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر مواخذہ۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے نابینا، اپاہج لنگڑا جسم کا کمزور، بیمار، مفلس، نابالغ، ہاتھوں کا ناکارہ بوڑھا اور جس کے پاس سامان جہاد نہ ہو۔ اُسے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ یہ ظاہری عذر ہے اور یہ لوگ جہاد میں حصہ لینے کے قابل نہیں۔ اس لیئے ان کے لیئے جہاد میں نہ جانا جائز ہے۔ یہ لوگ نہ دشمن پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور نہ بھاگ دوڑ پر قادر ہیں اور نہ ہی اپنے بچاؤ کا سامان کر سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی عذر ہیں مثلاً حد درجہ کی محتاجی جس کی وجہ سے وہ سفر اور سامان جہاد حاصل کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ ایسے کام جو اس سے مانع ہوں مثلاً کسی مریض کی دیکھ بھال جو کہ اس پر لازم ہو اور کوئی دوسرا آدمی اس کو انجام دینے والا نہ ہو۔

مثالیں:۔ غزوۂ بدر میں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو اس میں حصہ لینے سے روک دیا ان کی اہلیہ بنت رسول بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کے لیئے آپ ان کو پیچھے چھوڑ گئے اور واپسی پر اصحاب بدر کا ثواب

Marfat.com

عطا فرماتے ہوئے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

غزوہ تبوک میں جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا، بعض نادار مسلمان سامانِ سفر نہ ہونے کی وجہ سے اس میں حصہ نہ لے سکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو معذور فرمایا اور مجاہدوں کے برابر ثواب کی خوشخبری دی۔

وطن کا دفاع ایک مقدس فریضہ ہے:- دنیا میں وہی قوم صاحبِ عزت اور باوقار کہلانے کی مستحق ہے۔

جو آزادی کی نعمت سے کماحقہ بہرہ ور ہو۔ آزادی اللہ تعالیٰ کا عظیم تحفہ اور احسان ہے جو قوم اپنی آزادی کے تحفظ پر قادر نہ ہو اور جسے ہر لحہ اپنی آزادی کے سلب ہوجانے کا اندیشہ ہو وہ قوم کبھی دنیا میں اپنا وقار بلند نہیں کر سکتی۔ ایسی قوم جلد یا بدیر ایسی عظیم نعمت سے محروم ہوجائیگی۔

تاریخ اسلام میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنی شاندار اور حیرت انگیز فتوحات سے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ مسلمانوں کو جن قوموں سے مقابلہ کرنا پڑا وہ دُنیا کی بہترین فوجیں اور طاقتیں تھیں۔ اسلحہ اور تعداد کے اعتبار سے مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہوتے تھے مسلمانوں کے پاس گھوڑے بلا زین، تلواریں بے نیام اور کُند ہوتی تھیں۔ خوراک جو کی روٹی وہ بھی کبھی میسر اور کبھی فاقہ کشی اس کے باوجود مسلمانوں نے کثرت کو شکست دی۔ ان کے گھوڑوں کے سموں نے دور دراز علاقے روند ڈالے۔ قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو ہلا دیا۔ ناقابلِ شکست قلعوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ ان کی کامیابیوں کی وجہ نہ صرف بہادری اور دلیری تھی بلکہ وہ حقیقت میں ملٹری سائنس کے موجد تھے۔ انہوں نے ایسے جنگی انداز اختیار کیئے جن کی پہلے کوئی مثال نہیں تھی۔ اُن کو یہ معلوم تھا جس قوم نے غلامی کی ذلت کو قبول کیا اس کو دور کرنے کے لیے جد وجہد نہ کی وہ ہرگز نجات نہ پاسکے گی۔ جس نے فتنہ وفساد کے خاتمے کے لیئے تلوار نہ اٹھائی۔ مظلوموں کی مدد پر لبیک نہ کہا وہ اللہ کے ہاں سرخرو نہیں ہوسکتی۔ زندہ قومیں اپنی آزادی کے تحفظ کے لیے جان دینا حیات ابدی خیال کرتی ہیں۔ جب اُن کا جذبہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو فتح و کامرانی اُن کے قدم چومتی ہے۔

Marfat.com

اسلامی جہاد کے مقاصد :-

انسانی تاریخ کے آغاز ہی سے خاندانوں، قبائل اور اقوام میں جنگیں لڑی گئیں۔ اقتدار اور حکومت کی کش مکش میں انسانیت مصیبت کا شکار ہوتی رہی۔ گاؤں، شہر اور ملک تباہ ہوتے رہے۔ تہذیبیں اور قومیں مٹتی رہیں۔ اقتدار، ہوس ملک گیری، جاہ و حشم کی خواہش عموماً کسی ضابطہ اصول یا اخلاقی قدر کی پابندی نہیں کرتی وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے جائز و ناجائز سب کچھ کر گزرتی ہے۔ جنگ کے بارے میں کئی نظریئے کارفرما رہے ہیں۔ ارسطو نے قومی شہرت اور سرحدوں کی وسعت کے لیے جنگ کو جائز قرار دیا ہے۔ میکیاولی کے سیاسی فلسفے نے یورپی طاقتوں کو استعماریت کے فروغ کی بنیاد فراہم کی تاکہ وہ دوسری قوموں کو مغلوب کر کے اپنی تجارت اور فلاح و بہبود کو فروغ دیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امن کا دعویدار رہا ہے اس میں دفاع کے اصول مقرر کئے گئے ہیں تاکہ جان و مال عزت و ناموس اور ملکی سرحدوں کو تحفظ حاصل ہو۔ اقوام عالم میں اخوت اور دوستی کے رشتے استوار ہوں۔ امن و امان کو استحکام حاصل ہو۔ برائی اور ظلم کا خاتمہ ہو۔ فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ اور یہ برائی کے خاتمہ تک جاری رہے۔ مختصراً مسلمانوں کو صرف ان صورتوں میں جنگ لڑنے کی اجازت ہے۔

۱:- ظلم کے خاتمے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے وقت۔

۲:- اسلامی طرز زندگی اور تحفظ اسلام کے لیے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بارہا سوال کیا گیا۔ کیا مادی فائدوں کے لئے جنگ لڑنا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر موقع پر فرمایا۔ جنگ سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ چنانچہ مذکورہ بالا مقاصد کے لیئے جو جنگ لڑی جائے۔ اسلام کی رُو سے اُسے جہاد کہتے ہیں۔

مظلوموں کی مدد میں جہاد :-

اسلام میں ان لوگوں کے خلاف نبرد آزما ہوتے کی اجازت ہے جو اسلام کا انکار کریں دوسروں کو اسلام لانے سے روکیں کمزور مسلمانوں پر ظلم کریں۔ مظلوم کو ظلم و ستم سے نجات دلانے اور دین پر عمل پیرا ہوتے کے لیئے جنگ کرنی مسلمان کا فرض ہے۔

Marfat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَ
النِّسَاءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۔ وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ
وَلِيًّا ج وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝
(النساء ۴۔ ۷۵)

اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے اور اُن کے واسطے جو مغلوب ہیں۔ مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اِس بستی سے یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے حمایتی بنا دے اور ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار بنا دے

ابتدائے اسلام میں جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو کچھ نومسلم ایسے بھی تھے۔ جن کا ایمان کمزور اور ناپختہ تھا کچھ منافق بھی تھے جو بظاہر اسلام لا چکے تھے۔ لیکن ان کے دل کفر و شرک کے ساتھ تھے۔ منافق کا تو کام ہی یہ ہے کہ بس جان بچاؤ اور دنیاوی فائدے کے مطابق پہلو بدلتے رہو۔ البتہ جہاد کے حکم سے کچھ مسلمان بھی متردد ہوئے جان کا خوف گھبراہٹ لانے والی چیز ہے اور بالخصوص جب ایمان ناپختہ ہو۔ چنانچہ حکم ہوا کہ تمہارے پاس اس کا کوئی عذر نہیں کہ جہاد کے لئے نہ نکلو۔

آیات بالا مکہ مکرمہ کے اُن مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کے حق میں نازل ہوئیں جن کو مشرکین مکہ نے اسلام لانے کی پاداش میں قید کر رکھا تھا۔ انہیں طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے بے رحمانہ ظلم کرتے تھے وہ ان لوگوں کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے اِس بے کسی کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے۔ اے اللہ ہماری مدد فرما۔ ہمیں ان ظالم لوگوں سے اور ان کی بستی سے نجات دلا۔ اپنے پاس سے ہمارے حمایتی بھیج چنانچہ مسلمانوں کو پکار کر کہا گیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مظلوموں کی مدد کے لیے کیوں نہیں نکلتے۔ اس میں کاہلی اور بددلی والی کونسی بات ہے۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ نہیں آ سکتے تھے۔ کیونکہ مسلمان اِن کو اِس معاہدہ کی رو سے واپس کرنے کے پابند تھے۔

چنانچہ ان مظلوموں کی دعا منظور ہوئی۔ فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کا مکہ پر غلبہ ہوا تو ان کو کفار سے نجات ملی مجاہدینِ اسلام نے مظلوموں کی مدد کے لیے اپنے وطن سے

Marfat.com

دور دراز جاکر جنگیں لڑیں۔ حضرت طارق بن زیاد نے اہلِ سپین کو شاہ راڈرک کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیئے ہسپانیہ کی مشہور جنگ لڑی۔ بارہ ہزار کی قلیل فوج نے ایک لاکھ کے ٹڈی دل کو تہہ تیغ کیا اور وہاں اسلام کا پرچم لہرایا۔

حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسمؒ کو برصغیر ہند روانہ کیا۔ بحری ڈاکوؤں کا شکار مظلوم عورتیں اور بچے مدد کے لئے پکار رہے تھے۔ چھ ہزار کی مختصر سی جماعت کے ساتھ اپنے ملک سے سینکڑوں میل دور سندھ کے راجہ داہر پر حملہ آور ہوا اُسے شکست دے کر ان عورتوں اور بچوں کو آزاد کرایا۔ سندھ سے لے کر ملتان تک کا علاقہ فتح کر کے یہاں دین اسلام کی بنیاد ڈالی

اِس طرح اللہ تعالیٰ فتنہ و فساد کے خاتمے کے لئے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ ورنہ تمام مخلوق فتنہ و فساد کی لپیٹ میں آ جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(پ ۲ - البقرہ - ع آخری)

اگر اللہ بعض لوگوں کے شر کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرمائے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا ہے لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔

منافقوں اور عہد شکنوں سے جنگ:-

مسلمان اگر اسلام لانے کے بعد پُرخلوص نہ ہوں ضرورت کے وقت ساتھ نہ دیں جہاد کے لیے نہ نکلیں یا دین کی خاطر ہجرت کرنے پر آمادہ نہ ہوں عہد کر کے انحراف کر جائیں تو ان سے جنگ کرو اور اِن کو قتل کرو کہ یہ باعثِ ضرر دین ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (پ۵۔ نساء ع)

پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو ان کو پکڑو اور ان کو مارو جہاں پاؤ تم انکو اور نہ بناؤ ان میں سے کوئی دوست اور مددگار

اِن سے مراد وہ مسلمان یا منافق ہیں جو ایمان سے منہ موڑ لیں دین کی خاطر وطن چھوڑنے پر تیار نہ ہوں ایمان اُن کے دلوں میں گھر نہ کرے اور وہ اپنی پرانی جہالت کی حالت پر قائم

Marfat.com

ہوں۔ ان کے لئے حکم ہے ان کو پکڑلو اور قتل کرو۔ جہاں کہیں بھی ہوں اُن کا خاتمہ کر دو اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ ان کو دوست نہ بناؤ۔ اِن سے کوئی رابطہ نہ رکھو۔ کسی قسم کا کوئی علاقہ اور میل جول نہ رکھو۔

یہ مسلمان کے لئے باعثِ نقصان ہے۔ ہاں ایک صورت میں اِن کا قتل جائز نہیں وہ یہ کہ اِن لوگوں کا کسی ایسے قبیلہ یا گروہ سے میل ملاپ ہو۔ عہد وپیمان ہو جن کا مسلمانوں کے ساتھ صُلح کا معاہدہ ہو ایسی صورت میں یہ لوگ بھی اس صلح کے عہد نامہ میں شامل تصور کئے جائیں گے۔

اِس کی ایک مثال اسباب فتح مکہ میں ملتی ہے۔

قریش مکہ اور صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی:

صلح حدیبیہ کے بعد عرب قبائل کو آزادی تھی کہ وہ جس فریق سے چاہیں معاہدہ کرلیں۔ لہٰذا بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہو گئے اور بنو بکر نے قریش سے معاہدہ کرلیا ان دونوں قبیلوں میں قدیم عداوت تھی۔ اس لئے بنو بکر نے اچانک بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اعلانیہ بنو بکر کی حمایت کر دی۔ بنو خزاعہ نے کشت وخون میں ملک کے عام دستور کو بھی ملحوظ نہ رکھا۔ عین حرم کعبہ میں جہاں لڑائی ممنوع تھی۔ بنو خزاعہ کا خون بہایا اب خزاعہ نے دربار رسالت پناہ میں اپنی مظلومیت کی داستان سنائی۔ آپ نے قریشِ مکہ کے پاس قاصد بھیجا اور فرمایا کہ ان تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک منظور کرلو۔

۱:۔ مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔

۲:۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے کنارہ کش ہو جائیں۔

۳:۔ صلح حدیبیہ کو توڑ دیا جائے۔

قریش نے جوش میں آ کر دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔ لہٰذا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ قریش کی بار بار عہد شکنی اور مسلمانوں پر مظالم کی وجہ سے ان کا محاسبہ ضروری تھا۔ بنو خزاعہ کی لڑائی نے جواز مہیا کر دیا جس کے نتیجے میں آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں کو اللہ نے بغیر لڑائی کے فتح عطا فرمائی۔ قریش کی طاقت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو جنہوں نے اہلِ مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ سے مدد اور نصرت کی فریاد کی تھی۔ ان کو رہائی ملی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن سے مسلمانوں کا صلح کا معاہدہ ہو اُن کے حلیفوں سے جنگ کرنے سے معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ان سے نہ لڑنے کا حکم ہے اگر ضرورت پڑے تو اس قسم کے عوامل کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ حالات اور پس منظر سے اُن کو آگاہ کیا جائے۔

کفار اور منافقوں پر سختی کرو۔ اسلام میں عفو و درگزر خوش اخلاقی، خاطر مدارت اور نرمی کی تعلیم پر بڑا زور ہے اور اس کے بعض اوقات بڑے خوش آئند نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ لیکن کفار اور منافقین کے معاملے میں جب جنگ سے پالا پڑے تو حکم ہے کہ ان پر سختی کرو نرمی اور رواداری سے وہ اپنی ہٹ سے باز نہیں آئیں گے بلکہ شرارت کرنے میں اور دلیری سے کام لیں گے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو سختی سے دبا دیا جائے۔

چنانچہ حکم ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ	اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو
وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ (پ ۱۰۔ توبہ۔ ع ۱۶)	اور ان پر سختی کرو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

اس قسم کا حکم ایک جگہ کلامِ پاک میں ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ	اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو
وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ (پ ۲۸۔ التحریم۔ ع ۲)	اور ان سے سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے

عہد شکنی کی سزا:۔ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْۢبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ (پ ۱۰۔ الانفال۔ ع ۳)

اگر تجھ کو کسی سے دغا کا ڈر ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو اس طرح کہ تم اور وہ برابر ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو دغا باز پسند نہیں آتے۔

Marfat.com

عہد و پیمان کی صورت میں اگر غداری کا کھلم کھلا ثبوت مل جائے تو ان کو اطلاع دی جائے کہ تم باز آجاؤ ورنہ ہم سخت سزا دیں گے اس کے بعد اگر لڑائی کی نوبت آجاتی ہے تو پھر حملہ کرنے میں کسی قسم کے شبہ کا امکان نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دھوکہ دہی کو پسند نہیں فرماتا اور خیانت کرنے والوں کی طرف داری نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں اسکو عذاب دیگا

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ (پ ۱ توبہ ع ۲)

ان سے لڑو تاکہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے

یہ آئین فطرت ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیوں اور فتنہ و فساد ختم کرنے کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم عہد شکنوں اور منافقوں سے لڑو کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دینا چاہتا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

دشمن کے لیے گھات لگاؤ:-

دشمن کو زیر کرنے کے لیے جنگی چالوں اور مناسب تدابیر سے کام لینا۔ موقع محل کے مطابق جس طرز جنگ کی ضرورت ہو۔ اُسے اختیار کیا جائے اس کے لیے گوریلا جنگ، اچانک حملے اور گھات (AMBUSH) جو بھی ضرورت ہو اختیار کیا جائے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ (پ ۱۰۔ توبہ۔ ع ۷)

پس مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی گھات میں بیٹھو۔

معاہدہ کی خلاف ورزی:-

اسلام میں وعدہ خلافی کی اجازت نہیں سختی سے پابندی کا حکم ہے۔ وعدہ پورا کرو۔

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ط بے شک عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ صلح حدیبیہ میں معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے حضور اقدس نے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس فرمایا۔ حالانکہ معاہدہ ابھی زیر تکمیل تھا۔ تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

Marfat.com

قریش کے مطالبے پر جب وہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ آگئے تو فرمایا اسلام میں عہد کی خلاف ورزی کی کسی حال میں اجازت نہیں ہاں جب دشمن اسے توڑ دے خلاف ورزی کرے تو اس کے خلاف جہاد کرو۔

ارشاد ہے۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ لا فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ط كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ط وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ (پ ۵ - نسآء - ع ۱۲)

سو اگر وہ تم سے یک سُو رہیں پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں تم پر صلح تو اللہ نے تم کو ان پر راہ نہیں دی اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی قوم سے بھی جب کبھی وہ لوٹائے جاتے ہیں فساد کی طرف تو اُس کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پس اگر وہ تم سے یک سُو نہ رہیں اور نہ صلح پیش کریں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں تو اُن کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور ہم نے تم کو دیا ہے ان پر کھلا غلبہ۔

یہ لوگ صلح کے بعد اس کی پابندی کریں لڑائی چھوڑ دیں اور صلح کے ساتھ رہیں تو مسلمانوں کو ان کو تنگ کرنے کی اجازت نہیں اس کے بعد ایک ایسے گروہ کا ذکر ہے جو نہ تم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے تم سے لڑائی نہ کرنے کا عہد کر لیتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے دشمن اُن پر غالب آرہے ہیں تو پھر وہ عہد و پیمان کا خیال نہیں کرتے۔ موقع شناسی کے تحت تمہارے دشمنوں سے جا ملتے ہیں ایسے لوگ اگر صلح توڑ دیں۔ دست درازی کریں تم سے لڑنے کے لیے آجائیں۔ تو تم بھی لڑو اور جہاں تک ممکن ہو ان کا قلع قمع کرو کیونکہ تمہارے پاس ان کے خلاف کھلم کھلا عہد کی خلاف ورزی کی حجت موجود ہے۔

دشمن کی سرکوبی میں کاہلی اور کم ہمتی نہ دکھاؤ:- دشمن سے مقابلہ کی صورت

میں مجاہد کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سفر، بھوک، پیاس، سردی، گرمی ہتھیاروں اور سازوسامان کا اُٹھانا۔ پہرہ دینا، پٹرول اور گشت وغیرہ کرنا، زخمی ہونا ان تکالیف کا مجاہد کو سامنا ہوتا ہے۔ لہٰذا حکم ہے کہ ان مشکلات اور مشقتوں کی وجہ سے دشمن کا خاتمہ کرنے اور اس کا پیچھا کرنے میں سستی اور کمزوری نہ دکھاؤ، یہ مشقت تم پر اور تمہارے دشمنوں پر برابر ہے۔ وہ بھی ان تمام مشکلوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ لیکن آپ کی اور اُن کی مشقتوں کا اجر مختلف ہے۔

ارشاد ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ اٰیۃ ۔ نسا ۔ ع ۱۲

اور اُن کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو۔ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں۔ جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے اُمید ہے جو اُن کو نہیں۔

مقصد یہ ہے کہ جنگ کی مشقت میں تو تم دونوں برابر ہو لیکن اللہ کے ہاں جو تمہارا اجر ہے جو تمہارا مقام ہے، اُس کی امید کافر کو نہیں۔ وہ آخرت میں قطعی خسارے میں ہے جب کہ تمہارے لئے غازی کا انعام ہے۔ شہادت کا عظیم مرتبہ اور جنت کے مراتب ہیں۔ غازی یا شہید دونوں پلڑے ایک سے ایک اعلیٰ وارفع ہیں۔

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا ۔۔۔ پُردم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد

آیات بالا غزوہ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی واپس ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم دیا کہ ان مشرکین کا پیچھا کیا جائے۔ چونکہ لڑائی کا کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ پہلے مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور بعد میں تیر اندازوں کے جگہ چھوڑنے سے عقب سے حملہ ہوا تو کفار کا پلہ بھاری تھا۔ اِس لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ کفار پلٹ کر حملہ نہ کردیں اور بعد میں یہ اندیشہ درست نکلا روحا کے مقام پر ابوسفیان کو خیال آیا کہ لڑائی کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ لہٰذا دوبارہ حملہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ جب حضور پاک صلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روانگی کا حکم دیا تو اُنہوں نے زخموں کی شکایت کی۔ گھمسان کی جنگ کی وجہ سے بیشتر صحابہ زخمی تھے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ کفار بھی تھکے ماندے ہیں وہ بھی زخمی ہیں۔ ان کے عزیز و اقارب بھی قتل ہوئے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ ان کا یہ سب کچھ کرنا بیکار اور بے فائدہ ہے۔ آخرت میں نامرادی اور جہنم ہے جب کہ آپ کا معاملہ اور انعامات انسانی ادراک میں نہیں آ سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تعاقب کیا اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام تک گئے۔ جب ابوسفیان کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو خائف ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔

موجودہ جنگیں:- ماضی قریب میں دو عالمی جنگیں سالوں جاری رہیں۔ کمبوڈیا کی جنگ آزادی اور ویت نام کا مسئلہ اپنی مثال آپ ہیں موجودہ دور میں بھی کسی طویل جنگ کی ابتدا ہو سکتی ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کی دو جنگوں میں ایک سترہ دن اور دوسری بائیس ۲۲ دن جاری رہی۔ ان میں ہمیں اپنی عددی قوت (STRENGTH) کی بنا پر مشکلات کا سامنا رہا اور آئندہ بھی ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ایک طویل محاذ پر ہمیں اپنے دشمن سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ ملکی وسائل اور آبادی کے لحاظ سے ہماری تعداد کم ہے ہم میں سے ہر ایک کو مسلسل لڑنا پڑتا ہے جو حسن کام ہیں ہے۔ اُسے لگاتار فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ بہت مواقع ایسے ہوں گے۔ جہاں آپ کو ریلیف (RELIEF) (آرام کا وقفہ) مہیا کرنے والا ساتھی دو دو تین تین دن تک نہ ملے۔ مسلسل دو دن سونے کا اور نیند کرنے کا موقع نہ ملے تھکن اور نیند غالب آ جائے۔ پیش قدمی کا حکم ہے اور آپ تھکے ہوئے ہوں۔ چلنا مشکل ہو۔ جی چاہتا ہے سو جائیں۔ ایک گھنٹہ آرام کر کے پیش قدمی کریں گے۔ آج نہیں کل کارروائی کریں گے۔ زخمی ہوں میں لڑ نہیں سکتا۔ مجبوری ہے۔ کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حکم ہے ان حالات میں ڈھیل نہ کرو۔ ہمت نہ ہارو اس سے دشمن کو وقت مل جائے گا وہ طاقت جمع کر سکتا ہے۔ پلٹ کر حملہ کر سکتا ہے۔ دیر کی صورت میں زیادہ سخت مزاحمت کا سامنا ہو سکتا ہے۔ تمام مشکلات جو ایک مسلمان مجاہد کو درپیش ہیں، قریب قریب مخالف کو بھی درپیش ہونگی عاقبت کو مدِ نظر

Marfat.com

رکھتے ہوئے مسلمان مجاہد کو زیادہ باہمت، دلیر اور مشقتیں برداشت کرنے والا ہونا چاہیئے

کھوکھلے نعرے درکار نہیں:-

زمانہ امن میں تو ہم سب خوب نعرے لگاتے ہیں۔ زبانی اور لفاظی جہاد سے آناً فاناً سب کچھ تہہ بالا کر دیتے ہیں ذرا حکم تو ملے۔ دیکھیں دشمن کا کیا کچومر نکالتے ہیں۔ یہ کیا یاد کرے گا۔ کہنے کو تو یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور بہت خوب ہے لیکن آپ اتفاق کریں گے کہ گذشتہ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں بہت سے ہمارے جوان میدانِ جنگ سے بھاگ گئے یہ توقع نہ تھی نہ معلوم عقل پر کیا پردہ پڑ گیا پھر واپس بھی آئے۔ کورٹ مارشل کی زیارت بھی ہوئی۔ فوج سے بستر بوریا گول ہوا اور جیلوں کی سیر کی یہ بڑا تکلیف دہ اور شرمندگی کا پہلو ہے۔ زمانہ امن میں جذبہ برقرار رکھیں اور ضرورت کے وقت عملی ثبوت پیش کریں۔ معاملہ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ کہتے کچھ اور ہیں عمل کچھ اور ہے۔ یہ پاکستانی فوج کی شان نہیں۔ لڑائی کے وقت ڈریں مت۔ دشمن سے خوف نہ کھائیں منہ پھیر کر اپنی مجاہدانہ روایات کو داغ دار نہ کریں۔ پیچھے لائنوں اور دائیں بائیں کونوں میں رہنے کی کوشش نہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (پ ۵ - نساء - ع ۶)

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب ان کو لڑائی کا حکم ہوا۔ اچانک ان میں ایک جماعت لوگوں سے ڈرنے لگی۔ جیسے اللہ کا ڈر ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے ہمارے رب کیوں ہم پر فرض کی لڑائی۔ کیوں نہ ہم کو چھوڑ رکھا تھوڑی مدت۔

مکہ میں جب لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ تو کافر انہیں بہت ستانے لگے مسلمان تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہتے کہ ہمیں جنگ کی اجازت دی جائے تو فرمانے لگے ابھی لڑنے کا حکم نہیں۔ ابھی صرف یہی حکم ہے کہ نماز پڑھو۔

Marfat.com

اور زکوٰۃ دو۔ جہاد کا حکم مدینہ شریف میں نازل ہوا۔ غزوہ بدر کے لیے جہاد کا حکم ملا۔ انسان موت اور ہلاکت سے فطری طور پر گھبراتا ہے۔ قدرتی طور پر جان بڑی پیاری شے ہے۔ اور پھر یہ پہلا موقع تھا جب حکم ملا تو چند کمزور ایمان والوں پر خوف چھا گیا اور ڈر کے مارے تھر تھرانے لگے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ سے کہیں زیادہ دشمن کا خوف تھا وہ کہنے لگے ابھی تھوڑے دن لڑائی کا حکم نہ ہوتا تو بہتر تھا۔ شاید خیال ہو کہ اور تیاری کرلیں۔ طاقت مضبوط ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے حکمت دریافت فرمائی کہ جہاد کیوں فرض کیا گیا۔ اس میں تھوڑی مدت اور انتظار کیوں نہ کیا۔

اس سے سبق ملتا ہے کہ زمانہ امن کے جوش اور نعروں کا مظاہرہ ہمیں ضرورت پڑنے پر عملی طور پر پیش کرنا چاہیئے۔ اس وقت ہمارا ایمان ڈولنے نہ لگے۔ معاملہ نعرہ بازی تک نہ رہے دشمن نظر آئے تو کانپنا شروع کردیں۔ داؤ لگے تو پتہ اُس وقت چلے جب چوہدری خاں، ملک فتح جنگ، شیر خان بہادر خاں دم دبائے سر پہ پاؤں رکھے میانوالی بس کے اڈے سے اُتر کر دس میل آگے چلا گیا ہو۔ میانوالی لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ بارڈر سے قدرے یہی دور ہے۔ بزدل کو گھر نہیں چھپنے کی جگہ درکار ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اُس کا گھر ہی اُدھر ہو۔ وہ تو محاذ جنگ سے بھاگ رہا ہے باقی تمام گجرات سے لے کر کراچی تک محاذ ہی محاذ ہے

جہاد میں مسلمان کی اپنی فلاح ہے :- انسان جیسا کام کرتا ہے ویسا ہی معاوضہ پاتا ہے۔ اچھا یا بُرا جو بھی انجام ہو کام کرنے والا اُس کا مستحق ہوتا ہے انسان کا ہر کام اُس کی اپنی بھلائی یا بُرائی پر منتج ہوتا ہے۔ جو کچھ کرتا ہے۔ اُس کی جزا اور سزا اُسی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہمارے عمل کی ضرورت نہیں بلکہ ہم اُس کے فضل اور رحم و کرم کے محتاج ہیں۔ لہذا اگر ہم جہاد کرتے ہیں تو وہ بھی اپنی فلاح کے لیے اس میں دینی، دنیوی اور اُخروی فلاح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝
(پ ۲۰، ع ۱۳)

جو اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے پس وہ اپنی ہی جان کیلئے ہے۔ بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہانوں سے

Marfat.com

جہاد کرنے میں انسان کا اپنا فائدہ ہے۔ دشمن کو شکست دینے بنیست و نابود کرنے سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے شر سے نجات مل جاتی ہے۔ امن و سکون کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اپنی دینی رسومات پر بلا روک ٹوک عمل کر سکتا ہے۔ دشمن پر غلبہ کی صورت میں مال غنیمت حاصل ہوتا ہے۔ اُخروی زندگی میں جہاد کی فضیلت، ہجرت کا ثواب۔ مال فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا اجر۔ راہ خدا میں مشقتوں کا اجر۔ شہادت کی ابدی نعمت۔ یہ سب مسلمان کے اپنے لئے ہیں یہ دنیا ایک عارضی جگہ ہے۔ چند روزہ زندگی ہے۔ اور یہاں انسان کو ایک کٹھن منزل اور ہمیشہ کی زندگی کی تیاری کے لئے بھیجا گیا ہے۔ بڑی جلدی ایک لمبے سفر کی طرف بلاوا ہو جاتا ہے۔ لہذا فائدے میں وہ خوش نصیب ہے جو اپنے عمل کو اس طرز پر جاری رکھتا ہے کہ قیامت کی ہولناکیوں سے بچ سکے۔ حساب کتاب سے کامیابی سے گزر کر انعامات ربانی کو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ قیامت کے لئے جس کا ایک معمولی سا پہلو حسب ذیل ہے کچھ تیاری کرے۔

حدیث پاک ہے۔

ترجمہ:۔ انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن لوگ پسینہ بہائیں گے۔ یہاں تک کہ اُن کا پسینہ زمین سے ستر گز تک پہنچ جائے گا اور اُن کا پسینہ ان کے مونہوں تک لگام کی طرح پہنچ جائے گا۔ پھر کانوں تک پہنچ جائے گا اور سورج مخلوق کے نزدیک کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک میل تک دور رہ جائے۔ اس کی گرمی سے بعض لوگوں کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک، بعضوں کے گھٹنوں تک بعضوں کی کمروں تک اور بعضوں کا مونہوں تک پہنچے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی قیامت میں کوئی سر چھپانے کی جگہ نہ ہوگی۔ کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ ہوگا۔ لہذا ہمیں اس جہان کو آباد کرنے کے لئے بھی کچھ فکر ہونی چاہیئے۔ اُس کے سائے کا سامان کریں۔ باغات لگوائیں۔ پانی کا بندوبست کریں۔ کنوئیں لگوائیں۔ کھانے کا بندوبست کریں۔ صدقہ کریں تاکہ یہ چیزیں آخرت میں کام دے سکیں۔

ارشاد ہے۔

Marfat.com

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (پ ۲۸ الحشر ع ۳)

اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا

اور پھر فرمایا۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ (پ ۲۹ المزمل ع ۱۲)

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جسے جنت میں اپنے لئے گھر بنانا ہو وہ یہاں مسجد کی تعمیر میں حصہ لے گویا اگلا جہاں آباد کرنے کے لیے جانی اور مالی قربانیاں دے زکوٰۃ اور خیرات وصدقات کرکے اپنے اگلے جہاں کے لئے گھر اور باغات بنوا سکتا ہے۔ نہریں جاری کروا سکتا ہے۔

چنانچہ کلام پاک میں مزید ارشاد ہے۔

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ ؕ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ ز وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (پ ۱۰۔ توبہ۔ ع ۱۷)

لیکن رسول اور جو اُن کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لئے بھلائیاں ہیں۔ اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے اُن کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ بہشتیں۔ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ یہی بڑی مراد ملنی ہے۔

انسان جو بھلائی اور نیکی کرتا ہے اُس میں اُس کا نفع ہے اور دانا وہ ہے جو اپنی عارضی زندگی میں نیک کام کرے اور اپنی عاقبت کو بہتر بنائے اس کے لئے اللہ کی راہ میں جانی، مالی، قولی اور فکری جہاد میں کمربستہ رہے۔ مسلمان کی مثال ایک ایسے سپاہی کی ہے جو میدانِ جنگ میں مسلسل دشمن سے برسرِ پیکار رہو۔ جہادِ نفس، جہادِ شیطان اور جہادِ کفار و منافقین سے مسلسل واسطہ رہتا ہے۔ مولانا بشیر احمد صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

Marfat.com

مقامی بن کے آیا تو نہ راہی بن کے آیا ہے
یہ دُنیا رزمگاہ ہے تُو سپاہی بن کے آیا ہے

اللہ کی راہ میں جہاد اور قرض حسنہ:- جہاد اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آخرت میں کئی گنا زیادہ عطا ہوتا ہے اس لیے اس کو کلام پاک میں قرضِ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ط وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝
(پ۲ - البقرہ - ع ۱۶)

اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ سُنتا جانتا ہے اور کون شخص ہے جو اللہ کو قرض حسنہ (اچھا) دے اور پھر اللہ اُسے کئی گنا کر دے۔ اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یہاں دشمن سے لڑنے کا صریح حکم ہے کہ دین کی راہ میں اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرو اور پھر جہاد کے لیے سامان حرب خوراک اور کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے حکومت کو رقم درکار ہوتی ہے اور وہ لوگ جو صاحب استطاعت ہیں۔ دولت مند ہیں۔ ان کو حکم ہے کہ دل کھول کر خرچ کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی دولت ہے۔ رزق کی تنگی اور فراخی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اُس کے عطا کیے ہوئے رزق کو اس کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہارے مال کو کئی گنا بڑھا دے گا۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے کہ وہ ایک کے بدلے دس اور کبھی ایک کے بدلے ستر عطا کرتا ہے۔

مومن اور کافر کی جنگ میں فرق:- مومن اعلائے کلمۃ الحق، اللہ کی رضا، فتنہ وفساد اور ظلم و جبر ختم کرنے کے لیے لڑتا ہے اور کافر طاغوتی طاقتوں اور شیطان کی حمایت میں لڑتا ہے۔ اُن کا مطمع نظر اور مقصد بالکل متضاد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ ۚ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ﴿۷۶﴾ النساء ع ۱

جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے حمایتوں سے لڑو بے شک شیطان کا داؤ (تدبیر) کمزور تھا

مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی اپنی تدبیروں سے مدد فرماتا ہے اور کافر، طاغوت یعنی شیطان کا حمایتی ہے۔ کفر و شرک کے لیے لڑتا ہے۔ فتنہ و فساد پھیلاتا ہے مخلوق خدا کو اپنے مکر و فریب کے جال میں پھنسائے رکھنے کے لیے اللہ اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے اور اپنے ذاتی فائدے اور اغراض و مقاصد کے لیے لڑتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ جن تدبیروں اور طریقوں پر عمل پیرا ہوگا۔ جن سے اُسے کامیابی کی توقع ہے۔ جنہیں وہ خیال کرتا ہے کہ وہ اُن کے بل بوتے پر کامیاب ہو جائے گا۔ وہ اس کی اپنی سوچ پر مبنی ہے۔ وہ شیطان کے بنائے ہوئے داؤ اور طریقے ہیں۔ ان دونوں مدبروں کی تدبیریں کمزور رہیں گمراہی کا نتیجہ ہیں۔ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

مومن کو اللہ کی حمایت حاصل ہے:- اس کے مقابلے میں مومن کو اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت حاصل ہے۔ کافر کے مقابلے میں اُس کی تدبیر کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات کبریا ہے اور اُسی کی تدبیر کامیاب ہے اس کی تدبیر کے آگے کسی کی تدبیر نہیں چلتی شیطانی داؤ بڑے ڈراونے اور مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن نیک نیت اور پختہ ایمان مجاہدین کے سامنے اِن کے تمام داؤ پیچ ناکام ہو جاتے ہیں کافر اپنی کامیابی کے لئے دنیاوی ساز و سامان اور سامانِ جنگ پر انحصار کرتا ہے عددی قوت کے بل بوتے پر جنگ جیتنا چاہتا ہے اور مسلمان اللہ اور اس کی مدد پر بھروسہ رکھتا ہے تقدیر الٰہی کو سامنے رکھتا ہے۔ یقین و ایمان کی قوت کے بل بوتے پر دشمن سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ ؎

اللہ کو پامردی مومن پر بھروسہ   ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

ناکامی کا ذمہ دار کون ہے:- جنگ میں کامیابی نصیب ہو دشمن مغلوب ہو جائے

Marfat.com

انسانی انانیت یہ تاثر دینے کی کوشش کرتی ہے کہ میری تدبیر اور بہادری کا نتیجہ ہے ماہرانہ حربی چالیں اور فنِ حرب پر کمال دسترس سے میں نے یہ فتح حاصل کی ہے اگر معاذ اللہ ناکامی کا سامنا ہو تو جرم منصوبہ بندی (PLANNING) میں نقائص ہتھیاروں کی کمی ہے اور کبھی سپلائی لائن ہماری ضرورت کا ساتھ نہ دے سکی۔ موسم کی مشکلات ہماری سدِ راہ تھیں۔ ہمارے راز افشا ہو گئے تھے۔ اِس قسم کے لاتعداد ایسے جواز اور سہارے ڈھونڈے جاتے ہیں تاکہ ہزیمت کی نحوست اور شرمندگی کو اپنے چہرے سے دور رکھا جائے۔ جرم کسی اور کے سر تھوپ دیا جائے اِس سلسلے میں مجاہدوں کا اپنا موقف ہو گا۔ اہلِ قلم، دانشوروں اور نکتہ وروں کا اپنا زاویہ نگاہ ہو گا۔ سیاست دان اپنے انداز سے پیش کریں گے اور یہ عموماً حالات اور واقعات کو ایسے رنگ کی چھاپ دیتے ہیں جو اُن کے سیاسی مقصد کی پیش رفت میں مفید ہوں اقتدار کے قریب ترین یا کلی طور پر اُس تک پہنچانے میں کام دے سکے۔ تاریخ اُس کے دنیاوی اسباب و علل کی گتھیاں سلجھاتی، حالات کی چھان پھٹک کرتی ہوئی، حقائق کی گہرائیوں کو کریدتی ہوئی تہہ تک چلی جاتی ہے۔ حقائق جلد یا بدیر اپنی اصلی شکل میں تاریخ کے آئینے میں ہمارے سامنے آتے ہیں وقت کے مُقتدر حضرات اُسے قومی اور ملکی مفاد کے لحاظ سے تمام اونچ نیچ کو مدِنظر رکھتے ہوئے۔ خارجہ تعلقات پر اس کے نتائج اور خصوصاً بڑی طاقتوں کے ساتھ تعلقات کے اثرات کو اس ضمن میں بڑی اہمیت دیتے ہیں اور بیچ بچاؤ کر کے ایک ایسی بین بین راہ اختیار کرتے ہیں کہ حکمران پارٹی کی ساکھ کم سے کم مجروح ہو۔ شکست یا ناکامی کا بدنما دھبہ ان کی سیاسی تاریخ سے دور رہے۔ القصہ ایک واقعہ مختلف پیرائے میں عوام الناس کے سامنے سے گزرتا ہے۔ اور ہم اپنے سادہ لوح ہونے کی وجہ سے جدھر کوئی مہار کھینچتا ہے۔ چل دیتے ہیں۔

ہم اپنے مذہبی تہواروں میں اور بعض دیگر مواقع پر اپنے رہنماؤں، سیاسی، سماجی، مذہبی اور علمائے کرام سے سنتے رہتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ اِن الدین عند اللہ اسلام۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف دین اسلام ہے اور یہ مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ حتمی قوانین فراہم کرتا جو کبھی تبدیل ہی نہیں ہو سکتے اور نہ

ان میں ہیر پھیر ہے۔ چنانچہ ہمیں ناکامی کی صورت میں اور کامیابی کی صورت میں دونوں عوامل کا مذہبی نقطہ نظر سے جائزہ لینا چاہیئے کہ ان کا صرف دنیاوی اسباب اور وسائل سے تعلق ہے یا کچھ اور بھی اپنے اعمال نیکیوں اور برائیوں کو بھی ان میں دخل ہے

شامت اعمال ما در صورت آتش گرفت:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کسی شہر میں آگ لگ گئی۔ مکانوں، محلوں، باغوں اور بازاروں نے خشک لکڑی کی طرح جلنا شروع کیا شہر والوں نے لاکھ جتن کیے کہ آگ پر قابو پالیں لیکن ناکام رہے۔ آگ پر پانی ڈالتے تو وہ اس طرح بھڑک اٹھتی جس طرح آگ پر پانی کی بجائے پٹرول ڈال دیا گیا ہے۔ شہر والوں کا ایک وفد گھبرا کر امیر المومنین کی بارگاہ میں آیا آپ نے ان کی پریشانی دیکھ کر فرمایا۔

گفت ایں آتش ز آیات خدا است — شعلہ از آتشِ بخل شما است

آب بگزارید و نان قسمت کنید — بُخل بگزارید اگر آن منید

آپ نے فرمایا کہ یہ آگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے یہ آتش زدگی تمہاری آتشِ بخل کا ایک شعلہ ہے تم پانی ڈالنا چھوڑ دو اور غریبوں میں کھانا تقسیم کرو۔ اگر میری (آن رعیت) چاہتے ہو تو آئندہ بخل نہ کرنا انہوں نے دِل کھول کر سخاوت کی تو جلد ہی آگ سرد پڑ گئی۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان کے بُخل اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی صورت میں گرفت فرمائی آگ از خود نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے بلا وجہ ان کا نقصان نہ کیا بلکہ ان کے اپنے اعمال کی جزا تھی اور یہ تنبیہہ کی صورت تھی اللہ تعالیٰ انسان کے مختلف گناہوں کی وجہ سے مختلف انداز میں گرفت فرماتا ہے۔ صرف ہم اس کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اسے اپنی بیماری اور دیگر قدرتی حادثات کا نام دے دیتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں حکیمانہ بات فرمائی ہے۔

ابر ناید از پئے منع زکوٰۃ — وز زنا افتد بلا اندر جہات

زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بارش روک دیتا ہے اور زنا سے دنیا میں مختلف بلائیں نازل ہونا شروع جاتی ہیں۔

Marfat.com

اسلام نے مسلمان پر زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، فرض، واجب اور مستحبات کی شکل میں عائد کئے ہیں۔ برائیوں کی نشاندہی کی۔ ان سے منع ہی نہیں کیا بلکہ اُس دنیا اور آخری زندگی میں جزا و سزا بھی بیان کی اور پھر یہ بھی بتایا کے ہم نے موت و حیات پیدا کی تاکہ معلوم کریں کہ کون اچھا عمل کرتا ہے۔

ہاں تو مذکورہ شعر میں مولانا روحی بیان فرماتے ہیں کہ جب زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ غریبوں اور مستحق لوگوں کا حصہ نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ اپنے اصول پر کاربند ہو جاتا ہے اس کا اصول کیا۔ مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ۔

جو مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔ رحم خواہی رحم کُن۔ ہم رزق میں کمی کے خوف سے زکوٰۃ نہ دیں تو وہ ہمارا رزق کم کرنے کے لیے اپنے رزق کے عطا کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ مخلوق کو خشک سالی سے دوچار کر دیتا ہے۔ ہمیں زکوٰۃ دینے پر اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو اپنا رحم و کرم روک رکھنے پر اختیار ہے اور جب کوئی قوم زنا کی لعنت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ وہاں مختلف آفتیں اور بلائیں نازل فرما دیتا ہے۔ بیماریاں پھیلا دیتا ہے یہ کیا ہیں۔ زلزلے، آندھیاں، طوفان، سیلاب، ہیضہ، طاعون اور دوسری اِس قسم کی بیماریاں۔ ہم شکایت کرتے ہیں کہ قدرتی آفات ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شکایت بھی کرتے ہیں اور رحم و کرم کی دُعا بھی اس میں کون حق بجانب ہے۔ بندہ یا اللہ جل جلالہٗ۔

چنانچہ مولانا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ　　حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

اگر کبھی گرفت میں اللہ تعالیٰ دیر کرتا ہے۔ تو یہ اس کی کریمی ہے۔ لیکن جب پکڑتا ہے تو اُس کی گرفت بڑی سخت ہے۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ بے شک تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو مشو مغرور از حلم خدا　　دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

خدا کے حلم سے نرمی سے کریمی سے مغرور مت ہو جانا کیونکہ خدا دیر سے تجھے پکڑتا ہے۔

Marfat.com

تو اُس کی گرفت بھی بہت سخت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مصائب، ناکامیاں اور محرومیاں ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ط (۵پ۔ النسا۔ ۷۹)	جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور تجھ کو کوئی برائی پہنچے سو تیری اپنی طرف سے ہے۔

اب بات واضح ہے اور اسلامی تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

۱:۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا اور وہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے تھا۔

۲:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں عکرمہ بن ابی جہل اور شرجیل کو مسلیمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ یہ دونوں مختلف محاذوں پر تھے۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ دونوں اکٹھے مل کر حملہ کریں۔ مگر عکرمہؓ نے شرجیلؓ کا انتظار کئے بغیر حملہ کر دیا۔ مسلیمہ کے پاس سوقت چالیس ہزار سپاہی تھے اور وہ عقبہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ عکرمہؓ کی جلد بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس ناکامی کا سخت افسوس ہوا اور آپ نے عکرمہ کو واپس بلا کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمامہ کی مہم پر مامور کیا۔

۳:۔ رومی مغلوب ہوئے اور پھر غالب ہو گئے، روم والے مغلوب ہونے کے بعد غالب آئے (پ۲۱۔ ع۲) اپنی غلطیوں کی تلافی کی تو اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ تفصیل باب جہاد اور نصرت الٰہی میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس قسم کی اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن یہاں پر مقصود صرف یہ ہے کہ ناکامی کے اسباب معلوم ہو جائیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے اور کون کون سے عناصر اس میں شامل ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالانِ چمن کی قوتوں کا رُخ دفاع
وطن کے مقدس فریضہ کی طرف موڑنا،
ہم سب کا فرض ہے۔

Marfat.com

ترغیبات جہاد

گذشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے کہ جنگ میں مرنا، مارنا۔ اس کے عام مواقع ہوتے ہیں۔ جو جنگ میں شریک ہوا۔ وہ اپنے انجام کا یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ غازی ہوگا، شہید ہوگا، زخمی ہوگا۔ اعضا کٹ جائیں گے۔ یا دشمن کے ہاتھوں قید ہو جائے گا۔ اور اس قسم کے اور خیالات بھی ذہن میں آ سکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ شیطانی وسوسے کوئی غلطی کرنے پر آمادہ کر دیں اس لیے حکم ربانی ہے کہ جب لڑائی میں شریک ہو تو پھر ان خیالات کو ترک کر دو سب کچھ بھول جاؤ۔ کیا ہوگا اسے اللہ پر چھوڑ دیں تم دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ اپنے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں جم کر لڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے اُس کی شان کے کیا کہنے انسان رحم و کرم کی دعائیں مانگتے مانگتے عاجز آ جاتا ہے۔ مشکل کب آسان ہوگی۔ اور کب اللہ تعالیٰ کا کرم ہو معلوم نہیں اور کہاں یہ خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اُن سے محبت کا اعلان کرتا ہے کہ میں اُن سے محبت کرتا ہوں۔ محب محبوب پر کتنا مہربان ہوتا ہے۔ کیا کیا انعام کرتا ہے۔ یہ وہی جانتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (آیت ۴ - الصف - ع ۹)	خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں استقلال سے صف بستہ لڑتے ہیں۔

گویا ایک دیوار ہیں جس کے اندر سیسہ پگھلا کر بھر دیا ہے۔ اِن کے پاؤں دشمن کے مقابلے میں اکھڑتے نہیں وہ سر پر کفن باندھے حاضر ہیں، اُن کے لیے زندگی اور موت دونوں پہلو ہی لازوال ہیں۔ لہٰذا وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سینہ سپر ہیں۔ انہیں نہ دشمن

Marfat.com

کی قوت کا خوف اور ہتھیاروں کی برتری کا وہم وہ اپنی جانوں سے بے نیاز ہیں۔ اُس کی امانت اُس کے داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ فتح و کامرانی کا انحصار طاقت اور تعداد پر نہیں بلکہ ہمت و استقلال کی لڑائی میں مضمر ہے۔

دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو:۔ ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا ۔ (پ۱۰ ۔ انفال ۔ ع ۶) اے ایمان والوں جب (حملہ آوروں کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو لڑائی میں ثابت قدم رہو۔

دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو۔ بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو۔ مدد اور کامیابی یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر مجاہد اس کے حکم پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں اور نہ ہی اُس کے وعدے میں کوئی شک۔ شرط صرف یقینِ کامل کی ہے۔ انجام مجاہد کے اخلاص کے مطابق ہوگا۔

حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو شخص گھر سے جہاد کے لئے نکلا۔ اُس کو صرف ایک ہی خیال نے نکالا کہ یہ شخص مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ میرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کا میں ضامن ہوں کہ اس کو جنت میں داخل کروں یا اجر و غنیمت سے مالا مال کر کے اُس کے گھر واپس لے آؤں (مسلم)

لیجئے۔ مسلمان مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ضمانت دے دی کہ جب وہ میرے راہ میں نکلا تو پھر میں اُس کا ضامن ہوں۔ جو چیز اُس کے حق میں بہتر ہوئی وہ عطا کروں گا۔ لہٰذا وقت آنے پر ہمیں بے خوف و خطر ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کسی کمزوری اور وسوسے کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب کا حکم دیا۔

مومنوں کو جہاد کی ترغیب دو:۔ جہاد کی ضرورت اور اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مومنوں کو اس کی ترغیب دینے کے لیے خطاب فرمایا ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ؕ (پ۱۰ - الانفال - ع ۵) اے نبی! مومنوں کو لڑنے کے لیے ابھارو (ترغیب دو)

انسان کو کسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے اُس کے دینی، دنیاوی اور معاشی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اُسکے فوائد بتائے جاتے ہیں۔ اُس کے لیے عملی مثال پیش کی جاتی ہے چنانچہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں ہمارے لیے ایک اعلیٰ و ارفع نمونہ پیش کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جہاد کی خواہش کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینا اس کے لئے آمادہ کرنا اس کی اہمیت اور افادیت سے آگاہ کرنا ہم سب کا کام ہے۔ اِس کے بعد کوئی عمل کرے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی ہے۔ جسے اللہ توفیق دے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا ۝ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۝ (پ۵ النساء ع ۸)

سو اللہ کی راہ میں لڑو۔ تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور مسلمانوں کو ترغیب دو کہ قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی بند کردے اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور سخت ہے سزا دینے میں اور جو سفارش کرے۔ نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اُس میں سے ایک حصہ اور جو سفارش کرے بری بات میں اُس پر بھی اُس میں سے ایک بوجھ ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اگر منافقین جہاد کے لیے آمادہ نہ ہوں تو تم غم نہ کرو۔ خود نکل کھڑے ہو۔ ان میں سے کوئی آپ کا ساتھ دیتا ہے یا نہیں آپ

Marfat.com

اس کی پرواہ نہ کریں۔ ہاں لڑنے کی تاکید ضرور کریں۔ اس سے آگاہ کریں آگے وہ عمل کریں یا نہ کریں آپ اس کے ذمہ دار نہیں اللہ تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ کوئی بعید بات نہیں کہ دشمن تمہارے نکلنے کے بعد رُعب میں آجائے اس پر آپ کا دبدبہ طاری ہوجائے۔ آپ کی شجاعت کی دھاک بیٹھ جائے اور وہ خوف سے لڑنے کے لیے ہی نہ نکلے اور یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین سے وعدہ ہے کہ میں کفار اور دشمنان اسلام کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا ہے وہ سزا دینے میں سب سے سخت ہے۔

جو کوئی نیک کام کی ترغیب دے تو اُس کو اِس کام کے کرنے والوں کے ثواب کا حصہ ملے گا اور جو کوئی بُرائی کی ترغیب دے اُس کو اُن کے گناہوں کی سزا کا حصہ ملے گا۔ لوگوں کو کسی کام کی طرف بلانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ خود اُس کے لیے نکل کھڑے ہوں عملی طور پر اُسے کریں اگر انسان خود عمل سے عاری ہو تو دوسروں پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا۔ وہ بھی دیکھا دیکھی کان کھسکاتے ہیں۔ نیک لوگ اپنے قول وعمل سے لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں اور بد برائی کی طرف۔ غزوہ تبوک میں منافقین نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کی کوشش کی کہ لمبا سفر ہے۔ بڑی گرمی ہے۔ " لا تنفروا فی الحر "۔ چنانچہ نیکی سے منع کرنے والوں یا اس کے خلاف ترغیب دینے والوں کو عذاب کا بوجھ اٹھانا پڑے گا اور نیک ترغیب دینے والوں کو اِس کارِ نیک کا اجر و ثواب نصیب ہوگا۔

ماضی کے واقعات اور مستقبل کے خطرات کے پیشِ نظر ترغیب جہاد کی اشد ضرورت ہے نونہالان چمن کی قوتوں کو دفاع وطن کے مقدس فریضہ کی طرف موڑنا ہم سب کا فرض ہے۔

آخرت کی زندگی اور نفع ہی حقیقی ہے:- انسان دنیوی زندگی کی نعمتوں، لذتوں اور نفع ونقصان کا بھی کافی خیال رکھتا ہے۔ اُسے گھر بار اور مال و دولت کی دیکھ بھال، فصلوں کا نفع ونقصان اور دیگر ایسی چیزیں سوچ میں ڈال دیتی ہیں۔ انسان اِن کو اپنی مجبوری تصور کرتا ہے۔

Marfat.com

اس کمزوری کا یوں ذکر فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ (پ ۱۰ ع ۱۲)

اے ایمان والو تمہیں کیا ہوا۔ جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں نکلو (کوچ کرو) تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو۔ کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی ہے۔ اور دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا

یہاں مسلمان کی رہنمائی کے لئے بصراحت فرما دیا کہ تم اس زندگی پر قناعت کرتے ہو۔ تم جہاد کے لیے نکلنے اور اللہ کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے سے گھبراتے ہو۔ یہ دنیا چند روزہ زندگی ہے اور دنیاوی ساز و سامان کی ابدی زندگی کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں۔ اس وجہ سے جہاد کرنے سے گرانی محسوس نہ کرو۔

کسی کی نوامیدی پہ حجت ہے یہ فرمان جدید ہے جہاد اس دور میں مرد مسلمان پہ حرام (اقبال)

جو اللہ اور اس کے رسول کے

اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں سے لڑو :-

خلاف برسرپیکار ہو۔ اللہ کے رسولوں کو ایذا پہنچائے عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ ڈالے اور پھر مخالفت کی ابتدا بھی کر دے۔ تو پھر مومن خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہوں۔ دشمن تعداد اور ساز و سامان میں قوی ہی کیوں نہ ہو ایمان والوں کا یہ کام نہیں کہ اس سے ڈریں۔ ڈر صرف اللہ ہی کی ذات کا ہونا چاہیئے۔ ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ جب اللہ کے دین کی خلاف ورزی ہو۔ اس کی مخالفت کی جائے اللہ کے رسولوں کو ایذا پہنچائی جائے تو اُسے ختم کرنے کے لیے جہاد میں پس و پیش نہ کیا جائے۔

ارشاد ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُوَ

کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کے نکالنے کا

Marfat.com

بَدَءُ كُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ - اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥
(پ ۱۰، توبہ - ع ۲)

ارادہ کیا۔ حالانکہ اُن ہی کی طرف سے پہل ہوئی ہے۔ کیا اُن سے ڈرتے ہو تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُسی سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

کلام پاک میں بار بار لڑائی کا حکم آیا ہے۔ جس سے اِس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے

مومن اللہ کی راہ میں لڑتا ہے:- مومن کی نشانی ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے کمر بستہ رہتا ہے۔ وہ اس کا متلاشی ہے کہ کہیں موقع ہاتھ آئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - جو مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں لڑو

اس ضمن میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور بھی لاتعداد ارشادات موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

۱:- جو شخص اللہ کا حکم بلند کرنے کے لیے لڑتا ہے۔ وہ اللہ کے راستے کا مجاہد ہے۔

۲:- جان لو۔ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

۳:- اسلام پھیلاؤ (فاقہ کشوں کو) کھانا کھلاؤ اور کافروں کا سر توڑ دو۔ بہشت کے وارث بنائے جاؤ گے۔

مجاہد فی سبیل اللہ اللہ کا مہمان ہے:- گھر میں مہمان آ جائے تو اچھے اچھے کھانے پکائے جاتے ہیں۔ بہترین بستر مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر میزبان مہمان کی طبیعت سے آگاہ ہو تو اُس کی خواہش اور میلان طبع کو مدنظر رکھتے ہوئے کھانا تیار کرتا ہے۔ جہاں ذرا زیادہ بے تکلفی ہو وہاں مہمان سے میزبان پوچھ لیتا ہے کہ کیا پکائیں۔ طبیعت کس چیز کو چاہتی ہے۔ اگر وہ اپنی پسند اور چاہت

Marfat.com

کا اظہار کر دے تو میزبان حتی المقدور اُس کی پسند کی چیز مہیا کرتا ہے۔ خواہ قرض لینی پڑے یا ہمسایہ سے مانگ کر لائے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ مہمان خوش ہو جائے۔ اُس کی خاطر مدارت میں کمی نہ آئے۔ مجاہد فی سبیل اللہ اللہ کا مہمان ہے۔ اللہ تعالیٰ میزبانی کا پورا پورا حق ادا کرتا ہے۔ اللہ رب العزت کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں وہ کسی چیز کے لیے کسی کا محتاج نہیں۔ مہمان کی جو خواہش ہو۔ جس چیز کی اُسے ضرورت ہو وہ اُسے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اسباب کی محتاج نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن مشیت ایزدی نے اپنی عطا کے آگے دنیاوی اسباب کا پردہ بنا رکھا ہے۔ لہذا مہمان کی جو خواہش ہوتی ہے۔ جس کے لیے وہ دُعا کرتا ہے۔ اُسے قبول کر کے اُس کی تکمیل کے لیے اسباب مہیا کرتا ہے۔

حدیث پاک ہے۔

مجاہد کی دُعا قبول ہوتی ہے :-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ عزوجل کا مہمان ہے اس کی ہر دعا قبول کی جاتی ہے۔

(ابن ماجہ۔ بطولہ)

تو ایسے لوگ جن میں مذکورہ باتیں پائی جائیں۔ ان سے تم نہیں لڑو گے۔ یہاں ایک قسم کا ایمان کا ثبوت پیش کرنے کا چیلنج ہے۔ اگر اس پر اعتراض ہو تو معلوم ہوا کہ ایمان کمزور ہے یا بالکل ہے ہی نہیں۔ بس نام کا مسلمان ہے۔ دودھ پینے والا مجنوں ہے۔ خون دینے والا کوئی اور۔ مومن کی زندگی کیا ہے۔ اس سلسلے میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ مومن کی زندگی کیا ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ جب جہاد ہو رہا ہو تو اس میں شریک ہو اور جب جہاد نہ ہو رہا ہو تو اس کی تیاری میں مصروف ہو۔

Marfat.com

بتاؤں، تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے　　　　یہ ہے نہایت اندیشہ اور کمال جنون

مومن کی جان و مال کا رسولِ خدا مومن سے زیادہ حقدار ہے

یہ جان، مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ یہ ہمارے پاس بطورِ امانت ہیں اور اللہ کا رسول ہماری اِن تمام چیزوں کا حقدار ہے۔ بلکہ ہماری (مومن کی) نسبت اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو زیادہ حقدار بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی تعمیل لازم ہے خواہ مسلمان اِسے پسند کرے یا نہ کرے۔ ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ　　یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ پ ۲۱ الاحزاب ع ۱　　ہے اور اُس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

ترجمہ:۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں مذکورہ آیت کریمہ کی تشریح اِس طرح فرمائی کہ دنیا اور دین کے تمام امور میں نبی کریم کا حکم ان پر نافذ اور نبی کی اطاعت واجب اور نبی کے حکم کے مقابل نفس کی خواہش واجب الترک ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ راحت و رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور نافع تر ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہر مومن کے لئے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ میں اولیٰ ہوں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی قرأت میں مِنْ اَنْفُسِهِمْ کے بعد وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ بھی ہے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ تمام انبیاء اپنی امت کے باپ ہوتے ہیں اور اِس رشتہ سے مسلمان آپس میں بھائی بھائی کہلاتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی دینی اولاد ہیں۔

ترکِ جہاد باعث غضب الٰہی ہے:۔ مسلمان جہاد سے منہ موڑے یہ بڑی ہی کم نصیبی ہے۔ یہ انسان کو محکومی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوسروں کے ہاتھوں ذلیل کرتا ہے۔ اقتدار

Marfat.com

سے محروم کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا۔ (پ ۱۰) ۔ التوبہ ۔ ع ۱۲

اگر کوچ نہ کرو گے تو تمہیں اللہ سخت عذاب دے گا۔ اور تمہاری جگہ اور روگ لے آئے گا اور تم اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔

اگر تم نے رسول اللہ کے حسب حکم عمل نہ کیا سستی کی تو اللہ چونکہ اپنے نبی کی مدد کا وعدہ کر چکا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اُس کی مدد کے لیے اور لوگوں کو یہ سعادت نصیب فرمائے گا۔ اور تم ان سے محروم رہو گے۔

یہ اُس وقت کے لیے تھا اب اگر ایسا ہو تو اُس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ کوئی دوسری قوم مسلمانوں پر مسلط ہو گی۔ پھر مسلمان ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

مسلمان نے اپنی جان اور مال کے عوض نفع کا سودا کیا ہے:۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا۔ دشمنوں سے لڑنا اور دین کی اشاعت اور حفاظت کر کے مسلمان آخری زندگی میں اس سے کئی گنا زیادہ حاصل کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کی نعمتوں کے بدلے اگلے جہاں میں جنت اور نعمتوں کا وعدہ دیا ہے۔

ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (پ ۱۱) ۔ توبہ ۔ ع ۱۴

اللہ نے مسلمانوں سے اِن کی جان اور اِن کے مال خرید لیے ہیں۔ اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔

لہذا جب ضرورت ہو تو اپنی جان اور مال سے اس کی تعمیل کرو۔ جان جا ئے یا رہے مال رہے یا نہ رہے۔ دونوں صورتوں میں حکم کی تعمیل کے بدلے میں جنت ملے گی۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اس کے مقابلے میں باقی تمام

Marfat.com

چیزیں عارضی ہیں اور ہیچ ہیں۔

جنگ میں ہتھیاروں اور سامان حرب کے ساتھ ساتھ اس کی فتح و کامیابی کا انحصار مجاہد کے طرز عمل پر بھی ہے۔ اس میں خدا کا خوف۔ اخلاق کی بلندی اور غلط روی سے بچنا بڑا ضروری ہے۔ اگر مجاہد ان سے بے پرواہ ہو جائے تو یہ دشمن کے ہتھیاروں سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسلمان سربراہوں نے بڑی احتیاط اور تاکید فرمائی ہے۔

مجاہد کا طرزِ عمل: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے ایران کے فاتح سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔

میں تمہیں اور تمہارے عسکری ساتھیوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کریں اور بلند اخلاق کو اپنا شعار بنائیں میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ گناہوں سے ایسی احتیاط سے بچو۔ جیسے تم اپنے دشمن یا اس کے ہتھیاروں سے بچتے ہو۔ کسی فوج کی گناہ گاری اور غلط روی خود اسے دشمن سے بھی زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ دشمن کے مقابلے میں ہماری تعداد کم ہے۔ وہ تعداد اور جنگی ساز و سامان کے لحاظ سے ہم سے کئی گنا بڑا ہے۔ ہم صرف اخلاقی برتری سے اس پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ صرف اللہ ہی تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ یہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ جس سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔

لہذا مجاہد کا طرزِ عمل اور اعمال و افعال بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ تو مختصر طور پر جہاد کی حدیں بیان کر دیں گئی ہیں۔ گو پوری تفصیلات کا احاطہ کرنا میرے لیے مشکل ہے بہر حال امید ہے کہ اس پیشے سے منسلک حضرات کو سمجھنے میں کافی حد تک مدد ملے گی۔

ملک کے دفاع کے لیے کسی بھی قوم کی آخر حد یہ ہو گی۔ جب تک وہ زندہ ہے اپنی آزادی کی حفاظت کرے۔ دشمن اس وقت تک ملک میں داخل نہ ہو۔ جب جنگ لڑنے والے سب ہی قربانیاں پیش کرتے کرتے داعی اجل کو لبیک کہہ دیں۔ ایسا ہی معاملہ ہمارا ہے۔

افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے بابائے قوم نے فرمایا آپ کو اپنے بزرگوں کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنا چاہیئے آپ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کی تاریخ دلاوری

Marfat.com

شجاعت اور کردار کی بلندی کے اوصاف سے بھری ہوئی ہے۔ ان اوصاف کے مطابق اپنی زندگیاں بنائیے اور اپنی تاریخ میں ایک شاندار باب کا اضافہ کیجئے۔

مجاہد اور غیر مجاہد برابر نہیں :۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ط فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ط وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط پ۵۔ نسا ع ۱۰

برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں لڑنے والے ہیں اپنے مال اور جان سے اللہ نے اپنے مالوں کے اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھے رہنے والوں سے بڑا کیا ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔ اُس کی طرف سے درجے بخشش اور رحمت ہے۔

اِس آیت پاک میں جہاد کی ترغیب ہے۔ مجاہد کی شان بیان کی گئی ہے کہ مجاہد اور چھپ کر بلا عذر گھر میں بیٹھ رہنے والا برابر نہیں۔ ان میں فرق ہے۔ شرعی طور پر معذور، جسم کا کمزور۔ بوڑھا، بیمار، اپاہج، لنگڑا جس کے پاس سامان جہاد نہ ہو۔ نابالغ، نابینا، ہاتھوں کا ناکارہ ہونا وغیرہ۔ ان کے علاوہ باقی لوگ جو تندرست اور استطاعت رکھتے ہیں۔ ان کا کوئی عذر نہیں پھر اگر وہ بلا عذر شریک نہیں ہوتے تو اُن میں اور جہاد کرنے والے میں فرق ہے۔ مراتب اور درجات کے لحاظ سے ان کا کوئی میل نہیں۔ مجاہدوں کے لئے بڑے درجات اور ثواب ہیں۔ اور جو لوگ محض مجبوری کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہیں لے سکتے اور ان کی نیت پُر خلوص ہے۔ اُن کو محض ان کی نیت کے اخلاص کی وجہ سے جہاد کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ وہ اس کی فضیلت اور ثواب سے محروم نہیں کئے جائیں گے۔ غزوہ تبوک میں مجبوراً جو ساتھ نہ جا سکے۔ ان کے لیے سرکارِ دو عالم کا یہی حکم ہے۔

Marfat.com

جن مجاہدوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا وہ کامیاب اور کامران ہیں ان کے متعلق ارشاد ہے۔

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ ۱۰ توبہ ع ۱)

لیکن رسول اور اُس کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور وہ اپنے مال اور جان سے لڑے اور انہی کے لیے خوبیاں ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

منافق تو حیلے بہانے کر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ لیکن سچے مسلمان جنہوں نے سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ جب موقع آتا ہے تو سب کچھ لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔ اطاعت گزاری اور فرمانبرداری میں ذرہ برابر انحراف نہیں کرتے۔ اس میں غزوہ تبوک کے منافقین کے خیالوں اور اندازوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ اتنی بڑی رومی فوج کا کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ تباہ و برباد ہو جائیں گے ان کا بچ کر آنا محال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا انجام کیا ہے۔ فیصلہ ہم سے سنو دونوں جہاں کی کامیابیاں ان کے لیے ہیں۔ وہ کامیاب ہوں گے اور اللہ اُن کو اچھا بدلہ دیگا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جذبہ

حب الوطنی اور قوتِ ایمانی
ناقابلِ تسخیر ہتھیار ہیں !

Marfat.com

جذبہ جہاد

جذبۂ جہاد ایک ایسی قوت ہے جو بڑی سے بڑی طاقت کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔ یہ ایک ناقابلِ تسخیر قوت ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

دو نیم اِن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ابتدائے اسلام میں ایک مٹھی بھر مسلمان میدان جہاد میں نکلے۔ ان مجاہدین کے جذبہ جہاد نے بڑے بڑے جنگجو بہادروں اور مضبوط کفار قبائل کو نیست نابود کر دیا۔ جذبہ جہاد کا یہ عالم تھا کہ کم سن لڑکے بھی جہاد میں شرکت کے لئے میدان میں نکل آتے تھے۔ غزوہ بدر میں معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کو قتل کر کے ایک اعلیٰ نمونہ تاریخ کے صفحات میں آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا۔

غزوہ اُحد میں نوعمر جوانوں کی شرکت:- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب لڑائی کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جا کر لشکر کا معائنہ کرتے۔ ان کے احوال اور ان کی ضرورتوں کو دیکھتے لشکر کی اصلاح فرماتے اور بچوں کو واپس فرما دیتے۔ شوقِ جہاد میں بعض نوعمر بچے بھی لشکر میں شامل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اُحد کی لڑائی کے لیے جب روانہ ہوئے تو ایک مقام پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا نوعمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرما دیا۔ ان میں یہ حضرات بھی تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمرو بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عرابۃ بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عمریں قریباً تیرہ چودہ برس تھیں۔ جب واپسی کا حکم صادر فرمایا تو حضرت خدیج نے سفارش کی کہ یا رسول اللہ میرا لڑکا رافع بہت اچھا تیر چلانا جانتا ہے۔ خود رافع ابھر ابھر کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لمبا معلوم ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت فرما دی تو سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سوتیلے باپ سمرہ بن بنان سے کہا کہ حضور نے رافع کو اجازت مرحمت فرما دی اور مجھے اجازت عطا نہیں فرمائی۔ حالانکہ میں رافع سے قوی ہوں اگر میرا اور اس کا مقابلہ ہو تو میں اس کو پچھاڑ دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کا مقابلہ کرایا تو سمرہ نے واقعی رافع کو پچھاڑ دیا لہذا حضور نے سمرہ کو بھی اجازت دے دی اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعض اور کو بھی اجازت مل گئی۔ اس سلسلہ میں رات ہو گئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے لیے متعین فرمایا۔

رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت مبارک کا شوق :-

احد میں لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا ایک صاحب اٹھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے۔ انہوں نے کہا ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا ایک صاحب اٹھے حضور نے نام دریافت فرمایا عرض کیا ابو سبع ربیع کا باپ، حضور نے فرمایا بیٹھ جاؤ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا۔ پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نام دریافت فرمایا۔ عرض کیا ابن عبد القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبد القیس کا بیٹا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ اس کے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آجائیں تو ایک صاحب حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں گئے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تینوں دفعہ میں ہی اٹھا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی

Marfat.com

اور حفاظت کا حکم فرمایا رات بھر یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے۔

عمیر ابی اللحم غلام تھے اور کم عمر بچے تھے۔ جہاد کا شوق بے پناہ

غزوہ خیبر اور عمیر ابی اللحم:- تھا۔ خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی ان کے سرداروں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اجازت عطا فرما دیجئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت عطا فرمادی اور ایک تلوار مرحمت فرمائی۔ جو گلے میں لٹکائی مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا۔ اس لیے وہ گھسٹتی جاتی تھی۔ اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی۔ چونکہ بچے بھی تھے اور غلام بھی تھے اس لیے غنیمت کا پورا حصہ نہیں ملا البتہ بطور عطا کچھ سامان حصہ میں آیا۔

ان حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا حصہ بھی نہیں اور عمر کے لحاظ سے بھی ابھی جہاد لاگو نہیں اس کے باوجود بہ شوق کے دوسرے حضرات سے سفارش کرائی جاتی تھی۔ اس کی وجہ جذبہ جہاد اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وعدوں پر اطمینان ہی تھا۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ:- اس سلسلے میں بڑا ہی ایمان افروز ہے مسلمان ہونے کے بعد اُن کے جنگ لڑنے کا انداز یہ تھا عالم شباب میں زرہ بکتر پہن کر میدان جنگ میں اُترا کرتے تھے۔ لیکن بڑھاپے میں آپ زرہ بکتر کے بغیر ہی میدان جنگ میں کود پڑتے تھے۔ آپ کے بازو برہنہ اور سینہ عریاں ہوا کرتا تھا۔ آپ مردانہ وار دشمن کی صف میں گھس جاتے اور قیامت برپا کر دیتے تھے آپ کے دوستوں نے کہا جب جوان تھے۔ اُس وقت تو اپنا دفاع ہتھیاروں سے کرتے تھے اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں لیکن ہتھیاروں سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ بے دریغ دشمن کی صفوں میں چلے جاتے ہیں آخر کیوں؟ بڑھاپے میں آپ کو اپنا دفاع زیادہ موثر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (پ۲۔ البقرہ ع۲۴) اپنی جان کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جب میں نوجوان تھا اور حلقہ بگوش اسلام نہ تھا اُس وقت مرنا میرے لیے موت تھا اور مجھے زندگی سے پیار تھا لیکن اب اگرچہ میں بوڑھا ہوں لیکن محمدؐ عربی کا فیضان ہے۔ مجھے موت کا قطعاً کوئی خوف نہیں ہے میں تو زندگی کو موت اور موت کو زندگی سمجھتا ہوں۔ شہادت کی موت حیات ابدی ہے۔ رہی بات خدا کے حکم کی "اپنی جان کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو" تو یہ اُن لوگوں کے لیے ہے جن کی نظر میں موت ایک قیامت ہے۔

ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں کشادِ در دل سمجھتے ہیں اِس کو

میری نظر تو خدا کے اس حکم پر ہے۔

سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ - رب کی مغفرت کی طرف دوڑو۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسے یوں بیان فرماتے ہیں۔

آں کہ مُردن پیشِ اُو شد فتح باب سَارِعُوْ آید مرا و را در خطاب

ترجمہ:- جس کی نظر میں موت در جنت کو کھولنے کی چابی ہے۔ اُس کے لیے حکم ہے کہ اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑو۔

پیشِ ترک آئینہ را خوش رنگی است پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است

آئینہ ترکی کے لیے حسین ہے اس لیے کہ وہ خود حسین ہے لیکن حبشی کے لیے سیاہ ہے اس لیے کہ وہ خود رنگ کا سیاہ ہے۔ آئینہ کا اِس میں کوئی قصور نہیں جو کچھ ہے وہی نظر آتا ہے اس طرح موت کافر کی معتوب ہے۔ یعنی اُس کے لیے باعثِ عذاب اور عتاب ہے اور مومن کی مطلوب ہے کہ حقیقی راحت اِس کے بعد نصیب ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ سچے مومن کا جذبہ جہاد ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے سامنے کوئی ہتھیار نہیں ٹھہر سکتا یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر اگر لڑتا ہے تو محض دنیا کے لیے ملک حاصل کرنے کے لیے، دولت حاصل کرنے کے لیے اپنا رعب داب قائم کرنے کے لیے اپنی طاقتوں کا لوہا منوانے کے لیے اور مسلمان کا جہاد محض اعلائے کلمۃ الحق کے لیے ہوتا ہے اس کے

Marfat.com

پیشِ نظر دنیوی سلطنت اور جاہ و جلال نہیں ۔ طاقت کا سکہ بٹھانا مقصود نہیں ۔ بلکہ جنت ہوتی ہے۔ وہ اس جذبے کے ساتھ لڑتا ہے کہ مارے گئے تو شہید اگر کافر کو مار ڈالا تو غازی ہر طرح ثواب ہی ثواب ہے ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن　　نہ مالِ غنیمت ۔ نہ کشور کشائی

طارق بن زیاد فاتح اُندلس :- طارق بن زیاد ایک مشہور مسلمان فاتح ہو گذرے ہیں ہسپانیہ (موجودہ سپین) ان کی مشہور فتح ہے ۔ آپ نے کشتیوں کے ذریعے سمندر عبور کیا ساحل پر پہنچنے کے بعد کشتیوں کو آگ لگا دی ۔ جب کشتیاں جلا دیں تو ایک مجاہد نے مضطرب ہو کر کہا کہ یا حضرت اگر ہمیں ناکامی ہوئی اور واپس جانا پڑا تو واپس کیسے جائیں گے ۔ شریعت اپنے آپ کو ۔ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنے اور اسباب دنیا قطع کرنے کی اجازت نہیں دیتی ۔

طارق نے جواب میں فرمایا ۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور مسلمان اس کا مالک ہے ۔

جہاں تمام میراث مردِ مومن کی　　میرے کلام پر حجت ہے نکتہ لولاک (اقبال)

وہ جہاں جائے وہی اُس کا گھر ہے ۔ اس لیے یہاں سے واپسی والی کوئی بات نہیں ۔ فاتح ہو کر اسے اپنا گھر بنائیں گے یا ہماری قبریں یہاں ہوں گی ۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس جذبہ جہاد کو یوں بیان فرماتے ہیں ۔

طارق چوں بر کنارہ اُندلس سفینہ سوخت　　گفتند کار تو براہ خرد خطا است

طارق نے جب اُندلس کے ساحل پر کشتیاں جلائیں تو لوگوں نے کہا کہ عقل کے لحاظ سے آپ نے غلطی کی ہے ۔

دور از سواد وطن باز چوں رسیم　　ترک سبب از روئے شریعت کجا است

وطن سے دور ہیں واپس کیسے جائیں گے ۔ اسباب کا ترک کرنا شریعت کی رو سے کہاں جائز ہے ۔

خندید و دست خویش بہ شمشیر برد گفت　　ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است

آپ نے ہنستے ہوئے شمشیر بلند کی اور فرمایا ملک اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور مسلمان

Marfat.com

اُس کا مالک ہے وہ جہاں جائے وہ ہی اس کا گھر ہے۔

طارق بن زیاد کے لشکر کی تعداد صرف بارہ ہزار تھی۔ راڈرک شاہ اندلس نے ایک لاکھ فوج سے مقابلہ کیا جنگ شروع ہونے سے پہلے طارق بن زیاد نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس کے ذریعے مجاہدین کے دِل گرما دیئے۔ مسلمان دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ راڈرک کی فوج میں وہ جوش وخروش نہ تھا۔ اِس کے سپہ سالار پہلے ہی حملہ میں پسپا ہونے شروع ہو گئے۔ راڈرک کی ذاتی کمان میں اتنی کافی فوج موجود تھی کہ مقابلہ کرتا رہا۔ آخر میں طارق نے اپنے ذاتی دستے سے دشمن کی فوج کے قلب پر حملہ کیا جس سے اُندلسی فوج کے قدم اُکھڑ گئے راڈرک نے بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کی لیکن دریائے گواڈلٹ میں ڈوب کر مر گیا۔ بارہ ہزار مسلمان فوج نے راڈرک کی ٹڈی دل فوج کو جو اُس ملک میں بالکل اجنبی تھے۔ بُری طرح شکست دی وہ پچاس ہزار لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ سپین پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری کیا کہ اِس کے بعد اُنہوں نے کھلے میدان میں جم کر مقابلے کرنے کی ہمت نہ کی اور مسلمان بڑی آسانی سے سارے ملک پر قابض ہو گئے۔

ع جہاں تمام ہے۔ مومن جانباز کی میراث

حضرت خالدؓ بن ولید۔ جنگ سلاسل:۔ آپ نے جنگ سلاسل میں ایرانی گورنر ہرمز کو لکھا۔ اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔ ورنہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی آرزومند ہے۔ جتنی تم زندگی کی تمنا رکھتے ہو۔

مسلمان مجاہد میں جذبہ جہاد کس حد تک موجود ہے اور اِس جذبے کی بناء پر وہ کیا کچھ کر گزرتا ہے۔ اس کے لیے الفاظ کا ذخیرہ مہیا کرنا مشکل ہے۔ یہ حالات کا رُخ بدل دیتا ہے۔ ظاہری ہتھیار اور سامان اُس وقت محض بے فائدہ ہیں۔ بلکہ وہ پتھروں کی طرح ہیں۔ جب یہ کسی کم ہمت اور بزدل شخص کے ہاتھ میں ہوں۔ مجاہد کا جذبہ تو اُسے بے تیر و تفنگ آگ میں کود جانا سکھاتا ہے۔ جذبہ حب الوطنی اور قوتِ ایمانی ناقابلِ تسخیر ہتھیار ہیں۔

Marfat.com

جب ملک اور قوم پکارے اللہ کے دین کے لیے قربانی کی ضرورت ہو تو سامانِ جنگ کی کمی بیشی سد راہ نہیں ہونی چاہیئے۔ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے جنگ کے لیے نکلو۔ اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ مومن کے لیے اس میں خیر ہی خیر ہے۔ کمزور کو قوی پر غالب کرنا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِبْ۔ التوبہ ۴۱

نکلو ہلکے اور بوجھل اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم میں سمجھ ہے۔

ہلکا یا بوجھل سے مراد سامانِ جنگ کی کمی اور زیادتی ہے ان کی فکر نہ کی جائے۔ اصل ہتھیار تقویٰ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور نصرت الٰہی ہے اور ایمان والوں کو یہ ہر حال میں حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں کو اپنی مدد سے محروم نہیں کرتا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

سامان کی کمی کا بہانہ دشمن کی کثرت کا خوف یہ سب بے معنی باتیں ہیں۔

بابائے قوم نے مجاہدینِ وطن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

بابائے قوم نے فرمایا:۔ آپ کو اپنے بزرگوں کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔ آپ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کی تاریخ دلاوری، شجاعت اور کردار کی بلندی کے اوصاف سے بھری ہوئی ہے۔ ان اوصاف کے مطابق اپنی زندگیاں بنایئے اور اپنی تاریخ میں ایک شاندار باب کا اضافہ کیجئے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وہی جوان ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری

ہمت نہ ہو تو ہتھیار بے کار ہیں:۔ ایک شخص جسم پر ہتھیار سجائے ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ کسی جنگل میں جا رہا تھا۔

Marfat.com

وہ دیکھنے میں بڑا ہیبت ناک اور جنگجو معلوم ہوتا تھا۔ ایک تیر انداز نے اُس کو اپنی طرف آتے دیکھا تو دہشت زدہ ہو کر اپنی کمان سنبھال لی۔ سوار نے دیکھا کہ وہ تیر کی زد میں ہے تو وہ زور سے چلایا کہ بھائی تم مجھے خواہ مخواہ مارے ڈالتے ہو۔ گو بظاہر میں فربہ اندام ہوں لیکن حقیقت میں بالکل کمزور ہوں میرے ڈیل ڈول کو نہ دیکھو لڑنے میں ایک بڑھیا سے بھی کم ہمت ہوں۔ تیر انداز نے کہا بہت اچھا کیا ہے جو بروقت اپنی حقیقت ظاہر کردی ورنہ میں اپنی جان بچانے کے لیے ضرور تجھ پر تیر چلاتا۔

بس کساں را آں سلاح لبستن بکشت ۔۔۔ بے رجولیت چناں تیغ بمشت

گر بپوشی تو سلاح رستماں ۔۔۔ رفت جانت چوں نباشی مرد آں

بہت سے لوگوں کو اس ہتھیار بندی نے مروا دیا جو ہمت مردانہ کے بغیر ہاتھ میں تلوار لیے نکلتے تھے۔ بے شک تم بہادروں کے ہتھیار پہن لو۔ لیکن تم میں ان کے چلانے کی ہمت اور اہلیت نہیں ہے۔ تو یوں سمجھ لو کہ یہ ہتھیار بندی تمہاری جان لے لے گی۔

اُم عمارہ مازینہؓ کی بہادری

غزوہ اُحد میں جب کفار نے عقب سے حملہ کیا اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی اُحد میں آپ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ آپ زید بن عاصم کی زوجہ تھیں۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ میں اُحد کے دن نکلی تاکہ دیکھوں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میرے ساتھ ایک مشک تھی۔ اُس میں پانی تھا جس سے زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی۔ میں رسول کریمؐ تک پہنچی آپ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور اُس وقت ہوا مسلمانوں کے موافق تھی لیکن جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھی اور میں آپ کی مدافعت میں مصروف قتال ہوئی تلوار کے ذریعے آپ سے دشمنوں کو بھگانے لگی۔ اور کمان سے تیر پھینک رہی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے ایک زخم آگیا روایت ہے آپ کے کاندھے پر ایک گہرا زخم تھا۔

اُن سے پوچھا گیا یہ زخم کس نے لگایا ابن قمیہ نے۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے اصحاب بھاگنے لگے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا حضرت کی طرف بڑھا

Marfat.com

مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک جانے دو اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا۔ پھر میں اور مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیچ میں آ گئے تو اُس نے یہ وار مجھ پر کیا میں نے بھی اُس پر بہت سی ضربیں لگائیں لیکن وہ دشمنِ خدا زرہیں پہنے ہوئے تھا۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب اُحد کے دن نسیبہ، ان کے شوہر زید بن عاصم اُن کے دونوں بیٹے، حبیب اور عبد اللہ نکلے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تم لوگوں پر برکت نازل کرے یہ سُن کر جناب نسیبہ نے کہا آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ جنت میں ہم آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے دُعا کی۔ یا الٰہی ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا۔" اسی وقت نسیبہ بولیں اب ہمیں کسی مصیبت کی پروا نہیں ان کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اُحد کے دن نہ وہ داہنی جانب لڑتی تھی نہ بائیں طرف میں نے دیکھا کہ وہ میری حفاظت میں لڑ رہی تھی۔ آپ کو بارہ زخم آئے تھے جن میں کچھ نیزے کے تھے اور کچھ تلوار کے عورت کی ایسی شجاعت دیکھ کر انسان حیرت میں آ جاتا ہے جو زخم انہوں نے اللہ کی راہ میں کھائے وہ مردوں کے لیے ناقابل برداشت تھے چہ جائیکہ عورتوں کے لیے اور وہ بھی اُس وقت جب کہ لوگ خوف اور گڑبڑ کی وجہ سے میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان مشرکین سے جنگ کرنے میں شہادت کے طلبگار تھے تاکہ جنت نعیم پر فائز ہوں۔ یہ لوگ دنیاوی زندگی کی پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ زندگی فانی، عارضی اور غمناک ہوتی ہے۔ لیکن آخرت کا گھر پائیدار رہے۔ جس میں صالحین اور شہدا اُخروی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ جنگ کر رہی تھیں اور زخم کھا رہی تھیں۔

اسد الغابہ میں آیا ہے کہ اُم عمارہ بیعۃ العقبہ میں بھی موجود تھیں۔ اُحد میں بھی اپنے شوہر اور بیٹوں کے ساتھ تھیں۔ بیعتِ رضوان میں بھی اور جنگِ یمامہ میں بھی انہوں نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ اُن کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا۔ آپ نے اُحد کے دن بارہ زخم کھائے تھے۔

عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِن سے روایت کی ہے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے عرض کیا میں ہر جگہ مردوں کا ذکر پاتی ہوں۔ لیکن عورتوں کا کچھ بھی ذکر نہیں دیکھتی تو یہ آیتہ کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ۔ — مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تشفی فرمادی اور بتایا کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں اگر جہاد میں شریک ہوں تو درجہ سب کا برابر ہے۔ یہی وہ روح تھی۔ جس سے مسلمان تمام جگہوں پر کامیاب ہوئے اور اسلام پھیلا۔

ہمارے مجاہدین کے کارنامے:۔ پاکستانی مجاہدوں نے اپنے اسلاف کی بہادری اور شجاعت کو نہ صرف بحال رکھا بلکہ اپنے کارناموں سے ایک عالم کو محو حیرت کردیا۔ وطن عزیز کی ۳۳ سالہ تاریخ میں جب کبھی وطن نے ان کو پکارا تو یہ پیکر شجاعت عقابی انداز میں دشمن کے درپے ہوگئے۔ دشمن کے فخر و ناز کو خاک میں ملادیا ہماری مختصر سی تاریخ میں بری، بحری اور فضائی افواج نے دشمن کے ساتھ مختلف جھڑپوں اور بالخصوص ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں انتہائی بے مثال جرأت کا مظاہرہ کیا۔ مختلف محاذوں پر اپنے سے کئی گنا زیادہ فوج کو شکست فاش دی آخری سپاہی تک لڑو۔ آخری گولی تک لڑو۔ ہر مجاہد کے دل و زبان کی صدا تھی۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

اس کی اولین مثال کیپٹن محمد سرور شہید نے پیش کی۔ ۱۹۴۸ء میں وہ اپنی کمپنی کے ساتھ محاذ کشمیر پر تھے اس جنگ میں دشمن کی فوج کے ایک دستے نے خاموشی سے ہمارے علاقہ میں گھس کر فوجی اہمیت کی ایک پہاڑی پر قبضہ کرلیا۔ اگلی صبح پیکر شجاعت اپنی کمپنی کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے جب یہ پچاس گز کے فاصلے پر رہ گئے تو دشمن نے ان کو تاڑ لیا دشمن نے مشین گنوں اور توپوں سے گولہ باری کی اس کے باوجود کیپٹن سرور نے مختلف اطراف سے دشمن کی طرف پیش قدمی کی، حتیٰ کہ ۲۰ گز کے فاصلے پر پہنچ گئے گولہ باری سے ان کا دایاں بازو شدید زخمی تھا۔ اس کے باوجود آپ اپنے مقصد کی لگن

میں بڑھتے گئے، منزلِ مقصود پر پہنچ کر آخری ضرب لگائی، اس موقع پر آپ دشمن کی شدید گولہ باری کی زد میں آگئے۔ آپ کا سینہ گولیوں سے چھلنی ہوگیا۔ اسی لمحہ آپ نے جامِ شہادت نوش فرما کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور آنے والی نسل کے لیے تاریخ میں بہادری اور شجاعت کی تابناک مثال محفوظ کر دی قوم نے اُن کو نشانِ حیدر کے عظیم اعزاز سے نوازا

اس کے بعد آپ کے نقشِ قدم پر چل کر سات اور مجاہدین وطن نے یہ اعزاز حاصل کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیرِ خدا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت مسلمانوں کو ورثے میں ملی ہے اور ہر آنے والی ٹکر میں اس کا ثبوت ملتا رہے گا۔ ماضی کی یاد تازہ ہوتی رہے گی۔

نشانِ حیدر کے اعزاز:-

۱۷ اگست ۱۹۵۸ء کو میجر طفیل محمد شہید نے مشرقی پاکستان کے ایک محاذ پر اس کی یاد تازہ کی ۱۹۶۵ء میں میجر عزیز بھٹی نے جرأت اور دلیری کے ایک بے پایاں کارنامے سے اُسے اُجاگر کیا۔ ۱۹۷۱ء میں ایام جنگ سے چند ہفتے پہلے فضائیہ کے نوخیز شاہین پائلٹ آفیسر راشد منہاس نے اپنی جان کی بے باک قربانی دے کر ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کی ۱۷ روزہ جنگ میں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ میجر محمد اکرم شہید، میجر شبیر شریف شہید، سوار محمد حسین اور لانس نائیک محمد محفوظ نے مادرِ وطن کے دفاع کیلئے بے مثال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نذرانہ خون پیش کر کے تاریخ کے صفحات کو زینت بخشی۔

اجتماعی طور پر ملک کی تینوں مسلح افواج نے عظیم کارنامے انجام دے کر قابلِ فخر کامیابیاں حاصل کیں۔ ہندوستان کو عددی لحاظ سے ہر میدان میں برتری حاصل تھی۔ جہاز، ٹینک، توپیں اور دیگر اسلحہ کے لحاظ سے بھی پاکستانی افواج سے اعلیٰ وارفع تھے پاکستانی افواج کے اعلیٰ معیار اور جنگی اہلیت نے یہ ثابت کر دیا کہ جنگ ہتھیاروں کی برتری اور فوج کی کثرت سے نہیں جیتی جاسکتی بلکہ جذبہ جہاد کے سامنے کوئی ہتھیار کارگر نہیں دشمن کے اسلحہ خانوں میں اس کا کوئی جواب نہیں۔

۱۹۶۵ء میں فضائی جنگ کی ایک ہی جھڑپ میں سکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم نے

Marfat.com

بھارتی فضائیہ کے پانچ جیٹ طیارے مار گرائے۔ فضائی جنگوں میں اتنے قلیل وقت میں اتنے طیارے مار گرانے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آغاز جنگ کے چند دن کے اندر بھارتی فضائیہ کو جارحانہ انداز بدل کر مدافعانہ جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا ایک مختصر فضائیہ کے انتہائی اعلیٰ معیار کا بہ منہ بولتا ثبوت ہے۔

۱۹۶۵ء میں چونڈہ محاذ پر ٹینکوں کی ایک عظیم جنگ لڑی گئی۔ بھارت کے ۶۰۰ ٹینکوں کے حملہ کو روکنے کے لیے ۱۲۵ ٹینک مقابلے پر میدان میں اُترے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد ٹینکوں کی یہ سب سے بڑی لڑائی تھی۔ اس لڑائی کے تاثرات ایک امریکن رپورٹر یوں بیان کرتا ہے امداد نظامی لکھتا ہے۔ اب سے پہلے بھی وار (WAR) رپورٹنگ کر چکے ہو؟ امریکی ریڈیو کے نمائندے رے میلونی نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا ہرگز نہیں" یہ پہلا تجربہ ہے۔ اب سے پہلے ہمیں ایسی کوئی جنگ لڑنی ہی نہیں پڑی۔ تم لوگ حیرت انگیز ہو۔ رے نے کہا؛ معلوم ہے میں اپنی زندگی کے بائیس سال جنگی محاذوں پر گر کر پھٹتے بموں اور برستی گولیوں کے درمیان گذار چکا ہوں۔

حیرت ہے تم اس کے باوجود زندہ ہو۔ میں نے کہا۔

ہاں قدرت نے مجھے اس لیے زندہ رکھا ہے کہ دنیا کی حیرت انگیز ترین جنگ دیکھ سکوں اور پھر اُس نے ہم لوگوں کے ہمراہ ایک خاموش مقام پر آ کر امریکی عوام کے لیے اپنا پیغام اپنے سفری ٹیپ ریکارڈ پر ریکارڈ کیا اُس نے اپنے تاثرات یوں بیان کیے۔

میں اس وقت دنیا کی حیرت انگیز ترین جنگ میں دنیا کے سب سے جیالے سب سے دلیر سب سے زیادہ نڈر سپاہیوں کے معجزوں کی طرح حیرت انگیز کارنامے دیکھ رہا ہوں۔ بلاشبہ پاکستانی فوج دنیا کی عظیم ترین سرفروش فوج ہے۔ میں نے ایسے جیالے مجاہد پوری زندگی میں نہیں دیکھے مجھے تو یہ پیدائشی سپاہی معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہر محاذ پر اپنے سے چھ گنا زیادہ طاقتور دشمن کا انتہائی ہولناک حملہ روک دیا ہے۔ اور اب اس پر کاری وار لگا رہے ہیں ان کی چلائی ہوئی گولی اور ان کا پھینکا ہوا ہر گولہ انتہائی جچا

Marfat.com

تلا ثابت ہوتا ہے انہوں نے دشمن کی صفوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دی ہیں اور اسے اپنے زخم چاٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں پاک فوج کی جرأت دلیری اور خود اعتمادی کو سلام کرتا ہوں۔

یہ ایک تجربہ کار اور جہاندیدہ جنگی نامہ نگار کے تاثرات ہیں۔ آگے چل کر کہتا ہے۔ جانتے ہو جنگ میں بھاری توپوں سے گولہ باری کیوں کی جاتی ہے۔ رے میلوٹی نے ہم لوگوں سے پوچھا۔ ظاہر ہے دشمن کی تنصیبات کو تباہ کرنے اور اس کی صفوں میں ابتری مچانے کے لیے کی جاتی ہے۔ ہم میں سے کسی نے جواب دیا۔ رے میلوٹی نے مسکرا کر ہماری طرف دیکھا اور بولا۔ ہاں درست ہے۔ بھاری توپوں کے گولے جہاں پھٹیں گے تباہی ضرور مچائیں گے۔ لیکن کسی قسم کی فوجی تنصیبات کو نشانہ بنانا اس گولہ باری کا اصل مقصد نہیں ہوتا۔ بھاری اور ہلکی توپوں سے گولہ باری دراصل اس لیے کی جاتی ہے کہ مسلسل دھماکے دشمن کی فوج کے سپاہیوں کے اعصاب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ چند منٹ کے دھماکوں کے بعد جسمانی نظام پر اعصاب کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ ہاتھ پیروں کی حرکت اور پھرتی تقریباً ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے آپ کو بڑی حد تک مفلوج محسوس کرنے لگتا ہے۔ دماغ کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جواب دے جاتی ہے اور کانوں میں عجیب سی سیٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ جو انسان کو پاگل کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اتنا کہہ کر رے میلوٹی نے بی آر بی نہر کے کناروں سے برکی تک پھیلے ہوئے محاذوں کی طرف اشارہ کیا اور بولا۔

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پاک فوج کے گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان ہیں یا فولادی مجسمے ان کے سروں پر اتنے دنوں سے توپوں اور ٹینکوں کے گولے پھٹ رہے ہیں مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ پہلے دن کی طرح چاق و چوبند ہیں۔ بلکہ ان کے جوش و خروش میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ میرے لئے یہ میری زندگی کا انتہائی حیرت انگیز واقعہ ہے۔

اس کے بعد چونڈہ رسیالکوٹ:- **چونڈہ کی جنگ العالمین کی جنگ سے بڑی جنگ تھی**

Marfat.com

محاذ سے رے میلونی نے ٹینکوں کی جنگ کے بارے میں رپورٹ امریکہ بھیجی اس کا لب و لہجہ انتہائی جوشیلا تھا۔ اُس نے شاندار الفاظ میں پاکستان کی دفاعی افواج کو خراج تحسین پیش کیا اور انہیں دشمن کے چھ سو ٹینکوں کے حملے اور پاکستان کی محدود فوج کی کامیاب دفاع کی داستان سناتے ہوئے بتایا۔

"کہ اس وقت چونڈہ میں حد نظر تک حملہ آور ٹینکوں کے ڈھانچے بکھرے ہوئے ہیں۔ عملی طور پر چونڈہ دشمن کے ٹینکوں کا قبرستان بن چکا ہے۔

اس نے چونڈہ کے میدان میں ہونے والی ٹینکوں کی لڑائی کے حوالے سے ایک بار پھر ہمیں اپنے ۲۲ سالہ جنگی تجربہ میں شریک کیا۔ اُس نے پوچھا تمہیں معلوم ہے "ٹینکوں کی یہ لڑائی" تاریخی اہمیت کی حامل تھی" ہم نے بتایا ہاں ہم جانتے ہیں یہ العالمین کے معرکے کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی تھی "العالمین میں فیلڈ مارشل منٹگمری کو کس وجہ سے فتح ہوئی تھی؟ رے میلانی نے دوسرا سوال کیا میں نے کہا، فیلڈ مارشل منٹگمری یقیناً ایک بہادر جرنیل تھا" "ہوگا" رے میلونی نے اپنے شانے چکائے لیکن العالمین کی فتح اس کی بہادری کا ہرگز نتیجہ نہیں تھی ویسے بھی دوسری جنگ عظیم کے بہادر جرنیلوں میں سرفہرست جرنل رومیل کا نام آتا ہے۔ منٹگمری صرف قسمت کا دھنی تھا۔ وہ بہادری اور جنگی مہارت میں اس جرمن جرنیل کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اِس کو فتح اس لیے ہوئی کہ اس نے اپنی ساری فوجی قوت یعنی بری فوج ٹینک، توپ خانہ دوسرے بکتر بند دستے اور فضائی فوج اس معرکے میں جھونک دی تھی۔ جرمن ٹینکوں کے لیے اس چو طرفہ حملے کا مقابلہ ممکن نہ رہا اس لیے اُنہیں شکست ہو گئی۔ رے میلونی لمحہ بھر خاموش ہو گیا پھر چونڈہ کے میدان میں چلتے ہوئے ٹینکوں کی طرف اشارہ کر کے بولا "لیکن اس میدان میں لڑی جانے والی جنگ صرف اور صرف بہادری سے جیتی گئی ہے۔ ۶۰۰ جدید ترین بھاری ٹینکوں کا تیز رفتار حملہ صرف ۱۲۵ چھوٹے ٹینکوں سے روک لینا اور حملہ آوروں کو تباہ کر دینا یقیناً ایک بے مثال کارنامہ ہے۔ اِس لیے چونڈہ کی جنگ العالمین کی جنگ سے بڑی تھی۔ اس جنگ میں پاکستانی جرنیل فیلڈ مارشل منٹگمری سے ہزار گنا بڑا جرنیل تھا۔

Marfat.com

جنرل کا جواب سُنکر صحافی کے ہاتھ سے نوٹ بک اور ٹیپ ریکارڈ گر پڑا

سیالکوٹ کے محاذ پر صرف ایک روز قبل ہولناک جنگ جاری تھی۔ اب فائر بندی ہو چکی تھی تاہم کسی بھی لمحہ کسی قسم کا شرارت کی بناء پر دوبارہ توپوں کے دہانے کھل سکتے تھے اس فضا میں فیلڈ کمانڈر پاکستانی اور غیر ملکی صحافیوں کو محاذ کا دورہ کرا رہا تھا۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے دشمن کے علاقے کی طرف اشارہ کیا اور کہا "وہ درخت آپ دیکھ رہے ہیں"

جی ہاں! اخبار نویسوں نے جواب دیا۔ یہ درخت بمشکل تین فرلانگ کے فاصلے پر تھے۔ وہاں دشمن کی بھاری توپیں نصب ہیں۔ فیلڈ کمانڈر نے کہا اور اخبار نویسوں کی جماعت لرز کر رہ گئی۔ میلوں تک تباہی پھیلانے والی بھاری توپیں سیالکوٹ شہر سے صرف نصف میل کے فاصلے پر تیار کھڑی تھیں۔ "جنرل صاحب" ایک کانپتی ہوئی آواز بلند ہوئی "جنرل صاحب اگر دشمن کی بھاری توپیں وہاں ہیں تو پھر سیالکوٹ شہر تو گیا"

جنرل چلتے چلتے رُک گیا۔ اُس نے خطرہ ظاہر کرنے والے صحافی کا کندھا تھپتھپایا اور کہا۔ نوجوان! دشمن کو معلوم ہے کہ ہم یہاں ہیں" رے میلونی اس جواب سے اِس بُری طرح چونکا کہ اُس کے ہاتھ سے تمام نوٹ بُک۔ ٹیپ ریکارڈ اور قلم چھوٹ کر زمین پر گر پڑے وہ بار بار اپنے سر پر گھونسے مارتا تھا اور کہتا تھا اوہ میرے خدایا۔ یہ انسان ہیں یا فولاد کے مجسّمے۔ خدا کی قسم میں نے ایسی دلیری زندگی میں نہیں دیکھی۔

(ہفت روزہ ہلال)

چونڈہ محاذ پر فضائیہ کی شاندار کارکردگی:- اس جنگ میں فضاؤں پر پاک فضائیہ کی مطلق العنان حکومت اور مکمل بالادستی قائم ہو چکی تھی۔ پاک فضائیہ کے سرفروش شہبازوں نے اپنے طیاروں کی تعداد اور کمزور استعداد کے باوجود دشمن فضائیہ سے پوری شجاعت کے ساتھ ٹکر لی تھی اور صرف تین روز کے اندر اس کی کمر توڑ دی تھی۔ دشمن کے بیشتر ہوائی اڈے کھنڈر بن چکے تھے۔ اِس کے حملہ آور طیاروں کے پرخچے اُڑ دیئے گئے تھے۔ پاک فضائیہ نے

دشمن فضائیہ کی قوت وکثرت کے غرور کو خاک میں ملانے کے ساتھ ساتھ ہر محاذ پر بری افواج کی دفاعی جنگ میں زبردست مدد کی۔ چونڈہ کی ٹینکوں کی جنگ میں ہمارے ایف ۱۰۴ اور بی ۵۷ طیاروں نے شاندار کردار ادا کیا اور جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ سکھ پائلٹوں کا یہ فقرہ "بچو بچو ۱۰۴ آ گیا" زبان زد خاص وعام ہے یہ ان کی بہادری اور رعب و داب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جوڑیاں کی فتح:- جوڑیاں کی فتح کے متعلق نظامی صاحب اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

"جوڑیاں کا قلعہ اونچی جگہ پر پختہ بنکروں اور ناقابلِ تسخیر مورچوں پر مشتمل تھا۔ وہاں سے پاکستان پر حملہ کرنے والے فضائیہ کی بمباری سے بھی بڑی حد تک محفوظ تھے ان کے سامنے برق رفتار دریائے توی پہلا خطِ دفاعی بنا ہوا ہے اور اس کے بعد میدان تھا جہاں آگے بڑھنے والے جوڑیاں کے محافظوں کی زد پر تھے لیکن اسی میدان سے جیالے مجاہدوں نے پیش قدمی کی نشیب سے فراز پر حملہ کیا نہ ان کو پختہ بنکروں سے برسنے والی گولیاں روک سکیں۔ نہ دریائے توی کی برق رفتاری ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکی۔ وہ تڑپتی بجلیوں کی طرح آگے بڑھے اور پلک جھپکتے ہی جوڑیاں کے ناقابلِ تسخیر قلعہ پر فتح کا پرچم لہرا دیا۔ دشمن کی فوج وہاں سے اس قدر سراسیمگی کے عالم میں فرار ہو گئی کہ اپنی وردیوں اور ہاتھ کے ہتھیاروں تک کا کسی کو ہوش نہ تھا۔ یہاں سے پاک فوج کے مجاہدوں کو اس قدر اسلحہ اور توپ خانہ ہاتھ آیا جس سے اچھی خاصی فوج کو مسلح کیا جا سکے گا۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں سے یہ چند سطور بطور نمونہ ہیں۔ ورنہ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔

۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ:- ۱۹۷۱ء کی جنگ پاکستان کے لئے ایک عظیم المیہ ثابت ہوئی مخصوص حالات اور وجوہات کی بناء پر ہمیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کہ ہماری افواج نے اس جنگ میں بھی اپنی ماضی کی روایات کو برقرار رکھا۔

Marfat.com

ملک کے مشرقی بازو میں مسلح افواج کو بڑے نامساعد حالات کا سامنا تھا۔ بری، بحری اور فضائی طاقت دشمن کے مقابلے میں انتہائی کم تھی۔ فضائیہ کے پاس پرانی طرز کا ایک ہوائی اڈہ چودہ سیبر تھے بھارتی فضائیہ کے اڈوں میں مشرقی پاکستان کے ارد گرد ۲۰۰ لڑاکا طیارے تھے جن میں سے اکثر Mig ۲۱ نیٹ اور ہنٹر تھے۔ ڈھاکہ میں ہماری فضائیہ کے پاس صرف ایک ہی رن وے تھا ہماری فضائیہ صرف ایک دن یعنی ۴ دسمبر کو کام کر سکی ہمارے شاہینوں نے تیرہ بھارتی طیارے گرائے پاکستان کے صرف تین طیارے تباہ ہوئے اس کے علاوہ ہمارے توپچیوں نے طیارہ شکن توپوں سے مزید گیارہ بھارتی طیارے گرائے دشمن کی فضائیہ کو جب دندان شکن جواب ملا تو اس نے حکمت عملی بدلی اور رن وے پر زبردست بمباری شروع کر دی جس سے رن وے تباہ ہو گیا۔ جسے فوری طور پر کارآمد بنانا ممکن نہ تھا اس لئے فضائیہ اپنے باقی گیارہ طیاروں سے کوئی کام نہ لے سکی جنگ کے خاتمے پر ان کو ناکارہ اور تباہ کر دیا گیا تاکہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

مغربی محاذ :- مغربی محاذ پر معاملہ الگ تھا اس محاذ پر ہماری فضائیہ نے پہلے ۲۴ گھنٹوں میں دشمن کے ۲۰ طیارے تباہ کئے جبکہ اپنا صرف ایک ایف ۸۶ تباہ ہوا اس کے بعد بھارتی فضائیہ کی سرگرمیاں کم ہو گئیں۔ بھارت کے پاس ۶۰۰ طیارے تھے۔ پاک فضائیہ کی تعداد ایک تہائی سے بھی کم تھی اس کے باوجود پاک فضائیہ کے طیاروں کے حملے طیاروں کی تعداد کی نسبت سے بھارتی حملوں سے کہیں زیادہ تھے۔ ہماری فضائیہ کی اعلیٰ کارکردگی نے بھارتی فضائیہ کی عددی برتری کو غیر موثر بنا دیا جو اس کا شاندار کارنامہ ہے۔

پاک بحریہ :- ہماری بحری طاقت کی تعداد اور استعداد کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے لیکن بے مثال جرأت اور مہارت سے اس نے اعلیٰ روایات قائم کی ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں جو کہ دشمن کا بطور خاص ہدف تھا۔ بھارتی بحریہ کو بڑے موثر انداز میں چاٹگانگ بندرگاہ سے دور رکھا۔ دشمن نے اس بندرگاہ میں داخل ہونے کی سرتوڑ کوشش کی۔ چار گن بوٹوں کے معمولی بیڑے اور چند فوری طور

Marfat.com

پر کیے گئے انتظامات نے دشمن کی امیدوں پر پانی پھیر دیا جنگ کے خاتمے تک دشمن بندگاہ میں داخل نہ ہو سکا۔ ہماری بحریہ نے اپنے محدود وسائل کے باوجود چٹاگانگ کی بندرگاہ کے باہر سرنگیں بچھادی تھیں۔ جس سے بھارتی بحریہ کی رگوں میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ اس حقیقت کا انکشاف اُس وقت ہوا جب ہتھیار رکھ دینے کے فوراً بعد ہندوستانی بحریہ کے محکمہ جاسوسی کے افراد نے ہمارے بحریہ کے جوانوں پر سوالات کی بوچھاڑ کردی تاکہ انہیں سرنگوں والے علاقے کا ٹھیک پتہ چل جائے اور وہ اِن سے بچ کر باسانی چٹاگانگ کی بندرگاہ میں داخل ہو سکیں۔ مغربی محاذ پر پاکستانی بحریہ کو اپنی مایہ ناز آبدوز "غازی" کی تباہی سے بے حد نقصان ہوا۔ بھارتی بحریہ کی راہ سے ایک خوفناک ہتھیار ہٹ چکا تھا۔ ایک چھوٹی بحریہ سے اس کا مقابلہ تھا جسے کئی قسم کی مشکلات کا سامنا تھا اس سب کچھ کے باوجود پاک بحریہ نے مؤثر طور پر بھارتی بحریہ کا مقابلہ تھا۔

بری افواج: مشرقی محاذ پر کم و بیش ۴ ڈویژن فوج تھی ان کی مدد کے لیے دو ٹینک رجمنٹیں اور چند فیلڈ آرٹلری یونٹیں تھیں۔ فضائیہ کی امدادی کارروائی پوری جنگ میں کسی بھی محاذ پر میسر نہ ہو سکی۔ اس کے مقابلے میں بھارت نے کئی گنا زیادہ فوج لگا رکھی تھی۔ بھاری توپ خانہ، ٹینک اور فضائیہ اور ہیلی کاپٹروں کی بے پناہ اعانت حاصل تھی۔ لڑاکا جہازوں کو تباہ کرنے کے ہتھیاروں کا پاکستانی فوج کے پاس قریب قریب فقدان تھا۔ بھارتی فضائیہ بڑے سکون سے گھوم پھر کر بمباری کرتی اور ہمارے جوان بڑی حسرت سے آسمان کی طرف نگاہیں اُٹھاتے کہ ہماری فضائیہ کدھر ہے۔ وہ کبھی آئے گی۔ لیکن وہ نہ آنی تھی اور نہ آئی۔ اس سب کچھ کے باوجود دشمن تمام محاذوں پر اپنا زور دکھا چکا تھا۔ اُسے کسی اہم اور قابل قدر علاقے پر قبضہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ہتھیار ڈالنے کے بعد جو حالات اور تبصرے مختلف مبصرین کے نظروں سے گزرے ہیں۔ ان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ حالات اتنے نامساعد نہیں تھے جتنا کہ انکو تصور کیا گیا ہے۔ ہتھیار ڈالنے میں بڑی عجلت سے کام لیا گیا ہے۔

متعلقہ احکام بہتر جانتے ہوں گے کہ کیا در پیش تھا۔ بہرحال جہاندیدہ لوگوں

Marfat.com

کی تنقیدی نگاہیں ہمارے اعلیٰ کمانڈروں کے فیصلے کے خلاف اور عدم جواز کے حامی ہیں۔

۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگوں کی تمام اہم کامیابیوں کا ذکر کرنا مقصود نہیں۔ یہاں تو موضوع کے لحاظ۔

ع مشتے نمونہ از خروارے۔

نمونتہً ایک دو چیزیں (ITEMS) ہی دکھائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اسی پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد وصلی اللہ علیہ وسلم

جہاد سب سے افضل عمل ہے

(بخاری و مسلم)

ملک اور قوم مجاہدوں کے لئے عظیم خرچ

برداشت کرتے ہیں، لہذا مجاہد کا فرض ہے

کہ اپنے فرائض منصبی اس طرح ادا کرے کہ

اس کی قوم اپنے ملک اور گھروں میں چین کی

نیند سوئیں اور یہ سب سے بڑی سعادت ہے!

Marfat.com

جہاد کی تیاری

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دستِ قضا میں صورت شمشیر ہے وہ قوم　　ہر زماں جو کرتی ہے اپنے عمل کا حساب

انتقامی جذبہ انسان میں ایک فطری عنصر ہے حق و باطل کا ٹکراؤ ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا ہے۔ جب متحارب گروپوں میں سے ایک دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے۔ تو ہارا ہوا فریق اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے پہلے سے زیادہ طاقت اور روسائل سے میدان میں آتا ہے۔ وہ نئے نئے طریقوں اور حربوں سے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا فریق جسے برتری حاصل ہو وہ اپنا مقام برقرار رکھنے کے لیے اپنے معیار کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ضرب و حرب کی نئی راہیں تلاش کرتا ہے۔ غرضیکہ کوئی فریق بھی اپنی تیاری اور قوت سے قطعی مطمئن نہیں ہوتا خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رہتی ہے۔

غزوۂ بدر میں ۳۱۳ مجاہدین نے ایک ہزار لشکر باطل کو شکست دی۔ اگلے سال ۳ھ میں کفار مکہ ۳۰۰۰ کی فوج لے کر حملہ آور ہوئے یہاں سات سو مجاہدین نے ان کی خبر لی۔ اس کے بعد کفار بڑی شد و مد سے تیاری میں مصروف ہو گئے کہ مسلمانوں کو بالکل ہی مٹا دو۔ چنانچہ غزوۂ خندق میں دس ہزار کے لشکر سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو تین ہزار مجاہدین نے مقابلہ کیا۔ اب اگر ان تینوں غزوات کو غور سے دیکھا جائے جیسے جیسے کفار نے تیاری اور طاقت میں اضافہ کیا ویسے ویسے مسلمان بھی اس کوشش میں مصروف رہے۔ باوجود گوناگوں مسائل اور مصائب کے اپنی عددی قوت میں اضافہ کرتے رہے ۔ ایک کے مقابلے میں تین کی نسبت، جو مقام بدر میں تھی وہ قریب قریب اگلے دو غزوات میں برقرار رہی۔

Marfat.com

محض نصرت الٰہی پر تکیہ لگائے نہ بیٹھے رہے بلکہ اسباب دنیا کرتے رہے ایک ایسی جنگ جو قیامت تک جاری رہنے والی تھی۔ اُس کے لیے وقت کے ساتھ ساتھ تیاری کرتے رہے۔ حالات کے ساتھ اپنی تیاری میں تبدیلی کی۔

غزوہ خندق میں جب یہ محسوس کیا گیا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نقصان کا اندیشہ ہے۔ تو خندق کے اندر رہ کر مقابلہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ضرورت محسوس ہوئی تو بحری بیڑے تیار کئے گئے۔ حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو دیبل (کراچی) کے قلعہ کو توڑنے میں دقت پیش آئی تو منجنیق کے ذریعے پتھر گرا کر قلعہ کی دیوار توڑ دی گئی۔ القصہ وقت کے ارتقا کے ساتھ ساتھ دفاعی نقطہ نظر سے جن چیزوں کی ضرورت پیش آئے اِن کا مہیا کرنا ضروری ہے۔ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اُس کے ہتھیاروں کا توڑ اور ردِ مقابل لازمی ہے۔ انگریزوں کے برصغیر پر قابض ہونے کے اسباب کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ برصغیر کی فوج اور بالخصوص مسلمان انگریزوں کے مقابلہ میں زیادہ دلیر اور بہادر تھے۔ جذبۂ جہاد کے ساتھ جذبہ حب الوطنی بھی تھا۔ لیکن اِس کے باوجود انگریز کامیاب ہوئے جس کی وجہ بعض دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ انگریزی فوج کی ہتھیاروں اور گولہ بارود کی برتری تھی۔ ایسے ہتھیار مثلاً توپیں وغیرہ جو برصغیر کی فوجوں کے پاس نہیں تھی۔

جنگِ عظیم دوم میں جرمنی اور جاپان نے اتحادیوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ لیکن ایٹم بم کے ایک ہی وار نے حالات اُلٹ دیئے اگر جرمنی یا جاپان کے پاس ایٹم بم ہوتا تو یقیناً اتحادی کارروائی کرنے سے پہلے جوابی کارروائی کے نتائج کا خیال رکھتے اور اور جاپان ضرور جوابی کارروائی کرتا اور حالات وہ نہ ہوتے جو وقوع پذیر ہوئے بدلتی ہوئی ٹیکنالوجی اور دفاعی ضروریات کا ہونا لازمی امر ہے۔ ورنہ

ع اگر ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی

اگر ہم جو کچھ ہے۔ اِسی پر اکتفا کیے رہیں تو معاملہ عربوں اور اسرائیل کا سا ہوگا۔ وہ محض ہتھیاروں کی برتری سے غالب ہے۔ اگر ہمارے عرب بھائیوں نے بروقت ہوش سنبھالے

Marfat.com

ہوتے تو یہ المناک صورت حال نہ دیکھنی پڑتی اور شاید ہمارے ساتھ ۱۹۷۱ء کے واقعات پیش نہ آتے ؎

حقیقت ازلی ہے رقابتِ اقوام   نگاہ پیر فلک میں نہ میں عزیز نہ تو

تیاری میں مصروف رہو:-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۔

(پ۱۰ انفال ع۴)

اور ان کے لیے گھوڑے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو (تیار رکھ سکو) کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھائے رکھو۔ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور اُن کے سوا اوروں کے دلوں میں۔

قوت سے مراد ہتھیار یا قلعے اور تیر یا نشانہ بازی ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں قوت کے معنی تیر اندازی کے بتائے ہیں۔ تیر اندازی کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں۔

حدیث پاک ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تیر چلانا سیکھو۔ گھوڑے پر سوار ہوا کرو۔ تیر اندازی کرنیوالے مجھے گھوڑے پر سوار ہونے والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی اُس نے خدا کی نعمت کا کفران کیا۔ (ابوداؤد)

جہاد کی تیاری کے حکم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ توپیں۔ جہاز۔ ٹینک۔ میزائل۔ ایٹم بم آبدوزیں اور دوسرے جدید ہتھیار سب مہیا کیے جائیں۔ ممکنہ دشمن کے ہتھیاروں کی استعداد۔ تیاری۔ عددی قوت۔ عسکری مہارت اور طرزِ عمل کا مطالعہ اس کی چالوں پر نظر اس کے عزائم کا سراغ ارادوں اور منصوبوں سے آگاہی یہ سب کچھ تیاری میں شامل

Marfat.com

ہے۔اس تیاری کا کام ملک میں مختلف شعبوں کے سپرد ہوتا ہے۔موجودہ دور کی تباہ کن جنگوں کی پیش گوئی قرآن حکیم میں موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانے کے ارتقا کے ساتھ ساتھ ہتھیاروں میں بھی ترقی اور تبدیلی ہوگئی اس سلسلے میں احسان قریشی صابری کا حسب ذیل مضمون ۱۷ جون ۱۹۷۷ء کو نوائے وقت میں شائع ہوا۔

نئے دور میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کا تصور اب پرانا ہو چکا ہے

مستقبل کی جنگ :- اس وقت امریکہ، روس، اسرائیل اور فرانس کے پاس ایسے گیس بم پڑے ہیں۔جن کے دائرے میں آنے والے ہر جاندار چیز تین منٹ کے اندر اندر ہلاک ہو جائیگی۔بشرطیکہ اس جاندار چیز کا منہ گیس ماسک (GAS MASK) سے محفوظ نہ ہو کوئی گیسیں اس قسم کی بھی ایجاد شدہ ہیں جو دو منٹ کے اندر اعصاب مفلوج کر دیں گی اور انسان پر پر مہلک قسم کا فالج گر جائے گا۔ایسی گیسوں کا تجربہ امریکہ نے چند سال گذرے ویٹ نام کی جنگ میں بھی کیا تھا مگر کرۂ ارضی کی رائے عامہ کے احتجاج کے بعد گیس بم کا استعمال ترک کر دیا گیا تھا۔مشہور سائنسدان آئینسٹائن سے کسی نے پوچھا تھا کہ تیسری عالمگیر جنگ میں کس قسم کے ہتھیار استعمال ہوں گے ؟۔

اس نے جواب دیا۔

مجھے تیسری عالمگیر جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں کا علم نہیں ہے۔البتہ میں بتلا سکتا ہوں کہ چوتھی عالمگیر جنگ میں کون سے ہتھیار استعمال ہوں گے۔چوتھی عالمگیر جنگ ڈنڈوں، سوٹوں اور رہاکیوں سے لڑی جائے گی۔سوال کرنے والے نے دریافت کیا کہ چوتھی عالمگیر جنگ ڈنڈوں اور رہاکیوں سے کیسے لڑی جائے گی ؟ یہ آپ نے کیا کہا ہے وضاحت فرمایئے۔بات سمجھ میں نہیں آئی۔آئینسٹائن نے جواب دیا کہ تیسری عالمگیر جنگ میں وہ مہلک ہتھیار اور مہلک گیسیں استعمال ہونگی کہ انسان تو کیا مارٹر توپیں، ٹینک بکتر بند گاڑیاں اور بمبار طیارے ان گیسوں سے یا ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں سے پگھل کر پانی کی طرح بہہ جائیں گے۔ماڈرن ہتھیاروں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔یہی وجہ ہے کہ آئندہ نسل کا حضرت انسان کی چوتھی عالم گیر جنگ ڈنڈوں، سوٹوں اور

Marfat.com

ہاکیوں سے لڑی جائے گی۔ قرآن حکیم نے کیمیاوی گیسوں اور زہریلے دھوئیں سے جنگِ عظیم ہونے کی حیرت ناک پیش گوئی سورہ "دخان" پارہ نمبر ۲۵ میں تیرہ سو سال قبل کر دی تھی۔

ترجمہ :- بلکہ وہ شک و شبہ میں کھیل رہے ہیں تو اس دن کا منتظر رہ جب آسمان لائے گا صریح دھواں یہ دھواں لوگوں کو گھیرے گا۔ یہ دردناک عذاب ہوگا پھر وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم سے یہ آفت دور کر ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ اور مومن بننے کے لیے تیار ہیں مگر اب ان کے لیے نصیحت کہاں ہوگی۔ تفسیر بیضاوی میں ان آیات کی تفسیر یوں لکھی ہے کہ یہ قرب قیامت کے زمانہ میں ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے فرمایا کہ قیامت آنے سے پہلے دھوئیں کا عذاب آسمان پر اُٹھے گا اور یہ دھواں لوگوں پر چھا جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا کہ دھواں خود لوگوں کا ہی پیدا کردہ ہوگا اور نوعِ انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اِس دھوئیں کا عذاب اتنا دردناک ہوگا کہ کافر لوگ تو فوراً چیخ اٹھیں گے کہ ہم مومن بنتے ہیں اسلام پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم سے یہ دردناک عذاب دور ہو۔ دوسرے راوی مثلاً ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ اور زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بھی ایسی ہی تفسیر کرتے ہیں۔ آخری آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جنگ کفار کے مابین ہوگی اور جب وہ ختم ہونے لگیں گے تو مومن بننے کی آرزو کریں گے۔ آسمان سے دھواں کیسے آئے گا؟ سورہ قمر پارہ نمبر ۲۷ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

ترجمہ :- قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا" یہ آیت مبارکہ ذو معنی ہے پہلے تو انسان انسان کے ساتھ دھوئیں کی جنگ لڑے گا۔ یعنی زہریلی کیمیاوی گیسوں سے آپس میں لڑائی ہوگی اس سے دُنیا کا ۲/۳ حصہ تباہ برباد ہو جائے گا اس کے بعد حضرت انسان دوبارہ چاند کی سطح پر راکٹ لے جا کر تجربہ کرنے کے لیے ہائیڈروجن بم چاند کی سطح پر پھینکے گا۔

Marfat.com

پہلے معانی جواب تک مفسرین کرتے آئے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب معجزہ شق القمر دکھلایا اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کے اشارہ سے ہی چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کچھ دیر بعد یہ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ قیامت کے قرب زمانے میں بھی دوبارہ اسی طرح ہو گا اور پھر قیامت آئے گی۔ اب دوسرے معنی جو جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) کے علماء نے کئے ہیں اور مصر کے اخبار "الاہرام" کے ملی میگزین ایڈیشن میں گذشتہ سال چھپ بھی چکے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اس صدی کے سائنسدان چاند کی ماہیت کو پرکھنے کے لیے راکٹ میں اٹیم بم یا ہائیڈروجن بم یا گیس بم لے کر چاند پر جائیں گے۔ اور چاند کی سطح پر ہائیڈروجن بم پھینکا جائے گا۔ اپنی طرف سے وہ تجربہ کریں گے کہ چاند کی سطح کی ماہیت کیا ہے؟ چاند کا کچھ حصہ ہائیڈروجن بم کے دھماکہ سے شق ہو گا۔ یعنی پھٹ جائے گا اس طرح چاند سائنسی اقدامات سے دوبارہ شق ہو گا یعنی پھٹ جائے گا۔ آسمان سے زہریلی کیمیاوی گیس نیچے زمین کا رُخ کرے گی۔ آسمان سے ایسا دھواں زمین پر آئے گا جو انتہائی مہلک ہو گا۔ اس کے بعد قیامت انتہائی نزدیک آ جائے گی یعنی اس اقدام کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی "روزِ قیامت" وقوع پذیر ہو گا۔ یہ تھی دوسری تفسیر اس آیت کی یعنی قیامت کی گھڑی نزدیک آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔ یعنی قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی۔ جب تک پہلے چاند شق نہیں ہو گا اور یہ عمل شق القمر حضرت انسان کے ہاتھوں سے ہی وقوع پذیر ہو گا۔ پہلی کیمیاوی گیس کی جنگ بھی حضرت انسان انسان کے ساتھ ہی لڑے گا اور یہ روئے زمین پر ہی واقع ہو گی دوسری جنگ حضرت انسان چاند کی سطح پر لڑے گا اور یہ چاند اس جنگ کی بدولت شق ہو گا اس کے بعد ہی قیامت آئے گی اور دنیا مکمل طور پر تباہ و برباد ہو گی۔

مجاہد کی تیاری:- مجاہد کی تیاری یہ ہے کہ وہ جس کام کا ذمہ دار ہے اُسے جو فرائض سونپے گئے ہیں۔ جو ہتھیار دیئے گئے ہیں۔ ان میں کمال مہارت رکھتا ہو ان کے استعمال میں ہی ماہر نہ ہو بلکہ اصل مہارت تو یہ ہے کہ اپنے کام کے علاوہ دیگر کاموں سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔ مثلاً اگر آپ گنر ہیں تو گاڑی

Marfat.com

چلانا بھی سیکھیں تاکہ اگر کسی وقت ڈرائیور کسی وجہ سے اپنا کام نہ کرسکے تو آپ کی پوری پارٹی بیکار نہ ہو جائے۔ ڈرائیور ہیں تو وائرلیس آپریٹر کا کام سیکھیں گن (6 × 7 × A L) میں واقفیت پیدا کریں تاکہ بوقت ضرورت کچھ کام کیا جاسکے۔ ٹینک کا فائر ٹینک کی ڈرائیونگ بھی سیکھیے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر فوجی اپنے کام کے علاوہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے کام سے بھی کچھ نہ کچھ واقفیت پیدا کرے۔ اس سے جنگی اہلیت میں اضافہ ہوگا۔

فائر کی مشق:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ ممبر پر فرما رہے تھے دشمنوں کے لیے اپنی طاقت کے مطابق قوت تیار کرو پھر فرمایا قوت سے مراد رمی (فائر) ہے قوت سے مراد فائر ہے۔ قوت سے مراد فائر ہے۔ (مسلم)

فائرنگ کی مشق جاری رہنی چاہیئے:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے رمی (فائر کرنا سیکھا پھر اُسے چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں یا اُس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

سامان کی دیکھ بھال:- فوج کی طرف سے جو بھی سامان ایک فوجی کے حوالے کیا جاتا ہے یہ ملک اور قوم کی مقدس امانت ہے۔ ہمارے والدین اور بھائیوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے بیرونی قرضہ جس کے عوض ان کو خریدا گیا ہے اس کا بوجھ قوم کے سر ہے سامان لوہے اور دھاتوں کا ہے۔ لیکن ہمارے لیے سونا ہے یہ سونا دے کر حاصل کئے گئے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کریں ان کی صفائی کریں ان کو قابلِ استعمال حالت میں رکھیں ٹوٹ پھوٹ اور بیکار ہونے سے بچائیں ان کی دیکھ بھال جہاد کا حصہ ہے بلکہ عین جہاد ہے ان کا حتمی مقصد قوم اور ملک کا دفاع ہے۔ اس دفاع کی تیاری کے لیے جو کچھ بھی کیا جائے وہ اسی زمرے میں آتا ہے۔ کسی کے ذمے گاڑی ہے اور کسی کے ذمے گن سستی اور ناقص۔ دیکھ بھال سے اس کے پرزے خراب ہو گئے یا کمزور ہو گئے۔ جنگ میں بوقت ضرورت ٹھیک کام نہ کیا

Marfat.com

تو یہ جہاد کی تیاری میں غفلت ہے یہ ناقابلِ معافی ہے۔

حدیث پاک ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی مبارک انگلیاں ایک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ گھوڑوں کی پیشانیاں قیامت تک خیر کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے ساتھ اجر بھی ملتا ہے اور غنیمت بھی۔ (مسلم)

اب گھوڑوں کی لڑائی کا دور ختم ہو چکا ہے اب تمام وہ فوجی سازو سامان مثلاً گاڑیاں، ٹینک، توپیں اور جہاز (ہوائی اور بحری) وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ ملک اور قوم مجاہدوں کے لیے عظیم خرچ برداشت کرتے ہیں۔ لہٰذا مجاہد کا فرض ہے کہ اپنے فرائض منصبی اس طرح ادا کرے کہ اس کی قوم اپنے ملک اور گھروں میں چین کی نیند سوئیں اور یہ سب سے بڑی سعادت ہے۔

صحت اور صفائی مجاہد کے لیے توانا اور تندرست ہونا بڑا لازمی ہے کمزور اور بیمار مجاہد اپنے فرائض اچھے طریقے سے انجام نہیں دے سکتا محنت اور مشقت میں اس کے قویٰ ساتھ نہیں دیں گے۔ ماحول اگر صاف نہ ہوا آپ کی رہائش کے اردگرد گندگی ہوئی تو بیماریوں کا باعث بنے گی اور ہمارے مقصد کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہوگی اس لیے اپنے ماحول کو صاف رکھیں۔ گندگی نہ پھیلنے دیں۔ ذاتی صفائی کا اہتمام کریں کہ اس طرح آپ بیماریوں سے محفوظ رہیں گے اور ورزش کو معمول رکھیں یہ پی ٹی پریڈ اور شام کی کھیلیں اس مقصد کے پیش نظر عمل میں لائی گئی ہیں۔ تاکہ مجاہد کے قویٰ مضبوط ہوں وہ توانا تندرست ہو جفاکش ہو تاکہ بوقت ضرورت اس کے اعصاب جواب نہ دے جائیں اس میں قوت برداشت ہو۔

عسکری مشقیں: انواع و اقسام کی جنگی چالوں، دشمن کے مخصوص موسم اور حالات سے فائدہ اٹھانے سے بچنے کے لیے اب قریب ہر موسم میں عسکری مشقیں کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے یہ بھی تیاری ہے تاکہ ہر موسم میں

Marfat.com

کام کرنے کے عادی ہوں۔ ہمیں مشقوں کو بلائے ناگہانی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بادلِ نخواستہ وقت گزارنے والی بات نہیں کرنی چاہیئے بلکہ مجاہدین کا یہ فرض ہے کہ ان کی حقیقی روح کو سمجھیں ان کو جذبہ جہاد کے تحت مستقبل کی جنگ کی تصویر کے روپ میں دیکھیں ، نشانہ بازی کی اصل اہمیت کو مدِنظر رکھیں۔ یقین کریں کہ مشق سے حتمی مقصد حاصل ہو رہا ہے۔ بوقت ضرورت ہمارا نشانہ خطا نہیں جائیگا۔ اسلحہ بارود بیکار ضائع نہیں ہوگا۔ دشمن زد میں آیا ہوا بچ نہیں سکتا۔

حدیث پاک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، سے روایت ہے کہ اُس نے کہا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ایک ڈھال سے آڑ بنائے ہوئے تھے۔ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت عمدہ تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر پھینکتے تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر مبارک اونچا کر کے ان کے تیر کا نشانہ ملاحظہ فرماتے۔ (مسلم)

چنانچہ اپنا تجزیہ کریں کہ عسکری نقطہ نظر سے کچھ پلے بھی پڑا ہے یا ایونٹس کی فورکاسٹ (EVENTS FORECAST) اور ٹریننگ پٹرول کی الاٹمنٹ سے دامن چھڑانے والی بات کی ہے۔ سمندری مشقیں سیر و تفریح کے لیے کی ہیں یا دفاعی کارگزاری بڑھانے میں کو مدد ملی ہے فضائی پروازیں مشکل لمحات کے لیے تیار کر رہی ہیں یا سارٹیز (SORTIER) کی تکمیل مطمع نظر ہے۔ جنگ میں فضا محفوظ ہوگی یا ہم وطنوں کی ہماری امیدوں پر نیندیں حرام ہوں گی یہ وہ تیاری ہے جس میں مصروف رہنے کا حکم ہے ہم کس حد تک تیار ہیں۔ کس قدر خلوصِ نیت سے عمل پیرا ہیں اسے مجاہدین اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یہ مجاہد خود ہی اندازہ کر سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس میں کوئی کمی یا خامی ہے اور اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی تو یہ ملک اور قوم کے ساتھ دھوکا ہے۔ آڑے وقت میں ملک اور قوم کی امیدوں پر پورے نہیں اتر سکیں گے ایسے لوگوں کو تاریخ معاف نہیں کرتی اور اُن کو آئندہ نسلیں بھی معاف نہیں کریں گی۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص اگلی صفوں میں ہی ہو یا وہ لڑاکا لوگوں میں ہی شامل

Marfat.com

ہوکر اس کی تیاری کر سکتا ہے دفاعی افواج میں شامل ہر فرد دفاعی مشینری کے کل پرزوں کا ایک حصہ ہے۔ اسکا محرک پرزہ ہے اپنی اپنی جگہ بے حد اہم ہے کوئی بھی کام کرنا چھوڑ دے۔ مشینری بیکار ہو جائے گی۔ یا جزوی طور پر متاثر ہوگی اس سے کام کی روانی میں خلل آتا ہے۔ کمی واقع ہوتی ہے۔ متوقع نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ انسانی جسم کو لیں۔ ہاتھ کی انگلی کٹ جائے۔ ٹانگ زخمی ہو جائے۔ کان بہرے ہو جائیں۔ آنکھ خراب ہو جائے۔ بدن پر چوٹ آجائے۔ ان سے پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ کارکردگی میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے فوج کے کل پرزوں کا یہی حال ہے ہر شعبہ ایک اہم جزو ہے سب کا کام ایک دوسرے سے بڑھ کر اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا جو جہاں موجود ہے وہ یہ عزم کرے۔

ع کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

اس میں دفاعی ساز و سامان مہیا کرنے والے، فوجوں کی خوراک لباس، طبی امداد اور ٹوٹے پھوٹے سامان کی مرمت کرنے والے مواصلاتی نظام قائم رکھنے والے دفاعی سامان بنانے والے خواہ وہ کہیں ہوں وردی میں ہوں یا سول کپڑوں میں فوجی ہوں یا دوسرے شہری، ہر وہ سائنس اور انسانی جنبش جو مجاہد کی جنگی تیاری کے لیے مددگار ہو ملک کے دفاع میں کام دے۔ وہ جہاد ہے اور جہاد کی تیاری کا حصہ ہے اِسے انجام دینے والا مجاہد ہے۔ حدیث پاک ہے۔

سامانِ جہاد بنانے والے:۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

۱:۔ اس کے بنانے والا جو اس کے بناتے وقت جہاد کی نیت رکھے۔

۲:۔ تیر پھینکنے والا۔

۳:۔ تیر پکڑانے والا۔ (ترمذی ابن ماجہ)

یہ حدیث پاک رائفل کی گولی، توپ کے گولے، بم میزائل، راکٹ اور

Marfat.com

دوسرے ہر قسم کے ایمونیشن اور ہتھیاروں پر صادق آتی ہے لہذا فیکٹریوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے تمام کارکن اِس میں شامل ہیں نیز پکڑ لانے والا کون ہے جو اِسے لڑاکا لوگوں تک پہنچاتے ہیں سٹوروں میں اِس کی حفاظت کرتے ہیں اور اِسے قابل استعمال (SERVICABLE) حالت میں رکھنے میں مصروف ہیں۔

جنگی سامان پہنچانا:- حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں کسی غازی کو ساز و سامان سے لیس کر دیا اس نے بھی گویا جہاد میں حصہ لیا اور جس نے غازیوں کے گھر بار کی خبر گیری کی گویا اُس نے بھی جہاد میں خود حصہ لیا۔

(بخاری و مسلم)

جہاد کی تیاری جاری رکھو:- یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جہاد کی تیاری یہ ایک مسلسل عمل ہے کبھی بھی تیاری حتمی نہیں ہوتی اور اکائی عمل کارفرما رہتا ہے اس لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ اے ایمان والو! اپنی تیاری اور حفاظت میں لگے رہو۔

(پ۵ - نساء - ع۶)

مراد وہی ہے جو گذشتہ سطور میں گزر چکی۔ حفاظت اور تیاری کا ایک دوسرا پہلو مالی قربانیاں ہیں کہ اگر حکومت کو مالی مشکلات درپیش ہوں۔ وسائل کی کمی ہو تو ہمیں مال سے حکومت کی اعانت کرنی چاہیئے اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چند مثالیں گزر چکی ہیں۔ پاکستان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنگ اور سیلاب کی تباہ کاریوں سے نپٹنے کے لیے اہلِ ثروت حضرات نے خطیر رقوم مہیا کی ہیں۔ ہمارے وطن میں یہ جذبہ انتہا پر ہے۔

قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے:- یہ ضروری نہیں کہ وسائل نہ ہوں اور انسان کوئی قابلِ قدر رقم مہیا نہ کر سکے

Marfat.com

تو یہ کہے کہ تھوڑے روپوں کا کیا دینا۔ اس سے کیا فرق پڑے گا اگر زیادہ کا بندوبست نہ ہو سکا تو تھوڑے حصے سے بھی دست کش ہو گئے۔ مثل مشہور ہے۔ "قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جاتا ہے" جو کچھ بھی تھوڑا بہت میسر ہو وہ کافی ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، تھوڑا تھوڑا ملکر ایک بڑی رقم جمع ہو جاتی ہے بات تو نیت اور اخلاص کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور مثال حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جس کا مالی جہاد میں ذکر ہو چکا ہے۔ القصہ مقدور بھر کوشش کرنی ہر مسلمان کا فرض ہے۔

احتیاط ضروری ہے: دشمنان دین کی یہ خواہش کہ مسلمان اپنے دفاع سے غافل ہو جائیں وہ تیاری اور ہتھیاروں کے حصول میں غفلت کریں۔ آپ آئے دن سنتے ہیں کہ بھارتی پارلیمنٹ میں پاکستان اگر اپنے دفاع کے لیے ہتھیار خریدتا ہے تو اُس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ہتھیار فروخت کرنے والے ملک پر دباؤ ڈالا جاتا ہے واویلا کیا جاتا ہے کہ برصغیر میں امن کو خطرہ لاحق ہے۔ ہتھیار بھارت کے خلاف استعمال ہوں گے تو یہ اسلام کے دشمنوں کی پرانی روش ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً (پ ۵۔ نساء ۱۰۲)

کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بے خبر ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں"

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مسلمان کافروں پر اپنا رُعب جمائے رکھیں۔ فوجی مشقوں اور سکیموں کے ذریعے اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے رہیں تاکہ اُن پر رُعب قائم رہے اور ہمیشہ ہر حال میں تیاری میں مصروف رہیں۔

بانیٔ پاکستان نے فرمایا۔

ملک کے دفاع کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ پاکستان کو تمام حالات اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے دُنیا میں کمزور اور بے سہارا

Marfat.com

رہنا گویا دوسروں کو حملہ کرنے کی دعوت دینا ہے۔ ہم صرف اس طرح امن کے مقاصد کی بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو حملہ کرنے کی ترغیب سے روک دیں۔ جو ہمیں کمزور سمجھ کر ہم پر قابو پانا آسان سمجھتے ہیں۔ اس ترغیب کو ہم صرف اس طرح ختم کر سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو اتنا مضبوط اور طاقتور بنائیں کہ کوئی ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مومن کی زندگی

رسولِ کریم سے ایک صحابی نے پوچھا کہ مومن کی زندگی کیا ہے؟ حضور نے جواب میں فرمایا جب جہاد ہو رہا ہو تو اس میں شریک ہو اور جب جہاد نہ ہو رہا ہو تو اس کی تیاری میں مصروف ہو۔

Marfat.com

جہاد کے مختلف فرائض

جہاد یعنی دشمن سے لڑنے سے پہلے مجاہد مسلسل تیاری میں مصروف رہتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں تو سامانِ جنگ کی فراہمی بھی خود کرنی پڑتی تھی۔ موجودہ زمانے میں چونکہ مجاہدین کو مستقل طور پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی پوری سروس (ملازمت) میں اسی کی تیاری میں مشغول ہوتا ہے۔ ہتھیاروں کی صفائی اور دیکھ بھال، نشانہ بازی، حربی مشقیں سرحدوں کا پہرہ اور گشت (PATROLLING) اور دیگر اسی قسم کے فرائض اس میں شامل ہیں۔ ان فرائض کی انجام دہی بھی جہاد ہے۔ دوسرے لفظوں میں مجاہد کی زندگی زمانہ امن میں بھی جہاد میں شمار ہے۔ اس کے فرائض منصبی چونکہ جہاد کی تیاری کے لیے ہوتے ہیں اس لیے وہ بھی جہاد میں شمار ہیں۔

سپہ گری ایک مقدس فریضہ اور بہترین ذریعہ معاش ہے:- انسان اپنی روزی کمانے کے لیے مختلف طریقے اور پیشے اختیار کرتا ہے۔ کوئی کسان ہے تو کوئی کارخانے کا مالک ہے اور کوئی اس کا کارندہ، کوئی سول میں ملازمت کرتا ہے اور کوئی فوج میں یہ سب دھندے ذرائع معاش کی فراہمی کے لیے ہیں اس طرح جس کا جو مقدر ہے اُسے وہ حاصل کرلیتا ہے۔ لیکن اِن سب میں ملازمت اور ذریعہ معاش کے لحاظ سے مجاہد (فوج) افضل ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے لیے بہترین وسیلہ رزق والا آدمی وہ ہے جو اللہ کی راہ میں گھوڑے کی باگ تھامے رہتا ہے اور جب کبھی کسی سانحہ یا جارحیت کی

Marfat.com

خبر سنتا ہے تو اپنے گھوڑے کی پشت پر تیزی سے وہاں پہنچتا ہے اور اس کا ارادہ دشمنوں کو قتل کرنے کا ہوتا ہے یا خود شہادت کے مرتبہ پر فائز ہونے کا (مسلم)

مجاہد یعنی فوجی سپاہی نے اپنے آپ کو اسی مقصد کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ لہذا اس کی کمائی یعنی روزی بہترین رزق ہے اور اس کا فریضہ ایک مقدس فریضہ ہے۔ جہاں کہیں اور جب بھی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ قربانی کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اُس کا مقصد ملک کا دفاع کے لیے جان عزیز کی قربانی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا اِس طرح فوجی ہونا دین و دنیا دونوں کی فلاح کا باعث ہے۔

سرحدوں کا پہرہ :- مجاہدین سرحدوں پر دشمن کی دیکھ بھال کے لیے کہ ملک پر حملہ نہ کر دے کہیں اچانک نہ آ سکے دن رات پہرہ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں گرمی سردی برداشت کرتے ہیں کبھی کبھی بعض حالات کی بنا پر چپقلش اور معمولی فائرنگ کے واقعات بھی ہو جاتے ہیں کبھی زخمی اور بعض اوقات شہادت کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ پھر دشمن کے ایجنٹوں کی تخریبی کارروائیوں کو روکنے کے لیے مجاہدین گشت بھی کرتے ہیں۔ جسے ہم فوجی زبان میں پٹرولنگ (PATROLLING) کہتے ہیں تاکہ دشمن چھپ کر یا اندھیرے کی آڑ میں ملک کے اندر داخل نہ ہو جائے۔ مجاہدین ہر موسم اور ہر حال میں اس کام پر مامور ہوتے ہیں۔ اسلامی لحاظ سے یہ ایک عظیم خدمت اور بے مثال عبادت ہے۔ احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔

حدیث پاک ہے۔

۱:- حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن کے لیے سرحدوں پر پڑاؤ کرنا دنیا اور دنیا بھر کی نعمتوں سے بہتر ہے (بخاری و مسلم)

۲:- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک دن رات پڑاؤ ڈالنا (سرحد پر) ایک مہینہ کے روزوں اور ایک مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے۔ اگر اس

Marfat.com

حالت میں کوئی مجاہد فوت ہو جاتا ہے تو اُس کا وہ عمل جاری رہتا ہے جو وہ کر رہا تھا اور اُسے (شہید کا) رزق ملنے لگتا ہے اور عذابِ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے (مسلم)
مطلب یہ کہ موت کے بعد اُس کو مسلسل روزوں اور عبادت کا ثواب ملتا رہے اور بڑھتا رہے گا۔ اِس طرح یہ عمل دائمی عبادت کا باعث بن جاتا ہے۔

۳:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضور نے فرمایا کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو پڑی دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات بھر جاگتی رہی (مسلم)

گشت کا ثواب:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام گشت کرنا۔ دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم)

مجاہد جب جہاد کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اُسے طویل سفر پیدل، گاڑیوں اور جہازوں جن میں ہوائی جہاز اور سمندری دونوں شامل ہیں۔ میں کرنے پڑتے ہیں۔ جن کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے۔

سفر جہاد کا ثواب:۔ حضرت ابو عبس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کسی بندے کے پاؤں جو اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوئے اُن کو آگ نہیں چھو سکتی۔ (بخاری)
مطلب وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائیگا۔ ایک اور حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ خدا پر اللہ کی راہ میں گرد اُڑ کر پڑی ہو۔ اُس کو دوزخ کا دھواں نہیں پڑ (لگ) سکتا۔

دھواں اُسے لگے گا۔ جو دھوئیں والی جگہ جائے گا۔ آگ کی گرمی اُسے محسوس ہوتی

Marfat.com

ہے۔جو آگ کے پاس جائے۔ لہذا معلوم ہوا کہ مجاہد دوزخ سے بری ہے۔

سمندر میں سفر اور جہاد کرنا:۔ حضرت اُمِّ حرام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (جہاد کیلئے) سمندر میں سفر کرنے والے شخص کو اگر قے وغیرہ کی تکلیف ہو جائے تو اُسے شہید دل کا ثواب ملتا ہے اور اگر وہ ڈوب جائے تو اُسے شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔(ابوداؤد)

حضرت اُمِّ حرام کی سمندری سفر کیلئے دُعا:۔ حضرت اُمِّ حرام حضرت انس رضی کی خالہ تھیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے اُن کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور کبھی دوپہر کو بھی وہیں آرام فرماتے تھے ایک مرتبہ حضورؐ اُن کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مُسکراتے ہوئے اُٹھے اُمِّ حرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس بات پر مُسکراتے ہوئے اُٹھے آپ نے فرمایا میری اُمت کے کچھ لوگ دکھلائے گئے جو سمندر پر لڑائی کے ارادے سے اس طرح سوار ہوئے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں اُمِّ حرام نے عرض کیا یا رسول اللہ دُعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی ان میں شامل فرما دے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بھی اُن میں شامل ہو گی۔ اُس کے بعد پھر حضور نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اُٹھے۔اُمِّ حرام نے پھر مسکرانے کا سبب پوچھا۔آپ نے پھر وہی درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ دُعا فرمائیں کہ میں بھی اُن میں ہوں۔آپ نے ارشاد فرمایا۔تم پہلی جماعت میں ہو گی۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جو شام کے حاکم تھے۔جزائر قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دے دی۔ امیر معاویہ نے ایک لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔جس میں اُمِّ حرام بھی اپنے خاوند حضرت عبادہ کے ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک خچر پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اُس پر سے گر پڑیں۔جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔یہ سمندر میں جہاد کرنے والوں کی فضیلت

Marfat.com

ہے جو کہ بحریہ سرانجام دیتی ہے۔ القصہ مجاہدین خواہ وہ افواجِ پاکستان کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں۔ مسلسل اپنے فرائض منصبی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حسبِ ذیل ارشاد پاک کی عملی مثال ہے۔

"رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا کہ مومن کی زندگی کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا جب جہاد ہو رہا ہو تو اس میں شریک ہو اور جب جہاد نہ ہو رہا ہو تو اس کی تیاری میں مصروف ہو"

Marfat.com

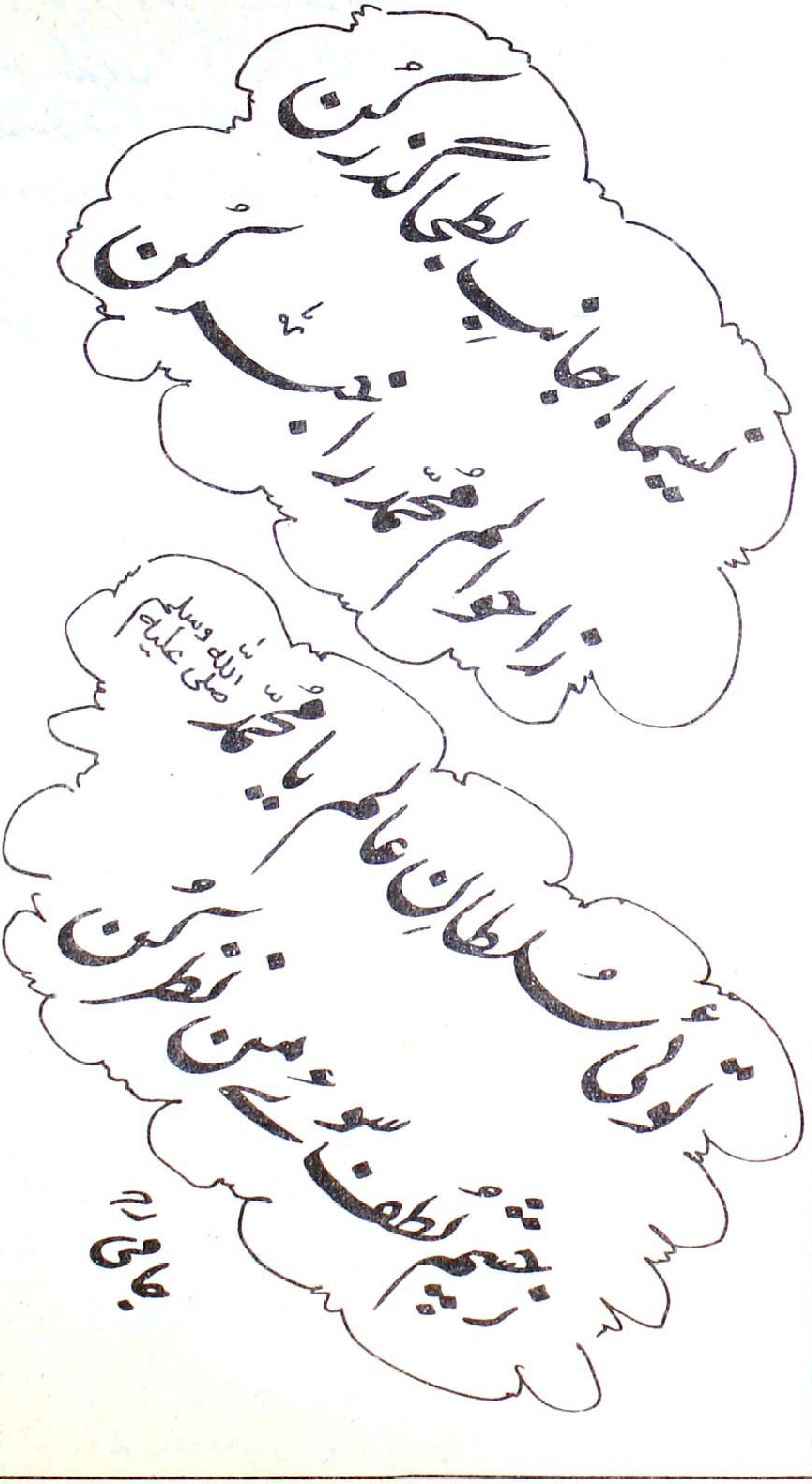
نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
صلی اللہ علیہ وسلم
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
جامی

Marfat.com

جنگی آداب

ایک مثل ہے۔ EVERY THING IS FAIR IN LOVE AND WAR

محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہے۔

دشمن کو شکست دینے اور فتح حاصل کرنے کے لیے ہر وہ حربہ استعمال کیا جاتا ہے جو انسانی بس میں ہو۔ اصول وضوابط کی پابندی کم ہی کی جاتی ہے یہ محض کتابوں، لکھنے پڑھنے اور کہنے تک محدود ہیں۔ پھر اگر ایٹمی جنگ کو مدِ نظر رکھا جائے۔ جس کی ہلاکت خیزیوں کا دائرہ وسیع اور تباہ کُن ہے کہ زمین پر کوئی ذی روح بچ ہی نہیں سکتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے یہ ایک لاحاصل بات معلوم ہوتی ہے۔ ایٹمی جنگ کا کبھی موقع آئے یا نہ آئے۔ آئے دن چھوٹی بڑی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ بالخصوص غیر ایٹمی ملکوں کے درمیان لڑائی کی صورت میں اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ بہر حال حالات کچھ بھی ہوں ایک مسلمان مجاہد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دورانِ جنگ کِن کِن باتوں کا خیال رکھے گا۔ دشمن پر فتح کی صورت میں وہ کیا طرزِ عمل اختیار کرے گا۔ آگاہ ہونا ضروری ہے۔

جہاد میں دشمن کے قتل میں احتیاط:- اسلام دنیا میں کفر وشرک اور فتنہ و فساد کا خاتمہ، مظلوموں، بے کسوں کی مدد اور نجات کا داعی ہے۔ کسی بے گناہ پر دست درازی کی اجازت نہیں دیتا۔ دشمن سے شائستگی کے برتاؤ کا حکم دیتا ہے۔ جنگ میں قتل اور طرزِ عمل کی حد مقرر کی۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑو لیکن حد سے نہ بڑھو۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ (پ ۲ ع ۶)

اللہ کی راہ میں لڑو اُن لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

مقصد تم اُن سے لڑو جو تمہارے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ جو جنگ میں عملی طور پر حصہ لے رہے ہیں۔ اِس حکم کے تحت بوڑھے۔ عورتیں۔ بچے۔ بیمار اور غیر جانبدار لوگ مستثنیٰ ہیں۔ اسلام میں اِن کو قتل کرنا جائز نہیں۔ صرف اُن کو قتل کرنا جائز ہے جو جنگ میں مصروف ہیں اور جوان کی مدد کر رہے ہیں اور پھر حد سے بڑھنے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ انتقام اور غصہ کے جوش میں ایسے لوگوں کو بھی قتل کر دینا جو لڑائی میں شامل نہ ہوں۔ ان کے کھیتوں، باغوں، پھل دار درختوں اور مکانوں کو آگ لگانا۔ جانوروں کو بے مقصد مارنا یا ذبح کرنا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا ذاتی فائدے یا مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر کوئی کام کرنا یہ اسلام کی نگاہ میں زیادتی ہے۔ اللہ اِسے پسند نہیں کرتا اور نہ ہی مسلمان کے لیے زیبا ہے کہ حد سے تجاوز کرے۔

سریہ موتہ کی مہم سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب :-

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے سریہ موتہ کے لیے مہم روانہ کرتے وقت خطاب فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر اپنے اور خُدا کے دشمنوں سے شام کے میدان میں جنگ چھیڑ دو۔ وہاں تم کو خانقاہوں میں گوشہ نشین راہب ملیں گے اِن سے دیکھو کوئی تعرض نہ کرنا اور بعض تمہیں وہاں ایسے لوگ ملیں گے جن کے سروں میں شیطنیت کوٹ کوٹ کر بھری ہو گی اِن کو کاٹ کر ڈال دینا۔ اور دیکھو عورت، شیر خوار بچہ اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، کھجور اور کوئی دوسرا درخت اور نہ ہی کسی عمارت کو تباہ کرنا۔

حضرت اُسامہ بن زید کی مہم اور خلیفۂ اول کا خطاب :-

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب مسندِ خلافت سنبھالنے کے بعد اُسامہ بن زید کی مہم جو کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی علالت کی وجہ سے رُک گئی تھی۔ فوراً روانہ کی۔ مہم کو روانہ کرتے وقت یوں نصیحت فرمائی۔

لوگو! ٹھہر جاؤ میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ اِن کو یاد رکھنا۔

۱:- خیانت نہ کرنا ۲:- مال نہ چھپانا ۳:- بے وفائی سے بچنا ۴:- کسی کے اعضا نہ کاٹنا۔

Marfat.com

۵:۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا ۶:۔ کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا ۷:۔ کھانے کے علاوہ اور کسی غرض سے جانوروں کو ذبح نہ کرنا ۸:۔ تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو تارک الدنیا ہو کر خانقاہوں عبادت کے لیے بیٹھے ہیں۔ اُن کو ان کے حال پر چھوڑ دینا ۹:۔ تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو مختلف برتنوں میں مختلف کھانے تمہارے سامنے لائیں گے۔ جب تم اِس سے کھاؤ تو اللہ کا نام لے کر کھانا ۱۰:۔ تمہیں ایسی جماعت بھی ملے گی جن کے سروں میں شیطان کا ٹھکانا ہے انہیں سزا دینا۔ خدا کا نام لے کر جاؤ خدا تمہیں دشمن کے نیزوں اور طاعون سے محفوظ رکھے۔

آپ نے چند فقروں میں مجاہد کے لیے جنگی آداب اور کارروائی کی نشاندہی کر دی۔ اسلام میں مجاہد کے لیے یہی حکم ہے کہ طاغوتی طاقتوں سے لڑتے وقت جب اللہ تعالیٰ اُسے کامیابی سے ہمکنار کرے اُسے دشمن کے کسی حصے پر غلبہ عطا کرے تو وہ عورتوں، بچوں بوڑھوں اور ایسے لوگوں سے جو تارک الدنیا ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں میں عبادت میں مصروف ہیں۔ اُن کو انکے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر اُن سے کوئی خطرہ (SECURITY HAZARD) محسوس ہو تو اُن کو محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا جائے۔ پھر یہ بھی حکم ہے کہ دشمن اگر کلمہ پڑھ لے کہ لا الہٰ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ کا اقرار کرے۔ اسلام لے آئے تو اسے بھی قتل نہ کرو خواہ وہ تمہارے خیال میں ڈر کے مارے ہی اسلام کیوں نہ لا رہا ہو۔ چونکہ بظاہر اُس نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو لازم ہے کہ اُسے نہ مارا جائے وہ سچے دل سے اسلام لایا ہے یا وقتی مصلحت اِسے اللہ پر چھوڑ دیں کہ باطن کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ پھل دار درختوں کو تباہ نہ کریں۔ بلا ضرورت نہ کاٹیں اگر دفاعی مقاصد کے لیے ضرورت پڑتی ہے اور اگر وہاں غیر پھل دار درخت موجود ہیں تو پہلے اُن کو کاٹیں اور اس کے بعد بھی اگر ضرورت ہے تو پھر کاٹیں کہ اِس کے بغیر چارہ کار نہیں اگر ملک تمہارے قبضہ میں رہا تو یہ مسلمانوں کو فائدہ دیں گے۔ آمدنی اور رزق کا ذریعہ ہوں گے۔ پھر یہ برسوں کی محنت کے بعد تیار ہوتے ہیں۔ دنوں اور ہفتوں کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن سے چرند، پرند اور جنگلی جانوروں کو رزق پہنچاتا ہے۔ اللہ کی انواع و اقسام کی مخلوق کے لیے فلاح کا

Marfat.com

باعث ہیں۔ اس طرح فصلیں تباہ نہ کی جائیں۔ یہاں ممکن ہو یا جہاں ضرورت نہ ہو۔ اسے بھی تباہ نہ کیا جائے۔ اس طرح جانوروں کو کھانے کے حد تک کے علاوہ ذبح نہ کریں۔ بلاوجہ گولی نہ ماری جائے کہ اللہ کی مخلوق ہے۔

اظہار اسلام کے بعد حکم:۔ سب سے زیادہ تاکید اسلام کا اظہار کرنے والے کے بارے میں ہے اگر کوئی اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرے۔ کلمہ پڑھے السلام علیکم کہے تو اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں وہ جھوٹا ہے یا سچا یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

(پ ۵ نساء ع)

اے ایمان والو جب اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو اور اُس شخص کو جو تم کو السلام علیکم کرے نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں تم دُنیا کی زندگی کا اسباب چاہتے ہو۔ سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے اِس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ سو اب تحقیق کر لو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

مُراد یہ ہے کہ جس میں اسلام کی نشانی اور علامت پاؤ اُس سے ہاتھ روک لو اور جب تک اِس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اِس پر ہاتھ نہ ڈالو۔ یہ آیہ کریمہ مرداس بن نہیک کے حق میں نازل ہوئی۔ جو اہل فدک میں سے تھے اور ان کے سوا ان کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا اِس قوم کو خبر ملی کہ لشکر اسلام ہماری طرف آ رہا ہے تو پوری قوم بھاگ گئی لیکن مرداس ٹھہرے رہے۔ جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر مسلم جماعت ہو۔ اپنی بکریوں کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ جب لشکر قریب آیا اِن کے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو یہ بھی تکبیر پڑھتے ہوئے نیچے اُتر آئے اور کلمہ طیبہ پڑھا مسلمانوں کو السلام علیکم کہی مسلمانوں نے یہ خیال کیا کہ اہل فدک سب کافر ہیں۔ یہ ہمیں دھوکا

Marfat.com

دینے کے لیے یہاں رہ گیا ہے۔ اِس خیال سے اُسامہ بن زید نے اِسے قتل کر دیا اور اس کی بکریاں پکڑ کر لے آئے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سارا ماجرا بیان کیا۔ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا تو نے اُس کو اُس کے مال کی وجہ سے قتل کیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مقتول کی بکریاں اُس کے وارثوں کو واپس کرا دیں۔ (حاشیہ مترجم اعلیٰحضرت بریلوی رح)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر یہودی یا نصرانی کہے کہ میں مومن ہوں تو اُس کو تسلیم نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ہی عقیدہ کو ایمان کہتا ہے اُس کا یہ ایمان اپنے مذہب کے متعلق ہے۔ اسلام اِسے قبول نہیں کرتا اور اگر لا إلٰه إلّا الله محمد رسول الله کہے تب بھی اُس کے مسلمان ہونے کا اعتبار نہ کیا جائے۔ جب تک وہ اپنے پرانے دین سے مراد یہودیت اور نصرانیت سے بیزاری اور اِس کے باطل ہونے کا اقرار نہ کرے۔ البتہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی صورت میں پوری تحقیق کرنے سے پہلے کوئی کارروائی منع ہے قتل کرنا منع ہے۔ اِس لیے کہ ظاہری معیار یہی ہے اور اسلام لانے سے پہلے ہماری بھی یہی حالت تھی۔ جس طرح ہم پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔ ہمیں اسلام کی توفیق دی ہے۔ ممکن ہے کسی اور کو بھی اللہ تعالیٰ ہدایت اور نور اسلام سے نواز دے۔ تمہیں بھی اِسی کلمہ کے پڑھنے سے جان و مال کی امان ملی تھی۔

انتقامی کارروائی کر سکتے ہو؟

اگر دشمن پر غلبہ کی صورت میں نرمی اور عفو و درگزر سے کام لیا جائے تو اس کے بڑے اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر سرکارِ دو عالم نے تمام اہل مکہ کو معاف کر دیا۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اعلان کر دیا کہ تم پر پچھلے تمہارے اعمال اور اسلام دشمنی کی وجہ سے کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام اہل مکہ اسلام لے آئے۔ اِس طرح اب بھی فتح کے بعد اگر مناسب طرزِ عمل اپنایا جائے تو یقیناً مفید ہو سکتا ہے لیکن اگر دشمنوں کی زیادتیوں کا بدلہ لینا چاہیں تو اُس کی بھی اجازت ہے۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَ اَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ (پ ۲ - البقرۃ - ۶)

اور انہیں جس جگہ پاؤ مار ڈالو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ تم انہیں نکال دو۔

کفار مسلمانوں کو اُن کے وطن سے نکال دیں تو اگر مسلمانوں کو دوبارہ قبضہ حاصل ہو جائے پھر اگر وہ چاہیں تو بے دینوں کو وہاں سے نکال دیں یہ حکم مسلمانوں کو کفار مکہ کے متعلق ملا تھا کہ روحانی مرکز صاف ہو اِس سے دشمن کے خلاف انتقامی کارروائی کا جواز موجود ہے

ماہ حرام میں جنگ — مذہب اسلام میں کچھ مہینے ہیں جن میں جنگ چھیڑنے کا حکم نہیں۔ مسلمان جنگ کی ابتدا نہیں کر سکتے یہ گناہ ہے یہ قمری سال کے چار مہینے ہیں۔ قمری سے مراد چاند کے مہینے ہیں وہ یہ ہیں۔ محرم، رجب، ذی قعد اور ذوالحج عرب قبائل کا لڑنا اور جنگ کرنا عام پیشہ تھا لیکن وہ ان مہینوں میں جنگ بند رکھتے تھے۔ مذہب اسلام کی رو سے اِن مہینوں میں جنگ شروع کرنی جائز نہیں۔ ہاں اگر دشمن حملہ کر دے جنگ مسلط کر دے تو پھر دفاع کا حکم ہے۔ جوابی کارروائی جائز ہے۔ ارشاد ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ (پ ۲ بقرہ ع)

تم (اے نبی کریم) سے پوچھتے ہیں حرمت کے مہینے میں لڑنا کیسا ہے فرما دو اس میں لڑائی بڑا گناہ ہے۔

۲ھ میں ایک مرتبہ سفر کے دوران بعض صحابہ کرام کی مشرکین سے ٹکر ہو گئی۔ جنگ میں ایک مشرک مارا گیا۔ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ یہ لڑائی جمادی الثانی کی تیس تاریخ کو ہوئی ہے جو کہ حرمت کا مہینہ نہیں تھا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ جمادی الثانی کا چاند (۲۹) انتیس کا تھا اور جس روز لڑائی ہوئی وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ جو کہ حرمت والا مہینہ ہے۔ اس غلطی پر جو نادانستہ طور پر ہو گئی تھی کافروں اور مشرکوں نے بات کو خوب اُچھالا۔ طعنے دیئے کہ مسلمان حرمت والے مہینوں کا احترام نہیں کرتے اس

Marfat.com

طرح اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یہ غلطی ہو گئی ہے اور ہوئی بھی بے خبری میں ہے۔ اب کیا حکم ہے اس پر آیۃ کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ ان چاروں مہینوں میں جنگ شروع کرنا بڑا گناہ ہے۔ لیکن اُس صورت میں جب کہ دانستہ کیا جائے۔

موجودہ زمانے میں جنگ کا طریقہ اور دائرہ بڑا وسیع ہے۔ ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ نفسیاتی جنگ بڑے مؤثر انداز میں لڑی جاتی ہے۔ دشمن کی فوج کو ذہنی طور جنگ سے دست کشی ہونے کے لیے دشمن رنگا رنگ کے پروپیگنڈے استعمال کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کبھی جنگ کے موقع پر وہ یہ حربہ استعمال کرے کہ حرمت کا مہینہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس میں جنگ لڑنا منع ہے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے موقع پر دشمن نے ایسا پروپیگنڈہ آل انڈیا ریڈیو پر نشر کیا تھا کہ خانو، بلوچیو، سندھیو اور پنجابیو یہ مشرقی پاکستان ہے۔ یہ بنگالیوں کا ملک ہے یہ تمہارا ملک نہیں ہے تم یہاں کیوں اپنی جانیں ضائع کر رہے ہو۔ یحییٰ خاں تم کو غلط لڑا رہا ہے۔ خواہ مخواہ تم کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے۔ لڑنا چھوڑ دو ہم تم کو تمہارے وطن بھیج دے گا۔ وغیرہ وغیرہ یہ جنگ کا نفسیاتی پہلو ہے۔ اور یہ اگر کارگر ہو جائے تو ہتھیاروں سے زیادہ کام کرتا ہے۔ بعض اوقات دشمن اِس قسم کے پروپیگنڈے پر مبنی اشتہار چھپوا کر علاقے میں ہوائی جہازوں یا اپنے ایجنٹوں کے ذریعے بھیج دیتا ہے فوج جس علاقے میں ہو وہاں گرا دیتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے اشتہاروں کو ہمارے ہی ملک کی کسی پریس کے نام سے چھاپہ گیا ہو۔ اس پر قرآنی آیات بھی چھپی ہوں۔ لہٰذا مجاہد کو علم ہونا چاہیئے کہ اس سلسلے میں کیا حکم ہے۔

حکم صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنی طرف سے جنگ شروع کرنے میں پہل نہ کریں۔ علمائے کرام اِس پر متفق ہیں کہ اب بھی جب کافر یا دشمن ملک (دشمن اسلامی ملک بھی ہو سکتا ہے) جنگ شروع کر دیں تو مسلمان اپنی حفاظت کے لیے دفاعی اور جوابی جنگ لڑ سکتے ہیں۔ ان کے حملے کا جواب دے سکتے ہیں۔ ان مہینوں کے تقدس کے مقابلے میں جانوں اور ملک کا دفاع زیادہ مقدس ہے۔ ان کا بچانا زیادہ ضروری

Marfat.com

ہے۔جب دشمن ابتدا کر دے تو اس کے دفاع کے لیے حرمت والے مہینوں کا تقدس مانع نہیں تقدس اُس وقت برقرار رہ سکتا ہے۔جب دونوں فریق یعنی جنگ میں متحارب گروہ دونوں اس پر عمل پیرا ہوں۔ ایسا ایک موقع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔

جنگ صفین ۳۷ھ:۔ یہ جنگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہوئی۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا چنانچہ نوبت جنگ تک آ گئی صفین کے مقام پر جنگ ہوئی۔ دونوں طرف اُمت مسلمہ کے خیرخواہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی تعداد موجود تھی۔صلح کی بہت کوششیں ہوئیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ انفرادی معرکے اور دستوں دستوں کی لڑائی ہفتے جاری رہی لیکن کوئی بڑا معرکہ پیش نہ آیا اس کے بعد ماہ حرام شروع ہو گیا۔چنانچہ لڑائی بند ہو گئی۔اس عرصے میں بھی مصالحت کی کوششیں کی گئیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔لہٰذا یکم صفر کو دوبارہ جنگ شروع ہو گئی۔شامیوں کو شکست ہوتی نظر آئی تو کلام پاک نیزوں پر باندھ کر بلند کیا کہا ہمارے درمیان "کتاب اللہ" موجود ہے اس کا فیصلہ آخری ہو گا۔ جنگ بند ہو گئی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے بخوبی سمجھتے تھے کہ شکست سے بچنے کے لیے یہ ایک چال ہے آپ نے مخالفت کی لیکن عراقی لشکر کی اکثریت کلام پاک دیکھ کر جنگ سے دست کش ہو گئے۔ لہٰذا ناچار آپ نے بھی اسے قبول کر لیا۔مصالحت اور فیصلہ کے لیے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص ثالث مقرر ہوئے۔

انہوں نے فیصلہ کیا کہ دونوں خلیفہ حضرات کو معزول کر دیا جائے اور جنگ وجدل سے بچنے کے لیے مسلمان نیا خلیفہ چن لیں۔ اعلان کے وقت عمرو بن العاص نے ہوشیاری سے کام لیا فیصلے کا اعلان پہلے ابو موسےٰ اشعری سے کر دایا۔جب وہ اعلان کر چکے کہ میں دونوں خلیفہ حضرات کو معزول کرتا ہوں تو عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علی کو معزول کر دیا میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں اور

Marfat.com

امیر معاویہ کو خلیفہ بحال رکھتا ہوں کیونکہ وہ خلیفہ شہید کا ولی ہے۔

دوسرا واقعہ:- ایک اور موقع پر مشرکوں نے مسلمانوں پر محرم کی آخری تاریخوں میں حملہ کر دیا۔ مسلمان ماہ مبارک کی حرمت کی وجہ سے لڑنا نہ چاہتے تھے مگر مشرک نہ مانے انہوں نے قتال شروع کر دیا ناچار مسلمانوں کو بھی لڑنا پڑا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ہ (پ۱۷ - الحج - ع ۸)

بات یہ ہے اور جو بدلہ لے جیسی تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا

مسلمانوں کو حکم ہے کہ اگر بدلہ لینا چاہو تو برابر کا بدلہ لو۔ کفار اگر زیادتی کریں تو بے شک اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور وہ اس پر قادر ہے۔

حدود حرمین شریفین میں جنگ منع ہے:- کعبہ معظمہ کے چاروں طرف کئی میل کا علاقہ اصطلاح میں حرم کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے احترام میں اس کی حدود میں جنگ منع فرمایا ہے کسی حالت میں کشت دخون روا نہیں۔ حتیٰ کہ جانوروں کا شکار بھی نہ کیا جائے۔ اس محترم مقام کا درندے بھی احترام کرتے ہیں۔ کوئی درندہ حرم شریف کی حدود کے اندر اپنے شکار پر حملہ نہیں کرتا۔ انسان کی تو بات ہی اور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ط كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ہ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

(پ۲ - البقرۃ - ع ۸)

اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو ان کو قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر وہ باز رہیں تو بے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر دشمن مجبور کرے جیسا کہ آیۃ کریمہ سے ظاہر ہے تو پھر انکے خلاف کارروائی کرو۔ ایسے صریح احکام موجود ہے اُن کا خاتمہ کرو اللہ تعالیٰ دانا و بینا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ نبوی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یاد رکھیں ایک چیز ہر وقت ہماری تلاش میں ہے اور وہ موت ہے لیکن آئے گی اس وقت جب اللہ کا حکم ہو گا۔

Marfat.com

موت اٹل ہے

بزرگانِ دین فرماتے ہیں منزل جس قدر بلند ہو اس کا امتحان بھی اُسی قدر بڑا ہوتا ہے۔ انعام جس قدر بڑا ہوتا ہے اُس کی منزل اتنی ہی کٹھن اور صبر آزما ہوتی ہے اُس کے لئے اُسی قدر جانی اور مالی کوشش درکار ہوتی ہے۔ سرسری نگاہ میں قلم، زبان اور مال سے جہاد کرنا یہ قدرے آسان معلوم ہوتا ہے یہ عوام الناس کا خیال ہے۔ حالانکہ اِس میں مصائب کے بے پناہ طوفان سے ٹکرانا پڑتا۔ پریشانیاں اور خطرات اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ قید و بند کی صعوبتیں تو عام معمول ہے اور کبھی کبھی جان سے ہاتھ بھی دھونے پڑتے ہیں۔ لیکن جہاد بالسیف کی نسبت اِس کے مواقع کم ہی ہوتے ہیں۔

ہم جیسے کمزور عقیدہ والے لوگوں کو سب سے بڑی مشکل اُس وقت پیش آئی ہے۔ جب جان سے جہاد کرنے کی نوبت آتی ہے۔ عملی طور پر حصہ لینا پڑتا ہے۔ اس میں موت کا امکان تو ہر لمحہ ہوتا ہے۔ انسان کے دِل و دماغ پر موت کے خوفناک سائے پڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ شیطانی وسوسے اِسے اور ڈراؤنا بنا دیتے ہیں۔ پھر دورِ حاضر کی جنگ موجودہ تباہ کن ہتھیاروں کی وجہ سے اور ہی خوفناک ہے۔ جنگ کے دوران ملک کا ہر گوشہ محاذِ جنگ کی مانند ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ہو سکتی جو ہوائی حملوں اور ایٹمی زد سے محفوظ ہے بہر حال محاذ جنگ کی تصویر کچھ ایسی دکھائی دیتی ہے۔

انسان کے ذہن میں محاذ جنگ کا تصور:۔ محاذ جنگ کا ایک عام سا تصور یہ ہو سکتا ہے۔ مختلف اقسام کے بم پھٹ رہے ہیں۔ بارودی سرنگوں کی بھرمار ہے گولیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ رائفل لائٹ، مشین گن، ہیوی گن اپنے اپنے جوہر دکھا رہی ہیں۔ ٹینک براہِ راست فائر کر

Marfat.com

رہے ہیں۔ ہوائی حملے تابڑ توڑ جاری ہیں۔ یہاں جم کر مقابلہ کرنا یا پیش قدمی کرنا یہ ایک مشکل مرحلہ ہے عین ممکن ہے کہ وہاں اعصاب جواب دے جائیں۔ انسان کا ذہن اور عقل یہ مشورہ دے کہ مارے جاؤ گے۔ زخمی ہو جاؤ گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بم پھٹنے سے اعضا کٹ جائیں گے یا ناکارہ ہو جائیں گے دُنیا کی دولت اور سب کچھ یہیں دھرا رہ جائے گا۔ بیوی بچوں کا کیا ہو گا یہ ایسے خیالات ہیں جو ہر انسان کے ذہن میں آ سکتے ہیں۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفاً۔ بے شک انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے کے دائرے میں ہم سب آتے ہیں۔ بعض فطری کمزوریاں ہر انسان میں پائی جاتی ہیں۔ ان سے مبرا ہونے کا دعویٰ یہ کم و بیش ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس طرح مذکورہ خیال انسان کو تذبذب میں ڈال سکتے ہیں۔ شیطان موت کو انتہائی خوفناک اور دنیا کو انتہائی حد تک حسین اور دلربا بنا کر پیش کرتا ہے۔ اپنا اپنا کام ہے اُس نے بھی قیامت تک کے لیے مہلت لے رکھی ہے انسان اپنے کام میں سستی کرے یا نہ کرے یہ اُس کی مرضی ہے البتہ شیطان اپنے کام میں بالکل غفلت نہیں کرتا۔ ناقابل یقین مستعدی اور خوش اسلوبی سے اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ ہاں تو دیکھنا یہ ہے کہ موت جس سے انسان اتنا خائف ہے کیا کسی تدبیر سے ٹل سکتی ہے ہیر پھیر سے کوئی دو چار سال کی زندگی کی مہلت مل سکتی ہے اگر ہم پوری حفاظتی تدابیر سے کام لیں۔ عین جنگ کے مقام پر نہ جائیں پیچھے یعنی (REAR) میں رہ جائیں یا محاذ کے ساتھ کسی محفوظ جگہ پناہ لے لیں تو گولی یا بم کے گولے سے بچ سکتے ہیں۔ شیل پروف بنکر (SHELL PROOF BUNKER) مناسب جگہ معلوم ہوتی ہے یا پھر وقتی طور پر کچھ دنوں کے لیے ویسے ہی بھاگ جائیں۔ لڑائی کے بعد دیکھا جائیگا اللہ مالک ہے جان بچانی فرض ہے۔

یہ وہ مختصر سی تدبیریں ہیں جو شیطانی وسوسے ایک مجاہد کے دِل میں ڈال سکتے ہیں اِس طرح مجاہد کے لیے بیک وقت دو محاذ کھل جاتے ہیں ایک دشمن کا جو محاذ جنگ پر سامنے آ جائے گا اور ایک ایسا دشمن ہے جو نظر سے غائب دِل و دماغ پر حملے کر رہا ہے دونوں کے مقابلے کے لیے ہتھیار درکار ہیں۔ دشمن کو گولہ بارود سے جواب

دیا جا سکتا ہے اینٹ کا جواب اینٹ سے اور اگر ممکن ہو تو پتھر سے لیکن شیطان کے حملے کا جواب کیا دیا جائے۔ اس پر کون سا ہتھیار استعمال ہوتا ہے۔ مقولہ ہے دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے اور علم ایک ایسی دولت ہے جو انسان کی حفاظت کرتا ہے حفاظت کس طرح ؛ علم انسان کو گناہوں اور برائیوں سے آگاہ کرتا ہے۔ تدبیر اور تقدیر کی حدود بتاتا ہے اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے راستہ بتاتا ہے۔ اس طرح دنیا و آخرت کے وبال سے محفوظ کر دیتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ انسان موت کے احکام سے آگاہ ہو تاکہ شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

کلام پاک میں ارشاد ہے۔

موت اور احکام الٰہی :- كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط "ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے"، یہ ہر قانونِ فطرت ہے۔ ہر مخلوقِ خدا کو جلد یا بدیر اس راہ سے گزرنا ہے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہارون الرشید نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ تجھے بھی ایک دن اسی شاہراہ سے گزرنا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اس نصیحت کو اپنے شاعرانہ کلام میں یوں پیش کیا۔

ہارون نے کہا وقت رحیل اپنے پسر سے — جائیگا کبھی تو بھی اسی راہگذر سے
پوشیدہ ہے کافر کی نظر سے ملک الموت — لیکن نہیں پوشیدہ مسلماں کی نظر سے

کوئی اس سے انکار نہیں کرتا البتہ خطرات کی صورت میں حفاظتی اقدامات، احتیاطیں، بیماری کی صورت میں علاج معالجہ اس کے ہم سبھی قائل ہیں۔ حفاظتی اقدامات کبھی کامیاب ہو جاتے ہیں اور کبھی ناکام علاج کبھی کارگر ہوتا ہے اور کبھی مریض اس کے بس سے باہر۔ بڑی کوشش کی۔ تازہ خون مہیا کیا آکسیجن وافر مقدار میں مہیا کی لیکن دل نے کام کرنا بند کر دیا اس طرح معاملہ ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ اسباب دنیا ہیں۔ اور کرنے پڑتے ہیں لیکن موت و حیات کا کلی طور پر ان پر دار و مدار نہیں، بلکہ وہ ان سب سے بالا ہے اگر یہ بات ہو تو دنیا میں ایسے لاتعداد لوگ موجود ہیں جن کے پاس دولت اور وسائل کی کمی نہیں۔ دنیا کے ڈاکٹر اور دوائیاں مہیا ہو سکتی ہیں۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں

Marfat.com

ہے ایک ایک کر کے سب چل دیتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حفاظتی اقدامات اور علاج معالجہ کے علاوہ اِس سلسلے میں کسی اور بات کو بھی دخل ہے جس کے آگے تمام تدابیر ہتھیار ڈال دیتی ہیں۔

موت کا وقت، انداز اور جگہ مقرر ہے: اس عام اصول کے بعد ہر ذی روح موت کی شاہراہ سے گزرے گا۔ کلام پاک میں اِس کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط (پ ۴ آل عمران۔ ع ۶) اور کوئی جان بے حکم خدا نہیں مر سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔

یہاں صاف تصریح فرما دی ہے کہ کسی ذی روح کے لیے موت نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم روز ازل سے ہو چکا ہے۔ ہر ذی روح کی عمر رزق اور موت کا انداز مقرر ہے وہ لوح محفوظ میں درج ہے۔ جب تک وقت مقررہ نہ آئے شرائط الٰہیہ پوری نہ ہوں، موت نہیں آ سکتی۔ تقدیر ربانی میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ انسان کے بے جا وسوسے اور خوف کا خاتمہ فرما دیا۔ جب تک حکم الٰہی نہ ہو گا موت کسی کے پاس نہیں آئے گی۔ اِسے از خود کوئی اختیار نہیں کہ جس کو جی چاہے آ دبوچے۔ حکم الٰہی اُس وقت تک نہ ہو گا جب تک مقررہ وقت پورا نہ ہو جائے۔ جب وقت مقررہ ہو جائے گا تو تب ہی یہ آئے گی۔ تذبذب اور پس و پیش کی ضرورت نہیں جو ہونا ہے۔ وہ ہو کر رہے گا اِس آیت کریمہ میں ایک طرح سے جہاد کی ترغیب ہے کفار کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کو قانونِ فطرت سے آگاہ کر کے بہادر اور دلیر بنایا جا رہا ہے اور یہ مسلمہ بات ہے کہ بم پھٹیں، گولیاں برسیں، بارودی سرنگیں پھٹیں، خواہ کچھ بھی ہو آپ کو کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی۔

اس کے باوجود بھی اگر کسی کا دِل تسلّی نہ پکڑے اور یہ ضروری خیال کرے کہ آخر محفوظ جگہ میں گولی کیسے لگ سکتی ہے۔ ملک کے دور دراز علاقوں میں جہاں دشمن

Marfat.com

کے پہنچنے کا امکان نہیں وہاں کس چیز کا ڈر ہے اور خیال ہو کہ مناسب یہی ہے کہ تدبیر کرلی جائے اور وہ کام دے گی۔ یہ خام خیالی ہے اور کج سوچ ہے۔ موت کے متعلق۔ کلام پاک میں مزید حکم ہے

موت بند قلعوں میں بھی آجاتی ہے :- کلام پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ط (پ ۵، نساء ۔ ۷۸) (اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آکر رہے گا۔ خواہ بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں ہو۔

اب انسانی تردد کی گنجائش نہیں۔ کوئی حفاظتی تدبیر اس کو ٹال نہیں سکتی اِس گھاٹی سے ہر ذی روح کو گزرنا ہے پھر اس کا انداز جگہ اور وقت مقرر ہے پھر کھلا چیلنج ہے کہ تم جہاد سے جی چراؤ۔ بزدلی کرو۔ پیچھے بھاگ اُٹھو۔ بیماری کا بہانہ بناؤ۔ ریئر (REAR) میں چلے جاؤ مضبوط اور محفوظ بنکر میں پناہ لے لو۔ جو تمہارا جی چاہیئے کر لو۔ جب وقت آئیگا تو قدرتی کارروائی ہو کر رہے گی۔ تمام تدابیر دھری رہ جائیں گی بزرگان دین کا قول ہے کہ جب قضا آتی ہے تو تدبیر کارگر نہیں ہوتی بلکہ انسان تدبیر کرنی بھول جاتا ہے۔ انسان کو نہ وقت کا علم ہے اور نہ ہی جگہ کا کہ اُسے کہاں موت آئے گی۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط (پ۲۱۔ لقمٰن ۔ ع۱۳) اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

اب ہمارے پاس جہاد سے منہ موڑنے کا اور موت سے ڈرنے کا کوئی جواز نہیں انسان اپنی عاقبت بگاڑے یا سنوارے یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ دونوں میدان کھلے ہیں جس میں چاہئے قدم رکھ لے۔

ارشادِ نبوی :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یاد رکھیں ایک چیز ہر وقت ہماری تلاش میں ہے اور وہ موت ہے لیکن آئے گی اُس وقت جب اللہ کا حکم ہوگا اس لیے موت سے ڈرنا نہیں چاہیئے بلکہ اس کا

Marfat.com

منتظر رہنا چاہیئے۔ اس کے لیے زاد راہ اکٹھی کرنی چاہیئے ضرورت کے وقت بلا خوف و خطر آگے بڑھیں زندگی اور موت سے ہماری تدابیر کا کوئی تعلق نہیں اس کا اللہ مالک ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تقدیر کے سامنے ناکامی تدبیر:- خلقت نے سو ہزار مرتبہ دیکھا کہ ان کے عزائم اور تدابیر باطل ہوئیں۔ اِن کی وجہ سے اِن کی کوئی مراد بر نہ آئی البتہ خداوند تعالیٰ اِن پر نسیان طاری کر دیتا ہے اور وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے خیال اور اختیار کے تابع ہو جاتے ہیں۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (پ ۹۔ الانفال ع)

اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے (پ ۹۔ انفال ع)

ابراہیم بن اُدھم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بادشاہی کے زمانہ میں شکار کو گیا ہوا تھا ایک ہرن کے پیچھے اُس نے گھوڑا دوڑایا یہاں تک کہ وہ لشکر سے بالکل جدا ہو گیا اور وہ دور نکل گیا اُس کا گھوڑا خستگی سے پسینہ میں غرق ہو رہا تھا وہ اِسے برابر دوڑاتا آہو کا تعاقب کرتا رہا اِس بیابان سے جب وہ حد سے گزر گیا تو ہرن بولنے لگا۔ اُس نے پیچھے کو منہ موڑ کر کہا ما خلقت لھذا۔ تجھے اِس لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ تجھے انہوں نے اِس لیے پیدا نہیں کیا اور عدم سے تجھے عالم وجود میں اس لیے پیدا نہیں لائے کہ مجھے شکار کرتا پھرے اگر تو مجھے شکار کیا ہوا سمجھ لے تو کیا ہو جائیگا۔ ابراہیم بن اُدھم نے جب یہ سُنا تو ایک نعرہ مارا اور اپنے آپ کو گھوڑے پر سے گرا دیا اِس صحرا میں ایک گڈریا کے سوا کوئی نہ تھا اس کی خوشامد کی اور کہا تو میرا جواہرات سے مرصع شاہانہ لباس اور گھوڑا مجھ سے لے لے اور اپنا نمدہ مجھے دے دے یہ بات کسی کو نہ بتانا اور میری حالت کا کسی کو پتہ نہ دینا اس نے وہ نمدہ پہن لیا اور راہ لی۔

اب دیکھو ابراہیم بن اُدھم کی غرض کیا تھی اور خدا کا مقصود کیا تھا۔ اُس نے چاہا کہ وہ آہو کا شکار کرے اور خدا تعالیٰ نے آہو کے ذریعے اُسے شکار کر لیا۔

Marfat.com

اِس لیے تو سمجھ لے کہ دنیا میں وہی کچھ ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور مُراد اس کی (خُدا) ملکیت ہے اور مقصود اس کا تابع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا:- اسلام لانے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ کے گھر آئے آپ کی ہمشیرہ بلند آواز سے قرآن پڑھ رہی تھی۔ مَآ اَنزَلنا (ہم نے نہیں اُتارا الخ) جونہی بھائی کو دیکھا قرآن کو چھپا دیا اور خاموش ہوگئیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نیام سے نکال لی اور کہا جلد بتاؤ تو کیا پڑھ رہی تھی؟ اور اُسے چھپایا کیوں دیا بتا ورنہ میں تلوار سے ابھی تیری گردن کاٹتا ہوں۔ تجھے کوئی امان نہیں ملے گی ان کی ہمشیرہ بہت ڈریں۔ وہ اُن کے غصہ اور ہیبت کو بہت جانتی تھی۔ جان کے ڈر سے انہوں نے اقرار کرلیا اور بولیں میں اُس کلام میں سے پڑھ رہی تھی۔ جو خُداوند تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا۔ عمرؓ بولے پڑھ تاکہ میں بھی سنوں۔ انہوں نے سورہ طٰہٰ کی تلاوت کی عمرؓ سخت برہم ہوئے اِن کا غیض وغضب سوگنا ہوگیا بولے اب اگر تجھے میں اِس گھڑی قتل کردوں تو یہ قتل اچھا نہ ہوگا میں جاتا ہوں اور پہلے اُس (حضور سرور کائنات) کا سر قلم کرتا ہوں اس کے بعد تیرا کام تمام کردوں گا۔ عمر اِس طرح شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر مسجد نبوی کی طرف لپکے راستے میں قریش سرداروں نے انہیں دیکھا تو بولے بہت خوب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کو نکلا ہے بیشک اگر یہ کام سرانجام ہوگا تو اسی سے ہوگا۔ اس لیے کہ عمر قوت اور مردانگی میں سب سے بڑی شخصیت تھے جس لشکر کی طرف وہ رُخ کرتے غالب آتے اور اُن کے سر کاٹ کر نشانی کے طور پر لاتے اس حد تک کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ فرمایا کرتے کہ اے خدا میرے دین کی عمر کے ذریعے مدد کر یا ابوجہل کے ذریعے اِس لیے کہ آپ کے زمانہ میں قوت اور مردانگی کے لیے یہ دو مشہور تھے۔ آخر عمر مسلمان ہوگئے تو وہ ہمیشہ یہ کہہ کر روتے یا رسول اللہ مجھے کتنا افسوس ہوتا اگر ابوجہل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر مقدم رکھتے اور فرما دیتے کہ اے خدا میرے

Marfat.com

دین کو ابو جہل کے ذریعے مدد دے یا عمر کے ذریعے سے میرا کیا حال ہوتا میں گمراہی میں رہتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عمر شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کیطرف بڑھے۔ اسی اثنا میں جبرائیل علیہ السلام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خدا کا پیغام لائے کہ یا رسول اب عمر آرہے ہیں تا کہ اسلام لے آئیں۔ انہیں گلے سے لگا لیجئے۔ اتنے میں عمر مسجد میں آگئے انہوں نے دیکھا کہ نور کا ایک تیر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وجود سے پراں (اڑا) ہوا اور عمر کے دل میں جا پیوست ہوا۔ عمر نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ محبت اور عشق انکی جان میں ظاہر ہو گئے۔ انہوں نے چاہا کہ وہ انتہائی عشق سے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گداز ہو جائیں وہ آپ میں محو ہو جائیں۔ بولے اے اللہ کے نبی ایمان ظاہر فرمائیے اور وہ کلمہ مبارک ارشاد کیجئے تاکہ میں سنوں جب وہ مسلمان ہو گئے تو بولے "میں شمشیر برہنہ لے کر آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا اب میں شکرانہ اور کفارہ کے طور پر یہ کروں گا کہ جس کسی کے متعلق سنوں گا وہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اُسے اماں نہیں دوں گا اور اسی تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ عمر مسجد سے باہر آئے۔ اتفاقاً ان کا باپ سامنے آگیا۔ باپ بولا "تو اپنے دین سے پھر گیا" عمر نے اُسی وقت اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور خون آلودہ تلوار ہاتھ میں لیے روانہ ہوا۔ قریش سرداروں نے خون آلودہ تلوار دیکھی تو بولے "تو نے وعدہ کیا تھا کہ میں کاٹ کر سر لاؤں گا۔ سر کہاں ہے؟ عمر بولے یہ ہے" سردار بولے "یہ سر تو نہیں کاٹا ہے۔ یہ وہ سر نہیں ہے" عمر نے جواب دیا، نہیں یہ وہ سر نہیں" اب دیکھو کہ عمر کا ارادہ کیا تھا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد کیا تھی۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ تو سمجھ لے کہ سب کام جس طرح وہ چاہے ہوتے ہیں۔

شعر ترجمہ:۔ شمشیر بکف عمر رسول کو قتل کرنے آتا ہے خدا کے دام میں پڑا جاتا ہے
اور مقدر سے فیض یاب ہوتا ہے (ملفوظات رومی رح)

بات بالکل واضح ہو گئی ہے۔ تقدیر الٰہی، انسان کے دل، حالات اور اسباب

Marfat.com

کو اپنے مقصود اور تقدیر کے مطابق بدل دیتی ہے اور نوشتہ تقدیر ہو کر رہتا ہے۔

جو موت کے ڈر سے بھاگے:- کلام پاک میں ایک ایسی قوم کا ذکر ملتا ہے جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے بھاگ گئے یا انہوں نے موت کے ڈر سے دشمن کا مقابلہ کرنا چھوڑ دیا اُن کے خلاف ہتھیار نہ اُٹھائے اور اپنی بستی سے بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر ہلاک کر دیا تھا۔ ارشاد ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۖ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۚ (پ ۲ - البقرہ - ع ۱۶)

(اے نبی) کیا تو نے اِن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے نکلے موت کے ڈر سے حالانکہ وہ ہزاروں تھے پھر اللہ نے انہیں فرمایا کہ مر جاؤ پھر انہیں زندہ کیا۔

ترجمہ:- اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اِس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا ذکر ہے۔ ان کے علاقے میں طاعون کی وبا پھیلی تو وہ موت کے ڈر سے اپنی بستیاں چھوڑ بھاگے اور جنگل میں جا پڑے۔ یہ اللہ کے حکم سے مر گئے کچھ عرصہ بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دُعا سے زندہ ہوئے اور پھر مدتوں زندہ رہے اِس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا تو بھاگنا بیکار ہے اور چاہیئے کہ رضائے الٰہی پر راضی رہے۔ مجاہدین کو بھی سمجھنا چاہیئے کہ جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو دفع نہیں کر سکتا۔

ایک دلچسپ واقعہ:- حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ایک شخص آیا جو بے حد ڈرا ہوا تھا اُس کا رنگ ڈر کے مارے زرد ہو رہا تھا۔ کانپتی ہوئی آواز میں عرض کیا، حضور آج میں نے ملک الموت کو دیکھا ہے جو مجھے بڑا گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ یہ برق مجھ پر گرنے والی ہے حضور مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی وسیع حکومت عطا فرمائی ہے۔ دیو، پری، جن و انس اور پانی پر اور ہوا پر آپ کی حکومت ہے مجھ پر کرم فرمائیے

Marfat.com

اور ہوا کو حکم دیجئے کہ وہ مجھے اُڑا کر ہند (برصغیر ہند) پہنچا دے۔ میں اگر ہندوستان پہنچ گیا تو پھر ملک الموت کا مجھے ڈر نہ رہے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اسی وقت اِسے ہندوستان پہنچا دیں۔ چنانچہ ہوا نے اُسے فوراً ہندوستان پہنچا دیا۔ دوسرے روز ملک الموت دربار سلیمان علیہ السلام میں سلام کے لیے حاضر ہوا۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کل تم نے جس آدمی کو گھور کر دیکھا تھا وہ بیچارہ ڈر کے مارے یہاں سے ہندوستان چلا گیا بات کیا تھی؟ تم اُسے کیوں گھور رہے تھے ملک الموت نے عرض کیا حضور مجھے خدا کا یہ حکم تھا کہ اِس شخص کی جان میں فلاں وقت ہندوستان کی سرزمین میں قبض کروں۔ میں اُسے یہاں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اِس کی موت کا وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اور یہ بجائے ہندوستان کے یہاں ہے۔ اپنے وقت پر یہ ہندوستان کیسے پہنچ سکے گا اور میں اِس کی جان وہاں کیسے قبض کر سکوں گا؟ میں اِسی خیال میں تھا کہ اُس نے خود ہی آپ سے درخواست کی ہوا اُسے ہندوستان پہنچا آئے۔ چنانچہ وہ ٹھیک اپنی موت کے وقت ہندوستان پہنچ گیا اور میں نے وہاں پہنچتے ہی اس کی جان قبض کر لی۔

ملک الموت روزانہ ہر گھر میں چکر لگاتا ہے:- حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت ہر گھر میں تین مرتبہ روزانہ چکر لگاتا ہے اور دیکھتا ہے کس کا رزق پورا ہو گیا کس کی مدت عمر پوری ہو گئی۔ جس کا رزق پورا ہو جاتا ہے اُس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور جب اُس کے گھر والے اس کی موت پر روتے ہیں تو ملک الموت دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں۔ میرا کوئی گناہ نہیں مجھے تو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ واللہ میں نے تو اس کا رزق نہ کھایا اور نہ اِس کی عمر گھٹائی نہ اس کی مدت عمر سے کچھ حصہ کم کیا۔ میں تمہارے گھر میں بار بار آتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر میت والے ملک الموت کا کھڑا ہونا دیکھ لیں اور اُن کا کلام سُن لیں تو اپنی میت سے غافل ہو جائیں اور اپنے

Marfat.com

اُوپر روئیں۔ (ابن ابی الدنیا۔ ابو الشیخ)

یہ وہ بات ہے۔ جو "کِتٰباً مُّؤَجَّلاً" لوحِ محفوظ میں لکھی گئی ہے۔ باغ کا مالی اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ آبیاری کرتا ہے۔ کھاد دیتا ہے وہ پھل لاتا ہے۔ لیکن وہ پھل کو اُس وقت تک نہیں توڑتا جب تک پک نہ جائے اِسی طرح جب تک انسانی عمر کا پھل نہیں پک جاتا۔ اِسے ملک الموت ہاتھ نہیں لگاتا پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمام پھلوں کو مالی ہی نہیں توڑتا بلکہ کچھ پرندے کھا جاتے ہیں کچھ آندھی وغیرہ سے گر جاتے ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے کوئی بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتا ہے، کوئی پانی میں ڈوب کر، کوئی آگ میں جل کر، کوئی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے دل کا دورہ بھی عام طور پر پڑتا ہے۔ آجکل زیادہ تعداد اِسی کی نظر ہو رہی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کرم کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں دشمن کی تلوار سے جان، جان آفریں کے سپرد کرتا ہے۔ مر تو سب ہی گئے اور سب کو مر ہی جانا ہے۔ لیکن اپنی اپنی موت ہے اور ہر موت کا اپنا اپنا مقام ہے۔ جس کی تقدیر میں جو لکھا ہے وہ اِسی انداز سے یہاں سے رخصت ہو گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کا واقعہ:-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ملک الموت لوگوں کے پاس آتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے تھپڑ مار دیا۔ جس سے ملک الموت کی آنکھ پھوٹ گئی ملک الموت نے بارگاہِ الٰہی میں شکایت کی۔ الٰہی تیرے بندے موسیٰ علیہ السلام نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے اور اگر وہ آپ کے نزدیک مکرّم و محترم نہ ہوتے تو میں بھی اُن کی آنکھ پھوڑ دیتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے کے پاس جاؤ اُن سے کہہ دو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی کھال پر رکھ دیں اِن کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال ہونگے ہر بال کے عوض ایک سال عمر بڑھا دوں گا۔ ملک الموت نے رب العزّت کا پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد کیا ہو گا ملک الموت نے کہا اِس کے بعد بھی موت آئے گی تو موسیٰؑ نے کہا کہ جب موت آنی ہی ہے۔ تو ابھی سہی۔ پھر حضرت

Marfat.com

موسیٰؑ کو ایک سیب دیا جس کو انہوں نے سونگھنا شروع کیا اور ملک الموت نے اُن کی روح قبض کر لی اللہ تعالیٰ اُنے ملک الموت کی آنکھ کو درست کر دیا۔ اِس کے بعد ملک الموت لوگوں کے پاس پوشیدہ آنے لگے۔ (امام احمد۔ حاکم بزاز)

گذشتہ سطور کا یہ مطلب نہیں کہ انسان بالکل ہی برہنہ میدانِ

احتیاطی تدابیر:- جنگ میں کھڑا ہو جائے۔ سینہ تان کر دشمن کی طرف چلنا شروع کر دے اگر موت کا وقت نہیں آیا تو گولی نہیں لگے گی۔ بلکہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنا، دیکھ بھال کر آگے بڑھنا، آڑ سے کر چلنا، اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے دشمن پر وار کرنا یہ شریعت کا حکم ہے۔ اسباب دُنیا کرنا ضروری ہے۔ حیلہ اور وسیلہ کرنا ہمارا کام ہے اُسے کامیابی بخشنا اللہ تبارک وتعالیٰ کا کام ہے۔ دنیا کا کوئی کام خود بخود انجام نہیں پاتا۔ بلکہ انسانی اسباب اور کارگزاری اُسے وجود میں لاتی ہے۔ اس طرح گو زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن ظاہری اسباب کرنا ہمارا کام ہے۔ پھر ہماری نیت اور تقدیر کے مطابق کامیابی عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ غرض صرف یہ ہے کہ ہماری تدبیریں جنگ سے بچنے کے بہانے اور بزدلی کا ثبوت نہ ہوں جسے دیکھ دوسروں کا جذبہ جہاد بھی سرد ہو جائے۔ اپنا بچاؤ کرنا۔ جنگی چالیں چلنا۔ حالات کے مطابق عمل کرنا یہ عین جہاد میں۔ جہاد اس سے مانع نہیں ہے۔

غزوہ بدر میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین کو اونچائی کی طرف صف آرا کیا۔ غزوہ اُحد میں پہاڑی کو اپنی پشت پر رکھا تاکہ پیچھے سے حملہ کا خطرہ نہ ہو۔ درہ پر تیر انداز مقرر کیے۔ غزوہ خندق میں کفار کی بے پناہ تیاری اور قوت کے پیش نظر اور وقتی تقاضوں کو دیکھتے ہوئے مدینہ منورہ کے کھلی جانب خندق کھود دی۔ انفرادی مبارزت میں ڈھال کا استعمال شروع سے چلا آرہا ہے۔ قلعہ بند ہو کر لڑنا یہ ماضی کا عام دستور رہا ہے۔ زمانہ قدیم کی لڑائیوں کے انداز اور ہتھیاروں کے استعمال کو دیکھتے ہوئے یہی کچھ درکار تھا جسے موقع پر اپنایا گیا۔

آج چونکہ ہتھیاروں کی دوڑ اپنے عروج پر ہے۔ انسانی ہلاکت کے سامان اور طریقے

Marfat.com

لاتعداد ہیں۔ اس لیے موجودہ ماحول کے مطابق تمام حفاظتی تدابیر بدرجۂ اتم اختیار کرنی چاہئیں۔ دشمن پر وار کرنے سے پہلے اپنے آپ کو محفوظ کرنا ضروری ہے۔ لیکن چھپ کر بیٹھنا۔ بہانے سے کھسکنا۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں، کوئی جواز نہیں اللہ تعالیٰ تو دلوں کے حالات سے آگاہ ہے۔ وہ تو نیت کے مطابق عمل قبول کرتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اقبالؒ

اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنی پوری زندگی سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور احکام کے مطابق گزارے۔ اس سے وہ ذرہ بھر انحراف نہ کرے ورنہ پوری زندگی جو غیر اسلامی طرز پر گزاری جائے ابولہب کی زندگی کی طرح ہے۔

Marfat.com

جہاد ایمان کی کسوٹی ہے

دنیاوی زندگی کے نظام کو چلانے کے لیے انسان نے کوئی نہ کوئی معیار، پیمانہ یا اصول مقرر کر رکھا ہے۔ کسی چیز کی خامی، کمی بیشی، اصل یا نقل اور معیاری ہونے کے لیے۔ اسے مقرر کردہ معیار پر پرکھا جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے۔

مثال: نوکر بازار سے چینی لاتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ایک سیر ہے۔ پانچ روپے کی لائی ہے۔ گاہے گاہے۔ مالک اس کی صداقت اور دیانت داری کو جانچنے کے لیے لائی ہوئی چینی کا وزن کرتا ہے کہ ٹھیک کہتا ہے یا غلط۔ بازار سے شاید کبھی بھاؤ کا بھی پتہ کرے گو یہ صبح شام بدلتے رہتے ہیں۔ البتہ ایک سیر چینی کا وزن کر کے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ حقیقت میں وہ اتنی ہی ہے یا کچھ اور کپڑا ہو تو گز سے ناپا جا سکتا ہے۔ بڑی چیزوں کا تو اس طرح ناپ تول کر کے معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ اگر سونا ہے تو سنار کے پاس لے جائیں گے وہ کسوٹی پر گھس کر بتا دے گا کہ اصلی ہے یا نقلی۔ اس طرح یہ معاملہ طے ہو گیا۔

ایمان کے لغوی معنی مان لینا ہے۔ کسی چیز کو تسلیم کر لیا کہ ٹھیک ہے اس کے دو حصے ہیں ایک زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا۔ زبانی اقرار کو تو دوسرا آدمی سن سکتا ہے وہ سن کر یقین کر سکتا ہے۔ میں سچا اور پکا مسلمان ہوں۔ ملک اور قوم اور اسلام کی خدمت کے لیے سب کچھ قربان کر دونگا۔ یہ تو انسان کے اپنے کہنے تک محدود ہے۔ اور دوسروں کو اس پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ شریعت اسلامی میں حکم ظاہر پر ہے۔ باطن پر نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ معلوم کرنا کہ ایمان کتنا پختہ ہے۔ مسلمان کا دعویٰ کتنا سچا ہے۔ خلوص کس حد تک ہے۔ اسے پرکھنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ظاہری معیار نہیں کہ زمانہ امن میں مسلمان کی پختگی ایمان

Marfat.com

یا مسلمان اور منافق میں تمیز ہو سکے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی نو مسلم کمزور اور کچے عقیدے کا ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سچے اور جھوٹے میں تمیز کرنے کے لیے۔ سچائی اور پختگی کا معیار جانچنے کے لیے۔ جہاد فرض کیا ہے۔ مسلمان کو جہاد کی کسوٹی پر رکھ دیا ہے۔ سچا مسلمان ہے تو بہر صورت پورا اترے گا۔ اگر وقتی مصلحت سے اسلام قبول کیا ہے۔ دل میں کوئی اور مرض ہے۔ وہ سب سامنے آجائے گا۔

جانی اور مالی آزمائش :-

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ — البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں میں۔

(پ ۴ - آل عمران - ۱۸۶)

اللہ کی راہ میں دونوں قسم کی قربانیاں درکار ہیں۔ زندگی میں ایسے مواقع آئیں گے۔ ایمان کی پرکھ کے لیے مسلمان کو اس آزمائش سے گزارا جائے گا۔

غزوہ اُحد میں عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی میں کفار کے مقابلے کے لیے نکلا۔ بظاہر مسلمان تھا لیکن دل ایمان سے خالی تھا۔ جب سامنے موت نظر آئی تو یہ کہہ کر لوٹ گیا کہ مدینہ منورہ میں رہ کر مقابلہ کرنے کی میری رائے قبول نہیں کی گئی۔ اس لیے میں لڑائی میں حصہ نہیں لیتا۔ اگر اس کے دل میں ایمان ہوتا تو اُسے یہ کہنے کی نوبت نہ آتی۔ وہ اطاعت رسولِ خُدا کو مقدم رکھتا کہ دین اسی کا نام ہے ایمان کی حقیقت یہی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنی پوری زندگی سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور احکام کے مطابق گزارے اس سے ذرہ بھر انحراف نہ کرے ورنہ وہ پوری زندگی جو غیر اسلامی طرز پر گزاری جائے۔ ابولہب کی طرح ہے۔ مزید ارشاد ہے۔

Marfat.com

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۵ (پ ۲، البقرہ ۔ ع ۳)

اور ہم البتہ تمہیں ضرور آزمائیں گے۔ کچھ ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں سے اور میوؤں کے نقصان سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔

غزوہ تبوک :-

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ قحط سالی بھی تھی اور سخت گرمی کا موسم تھا سفر بھی لمبا تھا۔ ادھر فصل پک کر تیار ہونے والی تھی۔ اس کے سنبھالنے کا بھی موسم تھا۔ بعض مسلمانوں پر جہاد کے لیے روانہ ہونا گراں گزرا۔ وہ تکلیف، فصل کے نقصان اور گرمی کی شدت سے کمزور پڑ گئے اور مختلف عذر اور بہانے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انکے ظاہری عذر قبول کر لیے اور انہیں جہاد میں عدم شمولیت کی اجازت دے دی۔ ان کے نفاق کا یوں بھانڈا پھوٹا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۔

(پ ۱۰۔ توبہ ع ۱۳)

اے پیغمبر! تو نے ایسا کیوں نہ کیا کہ ان کے منافقانہ بہانوں پر، انہیں جہاد سے پیچھے رہنے کی رخصت دے دی۔ اس وقت تک ان کو رخصت نہ دی ہوتی۔ جب تک کھل نہ جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور کون جھوٹے۔

☆

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرماتے ہیں کہ جہاد سے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ آپ نے ان کے ظاہری عذر قبول فرمائے ہیں۔ آپ ایسا نہ کرتے اور انتظار فرماتے۔ تو آپ پر یہ راز عیاں ہو جاتا کہ یہ مسلمان ہیں یا منافق سچ اور جھوٹ کھل کر سامنے آجاتا۔ ایمان والوں کی تو یہ نشانی نہیں کہ اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میدانِ جنگ میں ہو اور وہ گھروں میں، جھوٹے بہانے بنا کر دنیا داری

Marfat.com

کے کاموں میں مشغول ہوں۔ انہوں نے حقیقت حال کو آپ سے چھپایا ہے۔ وہ سفر کی تکلیف برداشت نہیں کرنا چاہتے۔ گرمی کی شدت ان پر گراں ہے۔ فصلوں کے ضائع ہونے اور دیگر دنیوی نقصانات کا اندیشہ ہے۔ انہیں دنیا پیاری ہے۔ دین پیارا نہیں۔ آگے چل کر مزید وضاحت فرمائی۔ ارشاد ہے:

لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ	جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا	وہ نوجان اور مال سے جہاد کرنے وقت
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (پ۔ توبہ ع ۱۳)	ہرگز پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے۔

جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ قیامت میں حساب اور جزا سزا پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دنیاوی نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ گھر بیٹھے موت دے سکتا ہے۔ پکی ہوئی فصل تباہ کر سکتا ہے۔ آرام و آسائش کو مصائب میں بدل دیتا ہے۔ دل کی بات جانتا ہے۔ سچائی کا علم رکھتا ہے اللہ اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ فرما دے گا۔ راز فاش ہو جائے گا۔ میرا ظاہر اور باطن اگر ایک نہ ہوا تو میرا نام منافقوں کی فہرست میں ہوگا اور میرا حشر اَسْفَلُ السَّافِلِین کے ساتھ ہوگا۔ وہ اس کی عقوبت کو سمجھتا ہے۔ جہاد سے جی چرانا، جھوٹے بہانے بنانا، جان بوجھ کر شریک نہ ہونا۔ یہ ایک ناقابلِ معافی گناہ ہے اس کا تفصیلی ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔

القصہ مسلمان کا دعویٰ کتنا سچا ہے۔ ایمان کتنا پختہ ہے۔ ملک و ملت کی ناموس کے لیے کٹ مرنے کا جذبہ کس حد تک موجود ہے جہاد عملی طور پر اسے پرکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ زمانہ امن میں اسے بطور ذریعہ معاش ہم سب اپنائے ہوئے ہیں۔ نعرے بھی لگاتے ہیں۔ دشمن کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ کسی کی جرأت نہیں کہ ہماری طرف دیکھے اور درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ وقت پڑا ایمان کی صداقت کا ثبوت مہیا کرنا چاہیئے مشکل لمحات میں اپنا تجزیہ کرنا چاہیئے۔ کہ اس اصل مقصد سے گریز تو نہیں کر رہے۔ عمل ضمیر اور قول کے مطابق ہے۔ فرائض کے ضمن میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہو رہی۔ شیطان

Marfat.com

مجھے بہانہ سازی اور بزدلی کی طرف دعوت تو نہیں دے رہا۔ اگر ضمیر مطمئن ہے اپنا کام زمانہ امن اور جنگ دونوں حالتوں میں اپنی پوری استعداد کے مطابق انجام دیا تو مطمئن رہنا چاہیئے کہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ انسان کے خلوص اور محنت کو کبھی رائیگاں نہیں کریگا وہ کامیابی سے ہمکنار کرے۔ مشکلات سے دوچار کرے۔ ناکامی کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں اور انسانی اعمال کا نتیجہ ہے۔ وہ اپنے بندوں کے لیے ہر حال میں بہتر کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (پ ۲۵ - الشوریٰ ، ع ۵)

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔

مصائب اور حادثات درستی اعمال کا باعث ہیں :-

مصائب حادثات اور ناکامی بطور سزائے اعمال بھی ہو سکتے ہیں اور کبھی کسی بڑے المیے سے بچانے کے لیے آلارم (WARNING) کا کام بھی دیتے ہیں۔ انسان کو آئندہ سنبھلنے کا شعور بھی دیتے ہیں۔ سبق آموز بھی ہوتے ہیں۔ ایک غلطی کے نتائج بھگتنے کے بعد انسان آئندہ احتیاط کرتا ہے۔ کامیابی یا ناکامی کے اچھے بُرے نتائج کو اللہ رب العزّت ہی بہتر جانتا ہے۔ انہیں کما حقہ سمجھنا یہ انسانی شعور کے بس کی بات نہیں۔ غزوہ اُحد میں تیر انداز باوجود سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واضح حکم کے اپنی جگہ چھوڑ گئے۔ چنانچہ یہ حکم عدولی شکست کے قریب لے آئی۔ تو معلوم ہوا کہ حاکم کے حکم کی تعمیل فرض ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔ یہ حاکم یا حکم دینے والا بہتر جانتا ہے۔

تعمیلِ حکم :-

جنگ میں نظم وضبط اور تعمیل حکم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ محاذِ جنگ پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر حالات بڑی تیزی سے بدلتے ہیں۔ ہتھیاروں کی جنگ کے ساتھ ساتھ سیاسی سطح پر بڑی اہم جنگ جاری ہوتی ہے اس میں علاقائی گروہ بندیاں، ملکوں کی گروپ بندیاں اور نظریاتی طاقتیں اپنے

Marfat.com

اپنے عزائم اور مفادات کی حد تک کردار ادا کرتی ہیں۔ اس جنگ کا نقشہ ملک کی اعلیٰ قیادت تک محدود ہوتا ہے۔ ان کے مطابق وجوہات اور تفصیلات عوام اور عام حضرات کو بتائے بغیر احکامات وقت کے تقاضوں کے تحت بدل دیئے جاتے ہیں۔ یہ احکامات محاذِ جنگ پر مصروف پیکار لوگوں کی خواہش کے مطابق ہو سکتے ہیں اور مخالف بھی۔ وہ جذبہ حب الوطنی کے تحت شاید ان پر عمل کرنے کے حق میں نہ ہوں۔ احکام کی مخالف سمت میں ان کو ملک اور قوم کا مفاد نظر آئے۔ قدرتی طور پر انسان کی کہ یہ خواہش ہوتی ہے اور خصوصاً جنگ میں کہ میری مجاہدانہ کارروائی سے ملک کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اور دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان ہو۔ ہر چھوٹے بڑے سنیئر جونیئر کے دل میں یہی جذبہ ہے۔ خواہ وہ لڑنے میں مصروف ہے یا دوسروں بڑے سنیئر جونیئر کے دل میں یہی جذبہ ہے۔ خواہ وہ لڑنے میں مصروف ہے یا دوسروں کو لڑاتے ہیں۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہیں۔

مجاہد اور سالارِ اعلیٰ کی دید میں فرق ہے :- سپاہی اور چھوٹے عہدوں کے کمانڈر یہ لڑائی کی فعال مشینری ہے، عملی طور پر لڑائی کا کام ان کے سپرد ہوتا ہے یہ لوگ اپنے اپنے محاذِ جنگ کی صورتِ حال (SITUATION) سے آگاہ ہوتے ہیں۔ مقامی نوعیت کے واقعات اپنی اور دشمن کی حالت کا ان کو علم ہوتا ہے۔ دیگر محاذوں پر حالات کیا ہیں۔ ہماری اور دشمن کی پوزیشن کیا ہے۔ حالات کیا رُخ اختیار کر رہے ہیں۔ کس جگہ قوت کی زیادہ ضرورت اور کس جگہ کم۔ پیش قدمی جاری رکھنی مناسب ہے یا نہیں پیش قدمی کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ الگ بات ہے دشمن کا ہدف کس طرف ہے اور اس کے مقابلے میں ہمارا کیا حال ہے۔ سپلائی لائن اور وسائل کا کیا حال ہے۔ مجموعی طور پر ہمارا انداز کیا ہو کہ دشمن کے مقابلے میں پوزیشن بہتر رہے یہ چند ایسی باتیں ہیں۔ جو اعلیٰ سطح پر زیرِ غور رہتی ہیں اور ان تمام امور کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ سب سے اہم عنصر بین الاقوامی صورتِ حال اور سیاسی عوامل ہوتے ہیں۔ جنگی وسائل اور لڑائی کے حالات سے قطع نظر اگر یہ مخالف ہوں تو چھوٹے

Marfat.com

ملکوں کے لیے ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔

تو مقصد یہ ہے کہ احکام جاری کرنے سے پہلے اعلیٰ سطح پر بہت کچھ ہوتا ہے جس سے سب لوگوں کو آگاہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اور نہ ہی ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا مجاہد کیلئے اس کی تعمیل ہی میں بہتری ہے اس لیے کہ ہم سب کچھ سے آگاہ نہیں۔ ہر شخص کا اپنا دائرہ عمل ہے اور اپنی حد ہے۔ باز پرس اپنے دائرہ کار اور اختیارات تک ہوتی ہے۔ اس سے آگے جس کی ذمہ داری ہے اس پر چھوڑ دیں۔

ممکنہ حالات:- عین ممکن ہے کسی محاذ پر پیش قدمی جاری رکھی جا سکتی ہو۔ لیکن وہ روک لی جائے۔ وہاں موجود مجاہدوں کا دل اسے قبول نہ کرے کہ یہ باعث نقصان ہے ابھی وقت ہے کچھ کر لیتے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی اہم جگہ یا کامیابی سے دست کش ہونے کا حکم ملتا ہے جس کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دی گئی ہیں۔ مجاہدوں کے دل اس پر رضامند نہ ہوں۔ جنگ میں کامیابی یا ناکامی کو مجموعی طور پر دیکھا جاتا ہے۔ پیش قدمی اور پیچھے ہٹنا مجموعی جنگی مصلحتوں اور قومی مفاد کے پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ یقین ہونا ضروری ہے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ ملک اور قوم کے بہترین مفاد میں ہے۔ ناکامی کی صورت میں۔ اعلیٰ کمانڈروں اور سربراہوں پر اس کی ضرب سب سے شدید ہوتی ہے۔ تاریخ ان کے ناموں سے مرتب ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ دیکھنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ قومی تاریخ کے اوراق میں بدنما دھبے کی حیثیت سے اپنی نسلوں کے سامنے آئے۔ ہاں وطن دشمن عناصر ہمیشہ اور ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ دشمن کے ایجنٹس (EGENTS) ہوتے ہیں۔ طاغوتی طاقتوں نے مسلمانوں کی صفوں میں اپنے عناصر کی پرورش کا بطور خاص اہتمام کیا ہے۔ اس لیے کہ مسلمان جب تک صحیح معنوں میں مسلمان ہیں۔ جذبۂ جہاد ان میں موجود ہے ان کی صفوں میں اتحاد موجود ہے ان کو شکست دینا آسان کام نہیں۔ لہٰذا دشمن انکی صفوں میں گھس کر اپنے کارکنوں کی وساطت سے وار کرتا ہے برصغیر ہند میں مغلوں کا زوال اور انگریزوں کا قبضہ بعض ریاستوں کے سربراہوں کی غداری، ہندوؤں کی مخالفانہ روش اور بے وفائی، سراج الدولہ کی فوجوں کے

Marfat.com

کمانڈر میر جعفر کی غداری قابلِ ذکر ہیں۔ اگر یہ لوگ غداری نہ کرتے تو برصغیر ہند کی آبادی دو سنو سال تک غلامی کا طوق گلے میں نہ ڈالے رکھتی۔ ایسے عناصر سے ہوشیار رہنا۔ ان کی ٹوہ لگانا۔ سب کا فرض ہے۔ وہ کسی بھی رینک، عہدے اور انداز میں اپنے مشن کی کامیابی کے لیے ہمارے سامنے آسکتا ہے۔ سوجھ بوجھ سے کام لینا، پھرتی سے اس کی تصدیق کرانا۔ اپنی خفیہ مشنری (سیکیورٹی وغیرہ) کو اطلاع دینا۔ یہ ایسے کام ہیں۔ جو سب کے ذمہ ہیں۔ یہ کہہ کر اغماض سے کام نہیں لینا چاہیئے کہ خود پکڑا جائے گا۔ پکڑنے والے خبر دینے والے ہم ہی ہیں۔ اگر اب توجہ نہ دی تو نامعلوم اور کتنا عرصہ ہمیں نقصان پہنچاتا رہے گا۔

تعمیلِ حکم کے لیے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ	کرو۔ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
مِنْکُمْ۔ (پ ۵۔ نساء ع ۸)	اور اس کی جو تم میں سے صاحب حکم ہو۔

صاحب حکم کی تعمیل کرو۔ خلاف ورزی نہ کرو۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جہاں بھی مسلمانوں نے حکم عدولی کی جلد بازی کی اور اپنی رائے سے کام لیا۔ وہاں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اس کی اولین مثال غزوہ اُحد میں ملتی ہے۔

۱:۔ غزوہ اُحد میں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے عقب سے حملہ سے بچنے کے لیے پہاڑی درہ پر جہاں سے حملہ کا امکان تھا۔ پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا۔ اس کے سالار عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان کو واضح احکام دیئے کہ جنگ کا رخ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیں فتح ہو یا شکست۔ تم کسی حال میں اپنی جگہ اس وقت تک نہ چھوڑنا۔ جب تک میں حکم نہ دوں۔ چنانچہ ابتدائی جنگ کے بعد مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ دشمن میدان چھوڑ کر پسپا ہوا۔ تیرانداز جو پہاڑی پر تھے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ

Marfat.com

فتح ہو چکی ہے۔ اب یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کا یہی مقصد تھا۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی مخالفت کی۔ لیکن وہ لوگ نہ مانے ایک تو اپنے کمانڈر اور دوسرے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خالد رضؓ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار کی طرف سے گھوڑ سوار دستے کے سالار تھے انہوں نے موقع پا کر حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چند ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ اس رسالے نے مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کی صفوں میں افراتفری پھیل گئی۔ بے حد جانی، نقصان ہوا، فتح شکست کے قریب چلی گئی۔

۲:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ عکرمہ بن ابی جہل اور شرجیل کو مسلیمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا۔ یہ دونوں مختلف محاذوں پر تھے چنانچہ حکم دیا گیا کہ دونوں لشکر اکٹھے مل کر حملہ کریں۔ مگر عکرمہ رضؓ نے شرجیل کا انتظار کیے بغیر مسلیمہ پر حملہ کر دیا۔ مسلیمہ کے پاس اس وقت چالیس ہزار سپاہی تھے اور وہ عقربہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ عکرمہ رضؓ کی جلد بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس ناکامی کا سخت افسوس ہوا اور آپ نے عکرمہ کو واپس بلا کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمامہ کی مہم پر مامور کیا۔

۳:- تیسرا واقعہ یہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوا۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں شام کی طرف چھوٹی چھوٹی مہمیں جاری تھیں۔ جس سے رومی کافی چوکنے ہو گئے تھے۔ ان کی تیاریوں کی وجہ سے مدینہ شریف کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ اس لیے آپ نے خالد بن سعید کو سرحد شام کی حفاظت کے لیے متعین کیا۔ انہوں نے وادئ تیمہ میں کیمپ لگایا اور سرحدی قبائل کی تنظیم شروع کر دی۔ رومیوں نے مسلمانوں کو اپنی

Marfat.com

سرحدوں کے قریب پاکر اپنا اجتماع شروع کر دیا۔ اس پر خالد بن سعید رضؓ نے خلیفہ سے لڑائی کی اجازت حاصل کر لی۔ اور رومی جرنیل باہان کی فوج پر حملہ کر دیا ابتدا میں کامیابی ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی رومیوں کی بے پناہ طاقت کے پیش نظر خلیفہ کو مزید کمک کے لیے گذارش کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عکرمہ بن ابو جہل اور ولید بن عقبہ کو امداد کے لیے روانہ کیا۔ جب خالد کو کمک کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ نے تمام ہدایات کو پس پشت ڈالتے ہوئے۔ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ دشمن سے مقابلہ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مرج الصفاء کے مقام پر مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ عکرمہ نے بروقت پہنچ کر تعاقب کرنے والی رومی فوج کو روک دیا اور خالد بن سعید کی شکست خوردہ فوج وادی القریٰ میں جمع ہو گئی تعمیل حکم کے متعلق حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اگر ناک کٹا حبشی غلام بھی تمہارا امیر ہو۔ اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے۔ تو اس کی اطاعت کرو۔

حضرت طالوت علیہ السلام کی فوج کا قصہ :-

حضرت طالوتؑ اپنی فوج کو لے کر جالوت کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے مقابلہ میں فلسطینیوں کے لشکر کا سردار جالوت تھا۔ یہ شخص دیو قامت اور انتہائی قوی جوان تھا۔ اس کا قد ۹ فٹ تھا حضرت طالوت کی فوج کو فلسطین جانے کے لیے راستہ میں ایک نہر عبور کرنی تھی علماء لکھتے ہیں کہ دریائے اردن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے ایک آزمائش مقرر کر دی۔ وہ یہ کہ جب راستہ میں دریائے اردن کو عبور کریں۔ تو اس کا پانی سیر ہو کر نہ پئیں۔ بلکہ پیاس بجھانے کے لیے اور ہونٹوں کی خشکی دور کرنے کے لیے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے سکتے ہیں اور پی سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ حکم ان کو صاف طور پر سنا دیا گیا اور یہ بھی بتا دیا کہ جس نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا وہ ہم میں سے نہیں۔ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ جب دریا عبور کیا۔ تو ایمان

Marfat.com

کی کمزوری اور پیاس اکثر پر غالب آ گئی۔ کثرت فوج نے خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ بہت تھوڑے مجاہد ایسے تھے۔ جو اس آزمائش میں پورے اترے۔ ارشاد ہے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۙ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ

(پ ۲ - البقرہ - ع ۱۶)

پھر جب طالوت فوجیں لے کر باہر نکلے کہا بے شک اللہ تمہاری ایک نہر سے آزمائش کرنا والا ہے۔ سو جس نے اس نہر کا پانی پیا وہ میرا نہیں اور جس نے اُسے نہ چکھا تو وہ بیشک میرا ہے مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرے پھر سب نے پی لیا۔ مگر ان میں سے تھوڑوں نے۔ (نہیں پیا)

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی فائدہ ضرور ہوتا ہے چنانچہ یہ محض ایک امتحان نہیں تھا۔ بلکہ اس میں صحت اور کردار کے لحاظ سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ لیکن یہ لوگ اُسے سمجھ نہ سکے اور پانی پی لیا۔ چنانچہ جن مجاہدوں نے پانی پی لیا۔ جب وہ دریا کے پار گئے تو ان میں لڑنے کی ہمت نہ رہی۔ بلکہ وہ چلنے کے قابل بھی نہ رہے۔ لہذا ان لوگوں نے لڑنے سے جواب دے دیا۔ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ

(پ ۲ - البقرہ - ع آخری)

پھر جب پار ہوا وہ اور جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ کہنے لگے۔ طاقت نہیں ہمیں آج جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کی۔

یہ لوگ آزمائش میں پورے نہ اترے۔ لہذا جہاد کرنا بھی ان کے بس کی بات نہ تھی جو لوگ ثابت قدم رہے۔ اس مختصر سی فوج نے جالوت کی فوج کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور وہ فتح یاب ہوئے جالوت کو حضرت داؤد علیہ السلام نے قتل کر دیا۔ ایمان کا ثمر جنت اور جنت کی ابدی نعمتیں ہیں۔ لیکن اس

Marfat.com

تک پہنچنے سے پہلے آزمائش لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ آزماتا ہے۔ ارشاد ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ (پ ۲ - البقرہ ع ۱۰)

کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔

منافق کی پرکھ جہاد سے: مسلمان جہاد کے لیے کمر بستہ رہتا ہے۔ اس کے لیے تیاری میں مصروف رہتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سعادت نصیب فرمائے۔ تاکہ قیامت میں مشکل وقت میں کام آئے ملک کے دفاع اور دین کی اشاعت کے لیے مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔ لیکن منافق کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ وہ اس راہ میں ہاتھ سے کوئی مال خرچ کرنا پسند نہیں کرتا۔ نہ ہی وہ لڑنا چاہتا ہے۔ وہ تو اپنی جان محفوظ رکھنے کے حیلے بہانے (منصوبے) بناتا رہتا ہے۔ دین رہے یا نہ رہے۔ ملک ہو یا نہ ہو۔ اس کا دائرہ کار تو اپنی دنیوی خواہشات تک محدود ہے۔ اور وہ اپنی اس روش پر خوش ہوتا ہے۔ جہاد کے موقع پر ایسے لوگوں کا جو بظاہر مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن دل سے دشمنانِ دین کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ ان کا اصلی مرض سب کے سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ (توبہ - ع ۱۱)

پیچھے رہنے والے اپنے رسول اللہ سے جدا ہو کر بیٹھ رہنے سے خوش ہو گئے اور اس سے گھبرائے کہ اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں۔ اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں۔

ایسے لوگ خود بھی نہیں شامل ہوتے اور دوسروں کو بھی مصائب اور تکالیف بتا کر روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنگ کے لیے کوئی آرام دہ موسم مل جائے یہ ناممکن

Marfat.com

ہے۔ نامعلوم کب دشمن سے ٹکر ہو جائے۔ گرمی ہو۔ سردی ہو۔ برف باری ہو رہی ہو۔ بارش ہو۔ انسان کو اِن سب کو ہمت اور مردانگی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اِن مصائب اور تکالیف کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا غضب نہایت سخت ہے۔ آخرت کا عذاب اور آگ بڑی سخت ہے۔ گذشتہ آیات کا تعلق منافقینِ غزوہِ تبوک سے ہے۔ چنانچہ گرمی کا خوف دلانے، خود پیچھے رہنے اور دوسروں کو ترغیب دلانے والوں کے لیے کلام پاک میں ارشاد ہے۔

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ دنیا۔ توبہ ۸۱ — اے محبوب فرما دیجیئے۔ دوزخ کی آگ بہت سخت گرم ہے۔ اگر ان کو سمجھ ہوتی۔

*

آخرت کا عذاب دنیاوی زندگی کی تکالیف اور مصائب سے کہیں زیادہ ہے بڑی مشکلات سے بچنے کے لیے دنیا کی معمولی تکلیف برداشت کر لینا سراسر نفع کی بات ہے۔ یہ تو تھا دشمن کے خلاف جنگ میں رویہ بعض اوقات اندرونِ ملک بھی حق کے لیے۔ صاحبِ اقتدار لوگوں سے ردوقدح کی نوبت آتی ہے ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنی پڑتی ہے۔

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا:-

حدیث پاک ہے۔

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ۔ — بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔

اس کی مثالیں ہر زمانے میں ملتی ہیں۔ ہر فرعونِ را موسیٰ کا فطری اصول اپنے انداز میں کارفرما رہتا ہے اس میں جان کا خوف اور تکالیف کا سامنا ہوتا ہے قیدوبند کی صعوبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں۔

حجاج اور سعید بن جبیرؓ:-

حجاج کا ظلم وستم دنیا میں مشہور ہے گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم وستم کے دین

Marfat.com

کی اشاعت کا کام بھی کرتے رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی دیندار اور عامل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے ہیں اور اس وجہ سے لوگ ان سے بیزار تھے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یعنی ابن الاشعث کے ساتھ مل کر حجاج کا مقابلہ کیا۔ حجاج عبدالملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور تابعی ہیں اور بڑے علما میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجاج کو ان سے بغض اور عداوت تھی۔ اور چونکہ انہوں نے مقابلہ کیا تھا اس لیے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجاج ان کو گرفتار نہ کرسکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حکومت نے اپنے ایک خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس نئے حاکم نے جا کر خطبہ پڑھا۔ جس کے اخیر میں عبدالملک بن مروان خلیفہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیر رضؓ کو پناہ دے گا اس کی خیر نہیں۔ اس کے بعد اس نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر میں ملے گا اس کو قتل کیا جائے گا۔ اس کے گھر نیز اس کے پڑوسیوں کے گھروں کو ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دقت سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اس کو غصہ نکالنے اور قتل کرنے کا موقعہ مل گیا۔ سامنے بلایا گیا اور پوچھا۔

حجاج: تیرا نام کیا ہے؟

سعید: میرا نام سعید ہے۔

حجاج: کس کا بیٹا ہے؟

سعید: جبیر کا بیٹا ہوں۔

سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے۔ لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا اس لیے کہا

حجاج: نہیں تو شقی بن کسیر ہے۔

شقی کہتے ہیں بدبخت کو اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز۔

Marfat.com

سعید: میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔

حجاج: تو بھی بدبخت تیری ماں بھی بدبخت۔

سعید: غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور شخص ہے (یعنی علام الغیوب)

حجاج: دیکھ میں تجھے اب موت کے گھاٹ اتارتا ہوں۔

سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔

حجاج: اب میں تجھ کو زندگی کے بدلے کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔

سعید: اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنا لیتا۔

حجاج: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے؟

سعید: وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔

حجاج: خلفا کی نسبت تیرا کیا خیال ہے؟

سعید: میں ان کا محافظ نہیں ہوں۔
ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔

حجاج: میں اُن کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا۔

سعید: جس چیز کا مجھے علم نہیں میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے

حجاج: ان سب میں سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے؟

سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اس کے یہ جواب ہے کہ ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔

حجاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا؟

سعید: اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔

حجاج: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟

سعید: اگر میں جنت اور دوزخ میں جاؤں اور وہاں رہنے والوں کو دیکھ لوں

Marfat.com

تو بتا سکتا ہوں۔

حجاج: میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا؟

سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔

حجاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا۔

سعید: میں نے جھوٹ نہیں کہا۔

حجاج: تو کبھی ہنستا کیوں نہیں۔

سعید:۔ کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو۔ اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔

حجاج: میں تو ہنستا ہوں۔

سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں سے ہم کو بنایا ہے۔

حجاج: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب ہوں۔

سعید: اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک اپنا مرتبہ معلوم نہ کرے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔

حجاج: میں کیوں نہیں جرأت کر سکتا ہوں۔ حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔

سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو ٹال نہیں سکتا۔

حجاج: ہم جو کچھ امیر المومنین کے لیے جمع کرتے ہیں اس کو تو کیا سمجھتا ہوں۔

سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا جاتا ہے۔

حجاج: سونا، چاندی، کپڑے وغیرہ منگا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔

سعید: یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرائط کے موافق ہوں۔

حجاج: شرط کیا ہے؟

سعید: یہ کہ ان سے ایسی چیزیں خریدیں جو بڑی گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے

Marfat.com

دن امن پیدا کرنے والی ہوں۔ ورنہ ہر دودھ پلانے والی دودھ پلانے کو بھول جائے گی۔ اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔

حجاج: ہم نے جو کچھ جمع کیا یہ اچھی چیزیں نہیں۔

سعید: تو نے جمع کیا تو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔

حجاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند کرے۔

حجاج: تیرے لیے ہلاکت ہے۔

سعید: ہلاکت اس شخص کے لیے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔

حجاج: (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں۔

سعید: جس طرح سے قتل ہونا تجھے اپنے لیے پسند ہو۔

حجاج: کیا تجھے معاف کر دوں؟

سعید: معافی اللہ کے ہاں کی کافی ہے تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔

حجاج: نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کرو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی پھر بلایا اور پوچھا۔

سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔

حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی پھر جلاد سے خطاب کر کے کہا۔ میرے سامنے اس کی گردن اڑا دو۔

سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھی پھر قبلہ رُخ ہو کر اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ پڑھا یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا ہوں اور نہیں ہوں مشرکین میں سے۔

حجاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین کی تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا چنانچہ فوراً منہ پھیر دیا گیا۔

Marfat.com

سعید: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جدھر تم منہ پھیر دو ادھر بھی خدا ہے۔ جو بھیدوں کو جاننے والا ہے۔

حجاج: اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف منہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

سعید: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ہم نے زمین سے ہی تم کو پیدا کیا اور اس میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اٹھائیں گے۔

حجاج: اس کو قتل کر دو۔

سعید: میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

تو اس کو محفوظ رکھنا جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا اس کے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہ تھا۔ اس لیے خون اپنی اصل مقدار میں قائم رہا۔ بخلاف اور لوگوں کے خوف سے ان کا خون پہلے ہی خشک ہوتا ہے

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر علماء عظام کو حق گوئی کی وجہ سے اپنے اپنے وقت میں مشکلات برداشت کرنی پڑیں لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا تین گناہوں کے ساتھ کوئی نیکی
نفع نہیں دیتی اور ان میں سے ایک گناہ
لڑائی سے بھاگنا ہے۔

(فرمانِ نبویؐ)

Marfat.com

جہاد سے پیٹھ موڑنے والا جہنمی ہے

یہ ایک عام بات ہے جس کام کو انجام دینے کی مزدوری یا جزا زیادہ ہوتی ہے۔ اسے نہ کرنے یا انکار کرنے کی سزا بھی بڑی ہوگی۔ مجاہدین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ انعام واکرام سے نوازا ہے۔ اسے بڑی فضیلت اور قرب سے سرفراز کیا ہے۔ روح کی قفسِ عنصری سے پرواز سے لے کر قیامت تک کوئی بازپرس نہیں۔ مخلوقِ خدا کے ساتھ جنت کے معاملات قیامت کے حساب وکتاب کے بعد شروع ہونگے اس سے پہلے کا طویل عرصہ عالم برزخ میں گزارنا ہوگا۔ لیکن مجاہد کی شہادت کے ساتھ ہی جنت کے معاملات شروع ہو جاتے ہیں۔ شہید کا معاملہ روزِ اول سے ہی بہشت میں ہے۔ جس فریضہ کی اتنی اعلیٰ جزا ہے۔ جسے انجام دینے والوں کا یہ انعام ہے۔ اگر کوئی اس کارِ عظیم سے منہ موڑ لیتا ہے۔ حصہ لینے سے انکار کر دیتا ہے۔ بہانہ بنا کر محاذِ جنگ سے بھاگ جاتا ہے۔ جسے ہم فوجی زبان میں بھگوڑا (DESERTER) کہتے ہیں۔ اس کے لیے کیا حکم ہے دنیاوی سزا تو جو ہے وہ ملے گی۔ آئندہ زندگی میں اس کا کیا حشر ہوگا کیا معافی ملے گی، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ کیا اس کا کوئی کفارہ ہے مطلب ایسی کوئی نیکی صدقہ شرعاً مقرر ہے۔ جو اس گناہ کو دھو دے۔ کلامِ ربانی میں کیا حکم ہے۔ احادیث پاک کیا بیان فرماتی ہیں۔ اور ہمارے سامنے کوئی مثال موجود ہے اور اس سے کیا سبق ملتا ہے۔

جنگ سے بعض فوجیوں کا بھگوڑا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ جہاں نشانِ حیدر کا عظیم اعزاز حاصل کرنے والے سرفروش موجود ہیں۔ وہاں کچھ بزدل اور کم ہمت بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں بھاگنے والوں میں بہت کم ایسے

Marfat.com

مجاہد ہیں۔ جن کو یہ معلوم ہے کہ میدان جنگ سے بھاگنا یا حیلے بہانوں سے جنگ سے پیچھے رہنا کتنا بڑا گناہ ہے اس کی کتنی سخت سزا ہے اگر علم ہو تو وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح بھاگنے والوں میں ۹۵ فیصد کمی ہو سکتی ہے۔ سو فیصد یہ شاید ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ سب کے ایمان، ایمان کی کسوٹی پر پورے اتر آئیں۔ یہ موجودہ روش کو دیکھتے ہوئے مشکل ہے۔ ذہن روحانیت اور عقیدے کی پختگی کی طرف کم مائل ہے۔ مادیت کا اثر غالب ہے۔ سخت کوشی کی بجائے سہل انگاری کا رحجان ہے۔ جذبہ جہاد کی بھی کمی نہیں لیکن حالات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ نئی پود سیاست کی طرف زیادہ مائل ہے۔ فوج کی زندگی چونکہ پُر مشقت ہے۔ اس لئے اس طرف رغبت کم ہو رہی ہے۔

ع لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

موسم اور حالات کافی متاثر کرتے ہیں۔ اس لئے نونہالانِ چمن اسکو وہ پذیرائی نہیں دے رہے۔ جو ایک نوجوان مسلمان کو دینی چاہیئے۔ جو ہیں ان کا انداز "مزدور خوش دل کار کند" کے برعکس ہے۔ کوئی اتفاق کرے یا نہ کرے حقیقت یہ ہے کہ جذبہ جہاد وقت کے ساتھ ساتھ سرد پڑتا جارہا ہے۔ جس کی بڑی وجہ ہم نے اپنی نئی پود کو اس پہلو سے روشناس کرانے کی سعی نہیں کی اور اگر کچھ کیا ہے تو وہ رسمی اور کاغذی پراگریس Progress رپورٹ تک محدود ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں اللہ کے سوا کسی اور ہستی کا خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور سے خوف کھاتے ہیں۔ ان کا ایمان ڈولنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ میں پیٹھ موڑنے مسلمانوں کو صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔ اور خدا کے غضب کے مستحق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۞ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ

مسلمانو! جب کافروں کے لشکر سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جائے۔ تو انہیں پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اور جو کوئی ایسے موقع پر پیٹھ

Marfat.com

دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ

(پ ۹ - انفال - ع ۲)

دکھائے گا۔ سوائے اس کے جو جنگی چال کے تحت یا اپنی کسی یونٹ کی طرف (مدد پر) پہنچنے کے لیے پیچھے ہٹے تو سمجھو کہ خدا کے غضب میں آ گیا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اے ایمان والو! اگر تمہاری ملاقات ہو مراد لڑنے کا موقع پیش آئے۔ تو ان سے گتھ ہو جاؤ ان کو نیست و نابود کرو۔ ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ بزدلی نہ کرو۔ دشمن کی تعداد اور طاقت سے نہ ڈرو۔ ڈر کر میدان نہ چھوڑ دو۔ یہ حکم ربی کے خلاف ہے۔ جہاد سے منہ موڑنے والی قوم اپنی آزادی کھو بیٹھتی ہے ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ غلامی کی زنجیریں اس کے گلے میں آ پڑتی ہیں۔ عزت و وقار ختم ہو جاتا ہے۔ مذہبی اور سماجی زندگی سب کچھ ہی حاکم قوم کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی عزت و آبرو ملک کی حفاظت اور اللہ کے دین کی حفاظت کے مقابلے میں مسلمان کی انفرادی زندگی کی کوئی وقعت نہیں۔ مجاہد کی قربانی سے ملک و ملت کی ناموس محفوظ ہوتی ہے۔ فتنہ و فساد اور غارتگری کا خاتمہ ہوتا ہے لاکھوں ہم وطن سُکھ کی نیند سوتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر حکم فرمایا کہ میدان چھوڑ کر بھاگ نہیں سکتے۔ اگر ایسا کیا اللہ کے دین اور مسلمانوں کی حفاظت کے مقابلے میں اپنی جان بچانے کو ترجیح دی۔ مشکلات سے بچنے کا راستہ اختیار کیا (موت سے بچنا تو کسی کے بس کی بات ہی نہیں) تو پھر بڑی سخت سزا دی جائے گی۔

جنگی چال کے تحت مورچہ چھوڑنا جائز ہے

جنگ میں اور خاص کر موجودہ دور میں حربی چالوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ بلکہ جنگ کی فتح اور شکست کا زیادہ انحصار اسی بات پر ہے کہ کسی فریق کی جنگی چالیں کس قدر کامیاب ہیں۔ بعض اوقات جنگی نقطۂ نظر سے کہیں پیش قدمی کی جاتی ہے اور کہیں پسپائی (RETIRE) اختیار کی جاتی ہے۔ ایسا کسی مجبوری سے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جان بوجھ کر کیا جاتا ہے۔ اس کے مقاصد اچانک حملہ کرنا۔ گھات لگانا اور دشمن کو گھیرے میں لینا وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ کہیں دشمن کا زیادہ دباؤ ہو گیا۔ وہاں موجود فوجیوں کی تعداد

Marfat.com

مقابلہ کرنے کے لئے ناکافی ہے۔ اس کے لئے کمک کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے جیسے اور جدھر حکم ملے وہ درست ہے جنگی چال اپنے کسی گروپ یا یونٹ کی مدد اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہونے کے لئے مجاہد ایسا کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی حرکت کی یا جگہ چھوڑی یا لنگڑا بہانہ بنایا تو وہ اللہ کے غضب میں آگیا وہ معتوب ہو گیا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد سے منہ موڑ لیں۔ ڈر کر میدان سے بھاگ جائیں اس سے بچنے کے لئے جو بھی ڈھنگ اپنایا جائے وہ خلاف دین ہے۔ مسلمان کو دوزخی بنا دیتا ہے۔ پھر کوئی عمل اسے پناہ دینے والا نہیں۔

ایک مہلک گناہ

حدیث پاک میں ہے کہ سات مہلک گناہوں میں سے ایک جہاد میں پیٹھ دکھا کر بھاگنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ تین گناہوں کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی۔ اور ان میں سے ایک گناہ لڑائی سے بھاگنا ہے۔

جہاد میں کوتاہی کی ایک مشہور مثال موجود ہے یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے سخت گرمی کا موسم تھا طویل سفر تھا فصل پکنے کو تھی۔ سخت قحط سالی تھی۔ یہاں تک روایت ہے کہ ایک ایک کھجور پر دو دو آدمی گزارا کرتے تھے۔ رومیوں کی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ اس موقع پر منافقین مختلف بہانے کر کے پیچھے رہ گئے جس کا ذکر گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔ ان میں تین پکے اور سچے مسلمان بھی تھے جو بعض وجوہات کی بنا پر جہاد سے پیچھے رہ گئے اور شامل نہ ہوئے ان پر اللہ تعالیٰ نے کس طرح گرفت فرمائی اور نجات کس طرح ہوئی۔ ملاحظہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قصہ ان تینوں کا جو پیچھے رہ گئے :۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى	ان تینوں شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا گیا
اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا	یہاں تک جب ان پر زمین باوجود کشادگی
رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ	کے تنگ ہوگی۔ اور وہ جانوں سے تنگ

Marfat.com

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ؕ

آ گئے اور سمجھ گئے کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کی طرف پھر مہربان ہوا ان پر اللہ تاکہ وہ پھر آئیں بے شک اللہ مہربان اور رحم والا ہے۔

(پ ۱۱ - توبہ - ع ۳)

غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والوں میں معذورین اور منافقین کے علاوہ تین سچے مسلمان بھی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) حضرت کعب بن مالکؓ (۲) ہلال بن امیہ (۳) مرارہ بن ربیع۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے رہنے اور سزا کی سرگذشت بڑی تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اس لڑائی میں معذورین کے علاوہ ۸۰ سے زیادہ منافق تو انصار میں سے تھے۔ اور اتنے ہی تقریباً بدوی لوگوں میں سے تھے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے تھی جو جہاد میں شریک نہ ہوئی اور یہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ۔ گرمی میں نہ نکلو کہہ کر روکتے تھے۔ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہلال بن امیہؓ تیسرے مرارہ بن ربیعؓ یہ تینوں حضرات کسی نفاق یا عذر سے نہیں ٹھہرے بلکہ خوشحالی ہی رہ جانے کا سبب بن گئی۔ مرارہ بن ربیع کا باغ خوب پھل رہا تھا۔ ان کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ اگر اس دفعہ شریک نہ ہوا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں اتنا قوی اور مالدار نہ تھا۔ جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس دو ذاتی اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں ہونے کی نوبت نہ آئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا۔ اس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ بلکہ دوسری اطراف سے احوال دریافت

Marfat.com

فرماتے۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی۔ سفر بھی دور کا تھا اور دشمنوں کی جماعت بھی بہت بڑی تھی۔ اس لئے صاف اعلان فرما دیا تھا کہ لوگ تیاری کر لیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو گئی۔ رجسٹر میں ان کے نام لکھنا بھی دشوار ہو گیا۔ اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے اگر کوئی چھپنا چاہتا تو وہ آسانی سے چھپ سکتا تھا۔ اور اس کا پتہ بھی نہ ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا۔ مگر شام ہو جاتی۔ کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی لیکن یہ بھی اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے۔ جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً تیاری ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہو گئے۔ اور مسلمان آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دو دن میں تیاری کر کے جا ملوں گا۔ اسی طرح آج کل پر ٹالتا رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں پہنچنے کا زمانہ قریب آ گیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی۔ مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا۔ یا وہ معذور تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا۔ کہ کعب نظر نہیں پڑتے۔ کیا بات ہوئی ایک صحابی نے کہا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنے مال وجمال کی اکڑ نے روکا۔ حضرت معاذ نے فرمایا غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا۔ اور کچھ نہ بولے حتیٰ کہ چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج وغم سوار ہوا۔ اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے۔ کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ سے جان بچا لوں گا۔ پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا۔ اور میں اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار فرد سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے ہی آئے ہیں تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی۔ اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور

Marfat.com

دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے تاکہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے نماز پڑھی۔ اور تشریف فرما رہے۔ اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ظاہری عذروں کو مقبول فرماتے رہے کہ اتنے میں مَیں بھی حاضر ہوا۔ اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا۔ اور اعراض فرمایا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے اعراض فرمالیا۔ میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں۔ اور نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آ۔ تو میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا۔ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید کر رکھی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول عذر کر کے خلاصی پا لیتا۔ کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ آج آپ کو جھوٹ سے راضی کر لیا تو قریب ہے کہ اللہ جل شانہٗ مجھ سے ناراض ہو گے۔ اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کر دوں تو آپ کو غصہ آئے گا۔ لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات۔ آپ کے عتاب کو زائل فرما دے گی۔ اس لئے میں سچ ہی عرض کرتا ہوں۔ کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا۔ کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اُٹھ جاؤ۔ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہٗ فرما دیں گے۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی۔ کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ تو لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا۔ کہ انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی۔ اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلال بن امیہ اور دوسرے مرارہ بن ربیع۔ میں نے دیکھا دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرما دی۔ کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے۔ اور تنبیہ اسی کو کی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو جس میں اصلاح وصلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا۔ اور ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ اور گویا دنیا ہی بدل گئی حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعتوں کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ در و دیوار اوپرے سے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا۔ کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور اگر خدا نخواستہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا۔ نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا۔ اور نہ میری جنازہ کی نماز پڑھے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔ غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گزار دیئے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع سے ہی گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا۔ چلتا پھرتا تھا۔ بازار میں جاتا۔ نماز میں شریک ہوتا۔ مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جا کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے کھلتے ہیں یا نہیں نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہی کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر اُدھر دیکھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ پھیر لیتے۔ اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔ غرض یہی حالات گزرتے رہے۔ مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت بھاری ہو گیا تو میں ابو قتادہ کی دیوار پر چڑھا کہ وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے۔ اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔ میں نے دیوار پر چڑھ کر ان کو سلام کیا۔ مگر انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے اُن کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت

Marfat.com

کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اس دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ قبطی جو کہ نصرانی تھا۔ اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا۔ اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے جتایا۔ وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹے کو تنبیہ ہوتی ہے۔ تو اس کو بہکانے والا اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال دیا کرتا ہے۔ کعب کہتے ہیں کہ یہ خط پڑھ کر اِنّا للہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور خط لے جا کر میں نے تنور میں پھینک دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر عرض کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ کافر مجھ سے طمع کرنے لگے ہیں۔ اسی حالت میں چالیس روز گزر گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد میرے پاس بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد والا لے کر آیا۔

کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے۔ اس کو طلاق دے دوں؟ کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو۔ اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی اسی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے میں چلی جا جب تک اللہ جل شانہ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا۔ تو ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانی نہ ہو تو میں ان کا کام کاج کر دیا کروں۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مضائقہ نہیں۔ لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چیز کی طرف تو ان کا میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت رونے ہی گزر رہا ہے۔ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں۔ میں جوان ہوں۔ نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے۔ اس لئے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض اسی حال میں دس روز گزر گئے۔ کہ ہم سے بات چیت میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی۔ اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع کی پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ "کعب خوشخبری ہو تم کو" بس اتنا ہی سن کر سجدہ میں گر گیا۔ اور خوشی کے مارے رونے لگا۔ اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر چڑھ کر بھاگتے ہوئے آئے اور بشارت دی۔ میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دینے والے کو دے دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے ہوئے تھے۔ جب میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر مبارکباد دی۔ اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یاد رہے گا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا۔ تو چہرہ انور کھل رہا تھا۔ اور خوشی کے انوار چہرہ انور سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت میں چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائیداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے (کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی)

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس میں تنگی ہو گی۔ کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے۔ خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی۔ اس لئے میں نے عہد کر لیا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔

یہ ہے صحابہ کرام کی اطاعت دینداری اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے۔ ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا عتاب ہوا۔ کعب بن مالک کے دونوں ساتھی غزوہ بدر میں حصہ لے چکے تھے اور بدر میں حصہ لینے والے صحابہ کرام قطعی جنتی ہیں۔ یہ حضرات بیعت رضوان میں بھی شامل تھے جن کے متعلق ارشاد ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (پ۲۶۔ الفتح۔ ع۱۱)	بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے ہیں۔

اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی فضیلت کے متعلق حدیث پاک ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا اب تم جو چاہو کرو۔ میں تم کو بخش چکا ہوں۔

۲۔ صحیح بخاری میں رفاعہ بن رافع الزرقی صحابی بن صحابی سے روایت ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا آپ اہل بدر کو مسلمانوں میں کیسے (افضیلت کے لحاظ) سمجھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سب مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ فرشتوں میں سے جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے اسی طرح، وہ فرشتے بھی سب فرشتوں سے افضل ہیں۔ (بخاری)

میدانِ جنگ سے بھاگنا شیطانی بہکاوا ہے

شیطان مجاہدین کو مختلف حیلوں بہانوں سے میدانِ جنگ میں متزلزل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور مجاہد میدان سے بھاگ جاتا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ شیطان ہمارے گناہوں کی وجہ سے غالب آگیا ہے۔ مجاہد اس کے بہکاوے میں آگیا ہے۔ غزوہ احد میں جب قریش نے پیچھے سے حملہ

Marfat.com

کیا - اور مسلمانوں کی صفوں میں ابتری پھیلی - سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر پھیل گئی - تو بعض مسلمان مجاہدین مدینہ شریف بھاگ آئے - ان کے متعلق کلام پاک میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

(پ ۴ - آل عمران - ع ۱۵۵)

جس دن (یوم احد) دو جماعتیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں اور تم میں سے لوگ بھاگ رہے تھے - تو در حقیقت ان کے گناہوں کی وجہ سے شیطان نے ان کو بہکا دیا تھا - اور اس وقت تو خدا نے ان سے ضرور درگزر کی بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

گرفت کن پر ہے

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی صحیح عذر کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہیں لے سکتے - وہ تو واقعی معذور ہیں - ان پر کسی قسم کا نفاق یا بغاوت کا جرم عاید نہیں ہو سکتا - شرعاً کون کون معذور گنے جاتے ہیں، اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے - ان کی عملی شرکت کی بجائے ان کی خیر خواہی کا جذبہ قبول کر لیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیت کے مطابق ثواب عطا فرماتا ہے مواخذہ کے صرف وہ لوگ مستحق ہیں جن کے دل قومی اور دینی خیر خواہی سے خالی ہیں جو انسانی حقوق کی بحالی، فتنہ و فساد کا خاتمہ، دین کی اشاعت اور دشمن کے مقابلہ کے لئے نہ خود تیار ہیں اور نہ ان لوگوں کی اخلاقی اور مالی مدد کرتے ہیں - جو اس مقصد کے لئے میدان میں نکل رہے ہیں - وہ اپنی قوم کی فتح کی بجائے انہیں نیچا دکھانے کے درپے ہیں - ایسا کر کے وہ دشمن کی مدد کر رہے ہیں - اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اس قابل غضب حالت میں چھوڑ دیتا ہے - ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

الزام کی راہ تو ان پر ہے - جو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں اور وہ مالدار ہیں - وہ اس بات پر خوش ہوئے - کہ پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ رہ جائیں - اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر

Marfat.com

وَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۱۰ توبہ ع۱۴) کردی سو وہ نہیں جانتے۔

یہ منافقین، اکمزور عقیدہ اور موقع پرستوں کا عمل ہے۔ وہ باوجود استطاعت کے جھوٹے بہانے بناتے ہیں۔ جنگ سے گریز کرنے کے بہانہ سازی سے پیچھے رہ کر وہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔ کہ جنگ میں جانے والے ہلاک ہوجائیں گے اور وہ پیچھے رہ کر اپنی جان محفوظ کر رہے ہیں۔

ہمیں قیامت میں رونا پڑے گا

غزوہ تبوک میں جو منافقین پیچھے رہ گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان بخیر وعافیت واپس آگئے ہیں۔ تو جہاد سے جی چرانے والوں کو فکر ہوئی۔ وہ اپنی معذوری کے حیلے بہانے سوچنے لگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی حقیقت حال سے آگاہ فرماتا ہے۔ ارشاد ہے۔

یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْھِمْ ط قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ ط وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (پ۱۱۔ توبہ۔ ع۱)

بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم ان کی طرف پھر کر جاؤ گے۔ تم (اے نبی) فرماؤ بہانے مت بناؤ ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے ہم کو اللہ تمہارے احوال بتا چکا ہے۔ اور ابھی اللہ دیکھے گا تمہارے کام اور اس کا رسول۔ پھر تم اس چھپے اور کھلے کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر وہ تم کو بتائے گا۔ جو تم کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ انسان کے ہر حال سے آگاہ ہے۔ جلی، خفی سب اسرار اس پہ عیاں ہیں۔ اب اگر انسان اس چند روزہ زندگی میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے حقیقت حال کو چھپا بھی لیتا ہے۔ جہاد سے بچنے اور کھسکنے کی کوئی راہ نکال لیتا ہے۔ تو کل قیامت میں نامۂ اعمال سب کچھ سامنے لے آئے گا، اسے پڑھ کر رونا اور شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کوئی نیکی اس کے لئے نفع بخش نہیں ہوگی۔

Marfat.com

ایمان والوں کی لغزش معاف ہوتی ہے

انسان خطا کا پتلا ہے قطعی اس سے پاک ہوتا یہ ایک محال کام ہے۔ اور انتہائی تقویٰ کی بات ہے۔ شیطان انسان سے ہیر پھیر کروا دیتا ہے۔ انسان اپنی غلطی کو محسوس کرلے۔ دانستہ اور نادانستہ گناہ کا اقرار کرلے، اللہ تعالیٰ سے خلوص نیّت سے معافی کا خواستگار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ وہ معاف کرنے والا ہے۔ اخلاص کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر دو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قصہ گزر چکا ہے۔ ان حضرات کی غلطی اسلام کے منافی طرز پر مبنی نہیں تھی بلکہ ایک قیاسی غلطی تھی۔ کہ اگر اس دفعہ جہاد میں شامل نہ بھی ہوئے۔ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں، آئندہ شامل ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے ہمیشہ شمولیت کی ہے۔ وہ ایسی کسی بات سے قطعاً قطعاً مبرا تھے۔ جسے اسلامی جہاد کی مخالفت یا اپنی جان کو بچانے پر محمول کیا جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور معافی کا اعلان فرمایا۔ اگر ہم سے کسی لمحہ کوئی ایسی غلطی ہو چکی ہو تو اس کی تلافی کے لئے اخلاص نیت سے تائب ہونا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ

(پ ۲۴، المومن، ع ۱۱)

اور تمھارے رب نے فرمایا، مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا۔

★

وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور ایمان والوں کا اللہ والی ہے!

Marfat.com

جہاد اور نصرت الٰہی

اللہ تعالیٰ کی مدد، صبر، تقویٰ اور مجاہد کی پوری طاقت کے استعمال کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر مجاہدین میں ان کا فقدان ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی نہیں پہنچتی۔ اگر مجاہد وسائل کی کمی کی وجہ سے بالکل ہی مجبور ہے تو اللہ تعالیٰ مدد کے لیے اسباب مہیا کرتا ہے۔ اپنی غیبی قوتوں سے مدد کرتا ہے۔ فرشتے مدد کے لیے بھیج دیتا ہے۔ جانوروں، درندوں اور پرندوں سے مدد کرواتا ہے۔ ظہورِ اسلام سے پہلے یمن کا حاکم ابرھہ جو کہ عیسائی مذہب رکھتا تھا کعبہ معظّمہ کو مٹانے کے لیے اپنا لشکر اور ہاتھی لے کر روانہ ہوا اہل مکّہ بالکل کمزور تھے۔ مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے کعبہ کے متولی حضرت عبدالمطلب نے اہل مکہ سے فرمایا! تم اسے چھوڑ کر پہاڑ کی چوٹی کی طرف چلے جاؤ یہ اللہ کا گھر ہے۔ اس کا وہ خود محافظ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی خود حفاظت فرمائی سورہ فیل میں اس کا ذکر اس طرح ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ (پ ۳۰، ع ۳۰)

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ کیا ان کا داؤ (تدبیر) تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے۔ تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح سے مدد کرنے پر قادر ہے۔ صرف مسلمان کی آزمائش کے لیے صبر اور تقویٰ معیار رکھ مقرر فرما دیا کہ خون بھی دیتے ہیں یا صرف من و سلویٰ ہی مانگتے ہیں۔ حلوہ کھانے والا مجنوں ہے یا خون دینے والا۔ ابابیلوں نے ابرھہ کے لشکر پر کنکریاں

Marfat.com

برسائیں تمام لشکر تباہ ہو گیا۔

مجاہدین کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کی اعانت و امداد اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔ دوسرا وہ مکاتب جو روپیہ کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جو پارسائی کے ارادے سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔ (ترمذی)

نکاح کا مطلب یہ ہے کہ ایک غریب آدمی زنا کے خوف سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ سے مدد اور رحم و کرم کا طالب ہو وہ مدد فرماتا ہے۔ دعا قبول کرتا ہے۔ ارشاد ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي — اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا

أَسْتَجِبْ لَكُمْ — کرو میں قبول کروں گا۔

مخلوق خدا کو حکم ہے کہ مجھے پکارو۔ مجھ سے مانگو میں تمہارے لیے تمہاری دعا قبول کروں گا۔ تمہاری حاجت پوری کروں گا۔ دنیاوی معاملات اور خاص کر نجی زندگی میں انسان اپنی خیر و عافیت کے لیے دعا کرتا ہے۔ مال و دولت کے لیے التجا کرتا ہے۔ بیوی اور بچوں کے لیے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے حسب حال اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ کبھی وہ بعینہٖ دعا قبول کرتا ہے۔ اور کبھی اس کو انسان پر آنے والے مصائب ٹالنے کے لیے اپنے خزانے میں جمع کر لیتا ہے۔ لیکن رد نہیں کرتا، مجاہد فی سبیل اللہ کو ایسا مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوئی دعا رد نہیں فرماتا۔ قبول فرماتا ہے۔ بلکہ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی مدد کا وعدہ اور اعلان فرماتا ہے کہ میں بھی مدد کروں گا۔ تمہاری مدد کرنا میرے ذمہ ہے۔ ارشاد ہے۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ — اور ہمارے ذمے کرم ہے۔ مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

(الروم ع ۴)

مجاہد جب اللہ کی راہ میں شمشیر بکف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی غیبی طاقتوں، فرشتوں

Marfat.com

اور اپنے نیک بندوں سے ان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مدد کا اس طرح اظہار فرماتا ہے۔ میں دشمن کے دل میں تمہارا رعب ڈال دوں گا۔ تمہاری تعداد اور قوت دشمن کو زیادہ نظر آئے گی۔ اس کے دل میں خوف پیدا کر دوں گا۔ اس میں مقابلے کی ہمت نہ رہے گی۔ اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ انفرادی طور پر ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جہاں مجاہدین نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا۔ منزلِ مراد تک پہنچنے تک مدد فرمائی۔ تعداد اور ہتھیاروں کی کمی بیشی کامیابی کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آج بھی قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ اس کے قانون میں ہیر پھیر اور تبدیلی نہیں۔ دینے والے کے خزانوں میں کمی نہیں۔ البتہ لینے والے اپنے اخلاص اور ظرف کے مطابق جھولیاں بھرتے ہیں۔ اگر کوئی کمی بیشی یا خامی ہے تو وہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہے۔ اس کا الزام انسان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا یہ نعمتیں۔ بھلائیاں، تندرستی اور دنیا کی رعنائیاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیں۔ مصائب اور ناکامیاں ہمارے اعمال کی سزا ہے۔

اگر ہم حق پر ہوں۔ جوہر ایمانی موجود ہو۔ مشکل لمحات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ مدد طلب کریں تو اللہ کا کرم شامل حال ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ شرط یہ ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔ ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
آسکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

فضائے بدر

فضائے بدر کیا ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پروانے سربکف ہیں۔ ہر قسم کی قربانی کا وعدہ کئے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے جہاد کے لیے مشورہ کیا۔ جواب کے لیے مبارک نگاہیں انصار کی طرف اٹھیں۔

؎ جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

انصار کی طرف سے وعدہ کے الفاظ بڑی تابندہ مثال ہے۔ انصار کے سردار مقداد بن

Marfat.com

عمرو بارگاہ رسالت پناہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ جو حکم آپ کو اللہ کی طرف سے ملا ہے۔ اس کے لیے سوار ہو جائیے۔ ہم لوگ بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ "تو اور تیرا خدا جاؤ لڑو" ہم تو بیٹھے ہیں قسم ہے۔ اس ذات جس نے حق و صداقت کے ساتھ بھیجا تھا۔ اگر آپ برگ العمار (یمن کا ایک مقام ہے) تک جائیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے۔ حضور اقدس کو درمیان میں لیتے ہوئے آگے پیچھے دائیں بائیں جنگ لڑیں گے۔

سے نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

انصار کی جنگ میں شمولیت کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ حضور اقدس نے مکرر انصار کی طرف رخ فرمایا تو سعد بن معاذ نے عرض کیا۔ "بخدا ہم حضور پر ایمان لائے ہیں۔ حضور کی تصدیق کی ہے اور شہادت دی ہے کہ حضور جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ ہم نے قبل ازیں سمع و طاعت کے معاہدات کئے ہیں۔ لہذا ہماری عرض یہ ہے کہ حضور کا جو ارادہ ہو اسی کے مطابق عمل فرمایا جائے سے

آقا! تیری ادا، ادائے حق | تیری رضا، رضائے حق
وہی خدا تیرا کلام | تجھ پر درود اور سلام

سامان حرب اور مجاہدین کی تعداد

مجاہدین اسلام کی کل تعداد ۳۱۳ تھی۔ سواری کے لیے ۲ گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے تلواریں ٹوٹی ہوئیں۔ کسی کے پاس تلوار ہے تو ڈھال نہیں۔ کمان ہے تو تیر نہیں۔ کسی کے ہاتھ میں صرف کھجور کا ڈنڈا ہے۔

بس یہی کچھ ہتھیار ہے۔ قربانی کے لیے معوذ رض اور معاذ رض حاضر ہیں۔ ابوجہل کو جہنم واصل کرنے کا شرف ان ہی نوعمر اسلامی شہبازوں کی تلواروں کو حاصل ہوا۔ مقابلہ میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی ۷۰۰ گھوڑے ۱۳۰۰ اونٹ اور وقت کے مطابق بہترین جنگی ساز و سامان میسر تھا۔

ابوجہل کا قتل

سیدنا عبدالرحمٰن رض بن عوف فرماتے ہیں کہ صف بندی میں میرے دائیں بائیں نوجوان لڑکے تھے۔ میں نے دل میں کہا میرے

برابر کوئی آزمودہ کار ہوتا تو خوب ہوتا یہ معوذ اور معاذ پسران عفرا رضی اللہ عنہم تھے۔ ایک نے مجھ سے کہا چچا آپ ابوجہل کو جانتے ہیں۔ جب ہمارے سامنے آئے تو مجھے بتانا۔ دوسرے نے بھی آہستہ سے یہی پوچھا۔ میں نے کہا تم کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ یہ حضور اقدس کو گالیاں دیتا ہے۔ ہم نے اُسے قتل کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ استنے میں ابوجہل چکر لگاتا لشکر کے سامنے آیا۔ میں نے کہا دیکھو وہ ابوجہل ہے۔ یہ سنتے ہی عقاب کی طرح جھپٹے دونوں نے اپنی تلواریں اٹھائیں اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیں۔ وہ جان توڑ رہا تھا کہ ابن مسعود بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے چھاتی پہ پاؤں رکھا سر کاٹا اور داڑھی سے پکڑ کر سر اٹھا لیا۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سہ کی خدمت کو قبول فرمایا۔ نیز فرمایا۔ اس اُمت کا فرعون یہی تھا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

بے سروسامانی کا عالم ہے گنتی کے مجاہدین لیکن سربکف ہیں نوعمر ہیں۔ لیکن اسلام کا سب سے بڑا دشمن ان کا ہدف ہے۔ باپ بیٹے کے خلاف اور بھائی بھائی کے خلاف نبرد آزما ہے صرف اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا مطلوب ہے۔ خونی رشتے کٹ چکے ہیں ذہن سے ان کا تصور یکسر ختم ہو چکا ہے۔

ع سب خونی رشتیاں ناطیاں، نالوں حُبِّ حبیبؐ دی بالا اے

غزوہ بدر غزوہ بدر میں مسلمان کفار کی کثیر تعداد دیکھ کر گھبرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو میری مدد تمہارے ساتھ ہے۔ ارشاد ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (پ الانفال ع۱۲)

(اے پیغمبر) یہ وہ وقت تھا کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں پہ وحی کی تھی۔ میں تمہارے ساتھ ہوں (میری مدد تمہارے ساتھ ہے) پس مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔

Marfat.com

عنقریب ایسا ہوگا کہ میں کافروں کے دلوں
میں (مومنوں کی)
دہشت ڈال دوں گا۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے دو انداز ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم مسلمانوں کی مدد کرو۔ ان کے دلوں کو قوی رکھو۔ خوف اور شیطانی وسوسے سے محفوظ رکھو۔ ان میں خوف و ہراس نہ پھیلنے دو۔ دلیری اور خود اعتمادی ایک ایسا ہتھیار ہے۔ جو بڑی سے بڑی مہم کو سر کر جاتا ہے۔ ان کو فتح و نصرت کی خبر دو۔ یہ ایک قسم کا مسلمانوں کے لیے قبل از وقت مدد کا وعدہ ہے۔ نصرت الٰہی کا دوسرا انداز یہ ہے کہ میں کفار کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھائے دیتا ہوں۔ ان پر تمہاری بہادری اور جان بازی کا خوف غالب ہوگا۔ وہ مقابلے کی ہمت نہ پائیں گے۔ لہٰذا تم بلاخوف و خطر ان پر وار کرو اور پھر مزید فرمایا کہ ان کی گردنوں اور جوڑوں پر مارو مراد ایسا وار کرو جس سے وہ جانبر نہ ہو سکیں۔ فوراً ختم ہو جائیں یا لڑنے کے قابل نہ رہیں۔

موجودہ جنگ میں مراد یہ ہے کہ دشمن پر کاری ضربیں لگائی جائیں جو اس کی لڑائی کی اہلیت کو مفلوج کر دیں۔ اسلحہ کی فیکٹریاں اور ڈپو اڑا دیئے جائیں اہم شاہراہیں کاٹ دی جائیں۔ رسل و رسائل کو تباہ کیا جائے۔ سپلائی لائن کاٹ دی جائے۔ ہوائی اڈے تباہ کر دیئے جائیں۔ اس سے دشمن کی لڑائی کی اہلیت (FIGHTING EFFICIENCY) پر گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

فرشتوں کی مدد

اللہ تعالیٰ بوقت ضرورت ملائکہ سے مجاہدین کی مدد کرتا ہے۔ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتے نازل فرمائے یہ فرشتے نشان زدہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان ملائکہ نے عملی طور پر قتال کیا۔ ارشاد ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ	جب تم (اے نبیؐ) مسلمانوں کو کہنے لگے کیا
یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ	تمہیں کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو تمہارا رب
اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ	تین ہزار فرشتے (آسمان سے بھیجے) اترنے

Marfat.com

بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ۔ (پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۳)

ہاں البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ اسی دم آئیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں کی مدد بھیجے نشان دار گھوڑوں پہ۔ (پ۴۔ آل عمران۔ ع۴)

پہلے تین ہزار کا ذکر ہے اور پھر پانچ ہزار کا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کفار کو کسی طرف سے مزید کمک پہنچ گئی۔ ان کی تعداد بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ تین ہزار کی جگہ پانچ ہزار فرشتے بھیج دے گا۔ مدد میں اضافہ اللہ کے ہاں کوئی مشکل نہیں تمہیں کسی قسم کی تشویش اور پریشانی نہیں ہونی چاہیئے۔ البتہ یہ کہ تم صبر و تحمل سے کام لو۔ احکام الٰہی کی تعمیل میں اور رسول اللہ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی سے بچو۔ اللہ رب العزت اس چیز پہ قادر ہے کہ بغیر فرشتوں کے مدد کرے۔ اس کی مدد کسی چیز کی محتاج نہیں۔ یہ سب کچھ صرف مسلمانوں کی تسلی اور اطمینان کے لیے تھا تاکہ مسلمان خوش ہو جائیں۔ ظاہری اسباب کو دیکھ کر انسان کو اطمینان قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ط وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ط (پ۴۔ آل عمران ع۱۳)

اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری خوشی کے لیے کیا تھا اور اس لیے کہ تمہارے دلوں کو تسکین ہو اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف ہے جو زبردست حکمت والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مسلمانوں کی مدد فرمائی کفار پر شاندار فتح عطا فرمائی اور اصول نصرت کی بنیاد رکھ دی کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے۔ مجھ پر بھروسہ کرو گے۔

دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو گے۔ حق کے لیے جان و مال کی قربانیاں پیش کرو گے۔ تو میری مدد پہنچتی رہے گی۔ لیکن اگر اطاعت رسول میں فرق آیا۔ میرے احکام کی خلاف ورزی کی تو پھر قوت کے باوجود کامیاب نہ ہو گے۔ میری مدد نہ پہنچے گی احکام الٰہی کی پابندی شرط ہے۔

Marfat.com

غزوہ بدر میں حضورؐ کا کنکریاں پھینکنا

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کے حضور مدد کی درخواست کی اس کے بعد کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور نہیں پھینکا تو نے جب پھینکا تو نے لیکن اللہ نے پھینکا۔

اے محبوبؐ یہ مٹھی جو کفار کی طرف تو نے پھینکی ہے۔ یہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عین لڑائی کے زور میں خاک کی ایک مٹھی کفار کی طرف پھینکی یہ خاک کفار کے چہروں پر پڑی جس سے ان کے دل ٹوٹ گئے۔ ان کی جان پہ بن گئی۔ جب مومن اپنے آپ کو اللہ کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ اپنی ذات کو اللہ کی ذات میں گم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا حامی و کارساز ہو جاتا ہے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ ؛ جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو جاتا ہے تو پھر :-

ع ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

جب مومن اس صفت سے متصف ہوتا ہے تو اس کی ضرب۔ ضرب ید الٰہی ہے۔ اور ایک مجاہد کی ضرب پورے لشکر کی ضربوں کا کام کر جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ جب میں کسی سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے اعضاء یعنی آنکھ کان منہ ہاتھ پاؤں اور جسم بن جاتا ہوں۔ اس کا کام اور ہر حرکت میری حرکت ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی امداد کے انداز مختلف ہیں۔ موسم اور حالات سے مدد کرے یا دشمن میں پھوٹ ڈال دے۔

غزوہ بدر کے موقع پر بارش

غزوہ بدر میں مسلمانوں نے ریتلی زمین پہ ڈیرے ڈالے تھے۔ جس میں نقل و حرکت کے وقت پاؤں دھنستے اور پھسلتے تھے۔ اس کے برعکس کفار کی طرف سخت زمین تھی جس کی وجہ سے ان کی نقل و حرکت میں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی۔

Marfat.com

جس سے ریت بیٹھ گئی اس پر نقل و حرکت کی دقت دور ہو گئی۔ کفار کی طرف چونکہ زمین سخت تھی۔ اس سے وہاں دلدل اور کیچڑ ہو گیا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کے پاؤں پھسلنے لگے۔ تیزی سے نقل و حرکت کرنی ممکن نہ رہی۔ اللہ رب العزت نے ناموافق کو موافق میں بدل دیا۔

غزوہ احزاب غزوہ احزاب میں جب محاصرہ نے طول کھینچا تو کفار کا آپس میں نفاق پڑ گیا۔ بنو غطفان کے ایک رئیس نعیم ایمان لا چکے تھے۔ لیکن کفار کو اس کا علم نہ تھا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا کہ قریش واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جب تک وہ کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں ان کا ساتھ نہ دیں۔ ادھر آپ نے قریش کو کہا کہ بنو قریظہ کو تم پر اعتماد نہیں۔ اسی لیے وہ یرغمال طلب کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور یہودیوں میں پھوٹ پڑ گئی ایک دوسرے کا اعتماد کھو بیٹھے۔ اسی طرح ان میں بددلی اور بدگمانی پھیلا دی ایک روز اس زور کا طوفان آیا جس سے کفار کے خیمے اڑ گئے۔ طنابیں ٹوٹ گئیں۔ سامان رسد اڑ گیا۔ جانور ہلاک ہو گئے۔ ایک کو دوسرا نظر نہیں آتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ کفار واپسی پر مجبور ہو گئے۔

انفرادی اور اجتماعی طور پر ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مجاہدین کی مدد فرمائی۔ ان کی دعا قبول فرمائی۔

غزوہ اُحد غزوہ اُحد میں کفار مکہ کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمان ایک ہزار کی جمعیت لیکر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستے سے عبداللہ بن اُبی بہانہ بنا کر اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس ہو گیا اب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پروانوں کی تعداد صرف ۷۰۰ تھی۔ کفار کی تعداد دیکھ کر بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے قبیلے کے لوگ دل شکستہ ہو گئے کہ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیونکر کریں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمت بندھائی کہ تم اللہ پر بھروسہ کرو وہ مدد کرے گا۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ — جب تم میں سے دو فرقوں نے ارادہ کیا

Marfat.com

اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ (پ ۴ آل عمران ع ۱۳)
کہ نامردی کریں اور اللہ ان کا مددگار تھا اور چاہیئے کہ اللہ پر ہی مومن بھروسہ کریں

چنانچہ مسلمان اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس ہمت اور دلیری سے لڑے کہ کفار کے حوصلے ختم ہو گئے۔ وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر جب مجاہدین کی غلطی کی وجہ سے پریشانی اور نقصان کا سامنا ہوا۔ مسلمانوں کو دکھ پہنچا۔ خیالات ادھر ادھر گھومے تو ارشاد ہوا۔

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ (پ ۴ آل عمران ع ۱۳)
اور اللہ بدر میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے۔

غزوہ اُحد میں نقصان اور پریشانی اپنی غلطی کا نتیجہ تھی۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے نصرت الٰہی دست کش تھی۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَاِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ (پ ۴ آل عمران ع ۱۷)
اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا اور اگر تمہاری مدد نہ کرے تو ایسا کون ہے۔ جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔ مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔

مومنوں کا کام اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرنا ہے۔ اس پر توکل کرنا ہے۔ اپنی پوری کوشش صرف کر دینا اور انجام اللہ کے سپرد کر دینا ہے۔ نتائج اور انجام کا وہی مالک ہے اگر کسی ناخوشگوار واقع کا سامنا ہے۔ تو سمجھ لیں کہ ہم میں کوئی خامی ہے۔ اس کا شکوہ نہ کریں۔ غزوہ اُحد کے سلسلے میں ارشاد ہے۔

اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتۡکُمۡ مُّصِیۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَیۡهَا ۙ قُلۡتُمۡ اَنّٰی هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ مِنۡ
کیا جس وقت تمہیں ایک تکلیف پہنچی کہ تم اس سے دو چند تکلیف پہنچا چکے ہو تو کہنے ہو کہ یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ تکلیف

Marfat.com

عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ط (پ آل عمران ع) تمہیں۔ تمہاری ہی طرف سے پہنچی۔

یہاں مسلمانوں کو تسکین دی کہ تیر اندازوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہی حکم عدولی تمہارے لیے مصیبت کا باعث ہوگئی۔

غزوہ احد میں تیر اندازوں کو حکم

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ اُحد کی چوٹی عینین پر مقرر فرمایا۔ ان کو حکم دیا ہماری پشت کی حفاظت کرو کوئی عقب سے ہم پر نہ آسکے ان پر تیر چلاؤ کیونکہ لشکر تیروں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا جب تک تم اپنی جگہ رہو گے ہم غالب رہیں گے۔

یا الٰہی میں تجھ کو ان پر گواہ بناتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم نے دیکھا کہ ہم پر پرندے جھپٹا مار رہے ہیں۔ تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا یہاں تک کہ میں کسی آدمی کو تمہارے پاس بھیجوں، اگر تم دیکھو کہ ہم نے شکست کھائی یا ان پر غالب ہوئے اور وہ (مشرکین) قتل ہو گئے تو بھی نہ ہٹنا۔ یہاں تک کہ میں کسی کو تم تک بھیجوں۔

الفاظ مبارک کچھ بھی ہوں۔ حکم رسالتمآب قطعی واضح تھا۔ اسے سمجھنے میں کیونکر غلطی ہوئی۔ اس میں کیا راز تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

معجزہ ۵

یہ غزوہ اُحد کا واقعہ ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ رضی نے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان سے تیر پھینک رہے تھے کہ اس کی تانت ٹوٹ گئی پھر قتادہ بن نعمان نے اس کو لے لیا اور وہ انہی کے پاس رہی اور اس دن ان کی آنکھ پر ایسی افتاد پڑی کہ وہ رخسار پر آگئی ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے اپنے دست مبارک سے اس کو وہیں رکھ دیا تو وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر اور تیز ہوگئی اور جب دوسری آنکھ کو آشوب ہوتا تو یہ آنکھ پھر بھی درد آلود نہ ہوتی۔

کامیابی اور ناکامی کا انحصار کس بات پر ہے

جہاد کفار میں دین اسلام کی

Marfat.com

اشاعت، فتنہ و فساد کا خاتمہ، دشمن کے حملے کے خلاف ملک کا دفاع شامل ہیں۔ اس میں کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی کا سامنا بھی ہوتا ہے۔ اس کے ظاہری اسباب بھی ہوتے ہیں اور دیگر عوامل بھی۔ غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ برصغیر ہند میں مغل بادشاہت کو زوال آیا آج مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں ہیں اسلامی نقطہ نظر سے کامیابی کا معیار کیا ہے۔ شکست کی صورت میں کیا اللہ کی مدد ہم سے دست کش ہو جاتی ہے؟ یا یہ اعمال کا مظہر ہے۔ ارشاد ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ ۔ (پ ۵ نساء ع ۱۱)

جو پہنچے تجھ کو بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔

مطلب یہ نکلا کہ اگر ہمیں دشمن کے مقابلے میں کامیابی ہوئی تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اگر خدانخواستہ کہیں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو وہ انسانی اعمال کا نتیجہ ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ مغل شہنشاہیت پر زوال اس وقت آیا۔ جب مجاہدانہ روح نحیف ہو چکی تھی سہل کوشی اور عیش پرستی حد سے گزر چکی تھی۔ بعض دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس سے انکار نہیں یہ عنصر بھی بدرجہ اُتم موجود تھا۔

ابتدائے اسلام میں بیت المقدس بے سروسامان مجاہدوں نے فتح کیا صلاح الدین ایوبی نے تن تنہا پورے یورپ کو مار بھگایا۔ ۱۱۸۵ء میں دوبارہ قبضہ کر لیا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس پر قبضہ نہ رکھ سکے باہمی خانہ جنگی اور رقابت نے دشمنوں کو موقع دیا۔ ہم نے اسلامی وقار کو نظر انداز کر کے ذاتی مفاد اور وقار کو ترجیح دی۔ لہٰذا باری باری سب ہی محروم ہو گئے۔ میر جعفر اور میر صادق حکمرانی کا خواب پورا کرنے کے لیے غداری کا طوق پہن بیٹھے۔ پھر حکمرانی کیا جو تھا۔ وہ بھی نہ رہا۔ یہی حال ہماری بڑی اسلامی مملکتوں کا ہوا۔ اور ہم اپنے کیے کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ لیکن کوئی کام ناممکن نہیں ان کی بازیافت ممکن ہے تلافی ممکن ہے۔ ہم سچے مومن ہوں۔ اسلام کی حقیقی روح ہمارے

Marfat.com

دلوں میں جاگزیں ہو۔ اللہ کی راہ میں کل وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے پر خلوص کوشش کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہوں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ o فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ	رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں
وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ o	اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب
فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ط (پ ۲۱. الروم ع ۱)	ہوں گے چند برس میں۔

شان نزول یہ ہے فارس اور روم کے درمیان جنگ تھی۔ اہل فارس مجوسی تھے اس لیے مشرکین عرب ان کا غلبہ پسند کرتے تھے۔ رومی اہل کتاب تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا خسرو پرویز بادشاہ فارس نے رومیوں پر حملہ کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور قیصر روم نے بھی مقابلہ کے لیے فوج روانہ کی یہ لشکر سرزمین شام کے قریب ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ اس جنگ میں اہل فارس غالب آئے۔ مسلمانوں کو یہ بات گراں گزری۔ کفار مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور انصاری بھی اہل کتاب اور ہم بھی اُمی اور اہل فارس بھی اُمی۔ ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائیوں رومیوں پر غالب آئے۔ ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب ہوں گے۔ چنانچہ انہیں خبر دی گئی کہ چند سال میں رومی پھر اہل فارس پر غالب آجائیں گے۔ یہ آیتیں سن کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق نے کفار مکہ میں جاکر اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم رومی ضرور اہل فارس پر غالب آئیں گے۔ اے اہل مکہ تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوش مت ہو۔ ہمیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ سات سال بعد یہ خبر پوری ہوئی۔ رومی اہل فارس پر غالب آئے۔ رومیوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط

(پ ۲۲ ۔ الاحزاب ع)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر ۔ اے

ایمان والو! ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو!

وہ رازِ خلقتِ ہستی وہ معنیِ کونین

وہ ماہِ حسنِ ازل وہ بہارِ صبحِ وجود

وہ آفتابِ حرم ، نازنینِ کنجِ حرا

وہ دل کا نور وہ اربابِ درد کا مقصود

وہ سرورِ دو جہاں وہ محمدِؐ عربی!

بروحِ اعظم و پاکش درودِ لامحدود

(اصغر گونڈوی)

Marfat.com

جنگ اور ذکر الٰہی

اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے مسلمان کو پوری پوری کوشش کا حکم ہے اس کے لئے وہ تمام قسم کے وسائل سے کام لے۔ اپنے حامیوں اور بھائی بندوں سے مدد لے۔ دنیاوی سازو سامان کو بروئے کار لانے کے ساتھ ساتھ ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا ذکر کرے، حمد وثنا کرے اور اپنی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اس سے کسی حال میں غافل نہ ہو۔ یہ فلاح اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ تسبیح وتہلیل بھی جاری رکھو۔ فارسی کا قول ہے۔ "با ہماں تن وبہمہ تن با او" ظاہری طور پر محفل والوں کے ساتھ اور باطنی طور پر یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو لہذا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو یاد کرتا ہے۔ جب بندہ اُسے پکارتا ہے تو وہ سنتا ہے اور پکار کا جواب دیتا ہے اللہ ہماری پکار کو بڑے قریب سے سنتا ہے وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا

جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اسے یاد کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ (سورہ بقرہ - ۱۵۲) تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اللہ کی یاد سے اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال ہوتا ہے۔ مدد حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ فلاح و کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس سے دعا کریں وہ قبول کرتا ہے۔

غزوہ بدر اور حضور اقدسؐ کی دعا

غزوہ بدر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے بڑی

Marfat.com

عاجزی اور گریہ وزاری سے دُعا کی۔ کامیابی کی درخواست کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کامیابی کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

جب صف بندی ہو رہی تھی دونوں طرف تیاری زوروں پر تھی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شمشیر برہنہ لے کر پہرے پر کھڑے تھے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عرشِ مبارک میں نماز پڑھی اور یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَخْذُلْنِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَنْشُدُكَ مَا وَعَدْتَنِیْ۔ الٰہی مجھے ندامت سے بچائیو۔ یا اللہ میں تجھے تیرا وعدہ حتماً یاد دلاتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر تضرع اور ابتہال سے دُعا فرمائی کہ چادر مبارک شانوں سے زمین پر گر پڑی اس کے بعد ایک طویل سجدہ فرمایا اور سجدہ میں " یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ " پڑھتے رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود علم اور وعدہ کامیابی کے دعا فرماتے ہیں۔ کفار کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت سے پناہ مانگتے ہیں۔ ہم سیاہ کاروں کا تو حال ہی کیا۔ لہٰذا ہمارے لئے اور بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اس سے مدد طلب کریں ہم گنہگار ہیں خطا کار ہیں گناہوں سے دامن لبریز ہے۔ اے اللہ تو ہمیں معاف فرما۔ گناہوں کی پردہ پوشی کر کے اپنی رحیمی کے طفیل معاف فرما۔ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے کفار کے مقابلے میں رسوا نہ کر۔ ناکامی کی ذلت سے دوچار نہ کرنا۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اپنی رحمت کی بارش ہم پر برسا۔ آمین۔

اب سوال ہے کثرت ذکر کا اور پھر یہ کہ ذکر کس طرح کیا جائے کونسی آیت کریمہ پڑھی جائے۔ میرے خیال میں جو بھی آپ کو یاد ہو۔ یا جو آپ کا رہبر اور استاد بتائے۔ اللہ کا ذکر تو کرنا ہے چونکہ حکم ہے اور پھر مشکل میں تو انسان کو خدا یاد آ ہی جاتا ہے۔ ٹھنڈی آہ، تیز سانس اور اللہ رحم فرما از خود زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ میری رائے ہے کہ ایسا ذکر کیا جائے جو سب سے افضل ہو اور سب سے افضل وہ ذکر ہے جو اللہ عزوجل اور اس کے ملائکہ کرتے

Marfat.com

ہیں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (پ ۲۲۔ الاحزاب۔ ع)

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ اللہ رب العزت اور اُس کے فرشتے حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور پھر ایمان والوں کو حکم دیا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجو۔ حکم ربانی ہے میرا ذکر کرو اور یہ بھی حکم ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو۔ میری رائے ہے کہ اللہ عزوجل اور اُس کی پاک مخلوق ملائکہ کا عمل اختیار کیا جائے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دونوں کا ذکر مجتمع ہو جاتا ہے۔ بیک وقت اللہ اور اللہ کے رسول کا ذکر ہوگا۔ دونوں راضی ہوں گے۔ اللہ کی مدد شامل حال ہو گی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ کرم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ذِکْرُ الْاَنْبِیَآءِ مِنَ الْعِبَادَۃِ وَذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ۔ ذکر انبیاء عبادت ہے اور ذکر صالحین کفارہ (سیئات) ہے جب انبیاء اور اولیاء کا ذکر عبادت ہے۔ اور گناہوں کا کفارہ تو حضور سید الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کس درجہ عبادت اور کس قدر باعثِ رحمت وبرکت اور کفارہ سیات ہوگا۔ بلاشبہ آپ کا ذکر مبارک سرمایہ ایمان اور تسکین دل وجان ہے ۔

یاد او سرمایہ ایمان بود ہر گدا از یاد او سلطان بود

جہاں میرا ذکر ہو میں وہاں موجود ہوتا ہوں

آیت کریمہ۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔ میں وہاں موجود ہوتا ہوں جہاں میرا ذکر ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے۔ اس کے احاطہ سے باہر تو کوئی ذرہ ہے ہی نہیں چنانچہ علماء اہل سنت وجماعت اس کی تفسیر یہ بتاتے ہیں کہ جہاں اور جس محفل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود سلام پیش کیا جاتا ہے۔ آپ وہاں

Marfat.com

تشریف فرما ہوتے ہیں۔ درود و سلام سماعت فرماتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور پڑھنے والوں کے حق میں دعا خیر فرماتے ہیں۔

شاید کسی کو یہاں اختلاف ہو یا بات سمجھ میں نہ آئے کہ اتنی وسیع وعریض دنیا اور پھر اتنی لاتعداد میں درود و سلام کی محفلیں دنیا میں ہوتی ہیں۔ ان سب میں حاضر ہونا کیسے ممکن ہے۔ آج سائنس کی ترقی کی بدولت ہم ٹیلی فون، ٹیلی ویژن اور سٹلائٹ کے ذریعے دنیا کے ہر حصے کی خبریں ڈرامے اور کھیل تماشے، محفلیں اور مجلسیں دیکھتے ہیں ڈرامہ یا تماشا یا محفل کسی ایک جگہ ہو رہی ہے۔ لیکن ساری دنیا والے اسے دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں۔ یہ انسان کی اپنی ایجاد ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ وہ ذات والا صفات جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی جسے اپنی ہر تدبیر کا مرکزی کردار بخشا۔ اُسے کتنی قوت عطا کی ہو گی۔ ارشاد ہے۔

لولاک لما خلقت، الدنیا والافلاک۔

ترجمہ:۔ اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو خدا کی خدائی نہ ہوتی۔

اسی لئے شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرو اور حضور پر درود بھیجو تو ایسے رہو کہ گویا حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب اور جلال و تعظیم اور ہیبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں۔ کیونکہ حضور صفات الٰہیہ سے متصف ہیں اور خدا کی ایک صفت یہ ہے (اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ) کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ آئینہ روئے خدا است منعکس در وے ہمہ خوئے خدا است

(ذکر جمیل۔ صفحہ ۱۰۴ بحوالہ مدارج النبوۃ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قوت عطا فرمائی ہے۔ کہ دنیا کی تمام محفلوں کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک تو بڑی بلند وبالا

Marfat.com

ہے اس کا مقام ہمارے ذہن کے احاطہ میں کہاں آسکتا ہے۔ دنیا کتنی بڑی ہے اور اللہ والے اسے کیسے دیکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ نقشبندی فرماتے ہیں آپ نے فرمایا "اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔"

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جاء الحق میں حاضر و ناظر کی بحث میں صفحہ ۱۵۱ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاریؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْغَزَالِی سَلِّمْ عَلَیْهِ اِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسْجِدِ فَاِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسْجِدِ۔

امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو تم حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے۔

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ مِنْ جِهَةِ الْاَجْسَامِ وَالظَّوَاهِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَبَوَاطِنُهُمْ وَقُوَاهُمُ الرُّوْحَانِیَّةُ وَلِذَا تَرٰی مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا تَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَاءِ وَتَشَمُّ رَائِحَةَ جِبْرِیْلَ اِذَا اَرَادَ النُّزُوْلَ اِلَیْهِمْ۔

انبیائے اکرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور اُن کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبرئیل کی خوشبو پا لیتے ہیں۔ جب وہ اُن پر اُترتے ہیں۔

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے۔

قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اَرَأَیْتَ صَلٰوةَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْكَ مِمَّنْ غَابَ عَنْكَ وَمَنْ یَّاْتِیْ بَعْدَكَ مَا حَالُهُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوةَ اَهْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوةُ غَیْرِهِمْ عَرْضًا۔

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے۔ تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور اُن کو پہچانتے ہیں اور غیر محبین کا درود ہم پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

شفا قاضی عیاض جلد دوم میں ہے۔ علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ أَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

اس ساری تفصیل کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ آپ الجھن میں نہ پڑ جائیں۔ منطقی اعتبار سے یا فلسفیانہ حساب سے فاصلہ وغیرہ ناپنا شروع کریں۔ اور درود وسلام کی محفلیں کا شمار کریں۔ تو جواب فلسفی نفی ہی ہوگا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک، محبوب رب العالمین اور ناچیز بندہ تینوں بیک وقت ایک جگہ موجود ہوں اللہ رحمت بھیجتا ہے۔ محبوب ربانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم واعانت شامل حال ہے۔ پھر کس چیز کا غم ہے۔ فضائل درود پاک احاطہ تحریر میں لانا یہ مشکل ہے اور نہ ہی یہاں موضوع ہے۔ بہر حال سمجھنے کے لئے اور آسانی کی خاطر حسب ذیل عرض ہے۔

ایک بار درود اور دس بار رحمت

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ اُس کو مجھ پر درود بھیجنا چاہیئے۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ (ترمذی)

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ دس نیکیاں لکھتا ہے۔ دس گناہ مٹا دیتا ہے۔ دس درجے بلند کرتا ہے۔ (نسائی)

درود مجھ تک پہنچتا ہے

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجو۔ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ (طبرانی) مراد یہ کہ براہ راست اپنے سمع مبارک سے سنتا ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔

Marfat.com

لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّى عَلَىَّ إِلَّا بَلَغَنِى صَوْتُهُ حَيْثُ كَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِى إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

(ذکر جمیل صفحہ ۹۹ بحوالہ جلد الافہام ابن قیم)

کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اُس کی آواز سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وفات کے بعد بھی (سنوگے) فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمع و بصر مبارک کے متعلق جنگ موتہ کا حسب ذیل واقعہ ملاحظہ ہو۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ موتہ کا مدینہ شریف سے ملاحظہ فرمایا۔

جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی۔ اس کے سارے حالات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ ہی میں بیٹھے بیٹھے صحابہ کرامؓ کو بتائے جو علم اسلام اٹھاتا۔ اور جس جس صورت سے وہ شہید ہوتا آپ بتاتے جا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری مشکوٰۃ) اسی اثنا میں آپ مسکرانے لگے آپ سے مسکرانے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دوستوں کے قتل ہو جانے پر غمگین ہوا مگر اب اُنہیں جنت میں ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر خوشی سے مسکرایا ہوں۔ (ذکر جمیل ص۹۹ بحوالہ خصائص کبریٰ)

جب حضرت یعلیٰ بن منیہ جنگ موتہ کی خبر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جنگ کے تفصیلی حالات پہلے میں تجھ کو بتاؤں یا تو بتائے گا اس نے عرض کیا آپ ہی بتائیں آپ نے جو کچھ وہاں ہوا جو جو کسی پر گذری جس جس طرح کوئی شہید ہوا سب تفصیلاً سنا دیا۔ حضرت یعلیٰؓ نے سن کر کہا خدا کی قسم آپ کے بیان اور اصل واقعات میں سرمو فرق نہیں واقعی اسی طرح ہوا ہے جس طرح کہ آپ نے حرف بحرف بتا دیا۔

(ذکر جمیل، بحوالہ بیہقی۔ خصائص کبریٰ۔ ابو نعیم)

Marfat.com

کون سا درود پڑھا جائے

جو بھی یاد ہو طویل ہو یا مختصر۔ اگر اور یاد نہیں تو آپ نے واعظین کرام کو عام طور پر پڑھتے سُنا ہوگا یہ

آسان بھی ہے یہ پڑھا کریں۔ جنگ میں بھی اور امن میں بھی۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ ط
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ ط اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامَحْبُوْبَ اللّٰہِ ط

ممکن ہے کوئی کہے یا رسول اللہ کہنا درست نہیں، گناہ ہے، شرک ہے۔ بلا شبہ یا رسول اللہ کہنا درست ہے۔ اس میں شک والی کوئی بات نہیں۔ اولیاء اللہ اسے درست قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ احادیث اور واقعات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف انتباہ فی سلاسل اولیا اللہ صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ مطبع احمد دہلی ۱۳۱۱ھ میں ارشاد فرمایا۔

فریضہ نماز بامداد بگذارد چوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندان مشغول شود کہ از تبرکات انفاس ہزار وچہار صد ولی کامل جمع شدہ است و فتح ہر یک ازان در کلمہ بودہ است ہر کہ از سر حضور ملازمت نماید برکت و صفائی آن مشاہدہ خواہد نمود واز ولایت ہزار وچہار صد ولی نصیب یابد۔ واللہ ولی التوفیق۔

ترجمہ :- جب نماز فجر سے فارغ ہو تو اوراد فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو جائے کیونکہ ایک ہزار چار سو اولیائے کاملین کے انفاس متبرکہ جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے ہر کلمے میں فتح ہے۔ اس میں جو شخص حضوری قلبی ظاہر کرے تو اُسے ان کی صفائی و برکت کا مشاہدہ حاصل ہوگا اور ایک ہزار چار سو اولیاء کی ولایت سے حصہ پائے گا۔ اوراد فتحیہ کے جمع کا مختصر حال لکھنے کے بعد اس کے مصنف حضرت سید میر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

منقول است از ہمان حضرت کہ چوں دوازدہم بار بزیارت کعبہ رفتم۔ بمسجد اقصیٰ سیدم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را دفعہ دیدم کہ بجانب ایں درویش می آیند برخاستم پیش رفتم وسلام بگفتم از آستین مبارک خود جزوے بیرون آورد دادند ایں درویش را فرمودہ کہ خذ ہذہ الفتحیۃ یعنی بگیر ایں فتحیہ را چوں از دست مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرفتم و

Marfat.com

و نظر کردم ہمیں اوراد بود بدیں اشارت اوراد فتحیہ نام کردہ شد۔

ترجمہ :۔ انہیں سے منقول ہے کہ جب میں بارہویں مرتبہ زیارت کعبہ کو گیا اور مسجد اقصیٰ میں پہنچا تو میں نے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس درویش کی طرف تشریف لا رہے ہیں میں فوراً اٹھ کر آگے بڑھا اور سلام عرض کیا حضور علیہ السلام نے اپنی آستین مبارک سے کوئی شئے نکالی اور اس درویش سے فرمایا کہ خُذْ هٰذِهِ الْفَتْحِيَّةَ یعنی اس فتحیہ کو پکڑ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس سے اس کو لے کر دیکھا تو اس میں یہی اوراد تھے اسی سبب میں نے اس کا نام اوراد فتحیہ رکھا۔

مذکورہ اوراد فتحیہ کے صفحہ نمبر ۱۹ پر اس طرح درود وسلام درج ہے ملاحظہ ہو۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْلَ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفِيَّ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ شَرَّفَهُ اللّٰهُ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ كَرَّمَهُ اللّٰهُ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ عَظَّمَهُ اللّٰهُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔

Marfat.com

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ۔

اَلصَّلٰوۃُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(اوراد فتحیہ صفحہ ۱۹ تا صفحہ ۲۱ مطبوعہ مطبع کریمی بمبئی ۱۳۱۰ھ)

اور بھی درود پاک ہیں ایک درود پاک برائے جوانان افواج پاکستان لیفٹیننٹ کرنل سید عبد السلام نے تجویز فرمایا وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ایک اور مختصر سا درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَیْہِ۔

ایک اور درود شریف: صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

دل میں صلوٰۃ و درود لب پہ صلوٰۃ و درود
کافر ہندی ہوں میں، دیکھ میرا ذوق و شوق

ذکر کی فضیلت

ذکر کی بے حد فضیلت ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ میں اپنے بندہ کے گمان کے بالکل قریب ہوں جب بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر اُس نے مجھے اپنے جی میں یاد کیا تو میں بھی اُسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اگر اُس نے کسی جماعت میں بیٹھ کر میرا ذکر کیا تو میں بھی ملائکہ کے سامنے اُس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے۔ تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور اگر کوئی بندہ میری طرف چل نکلتا ہے۔ تو میں اُس سے دوڑ کر ملتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام

Marfat.com

نے فرمایا کہ میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے۔ درجات کے اعتبار سے بہت بلند ہے سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر تم دشمن سے مقابلہ کرو اور مارے جاؤ تو بھی اُس عمل کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ایسا عمل ضرور بتائیے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خدا کا ذکر کرنا۔ (ترمذی)

مجاہدین میں ذکر الہٰی کرنے والا سب سے افضل ہے

آپ پڑھ چکے ہیں۔ جہاد سب سے افضل ہے۔ مجاہد سب سے افضل انسان ہے اور احادیث بالا سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر الہٰی کے مقام کو کوئی دوسرا عمل پہنچ ہی نہیں سکتا اس لئے جو مجاہد بھی ہو اور پھر اللہ اسے ذکر کی توفیق بھی عطا فرمائے مجاہدین میں وہ سب سے افضل ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کسی نے دریافت کیا حضور مجاہدین میں سب سے افضل کون ہے اور بہتر ثواب کے لحاظ سے کون لوگ ہیں فرمایا وہ لوگ جو کثرت سے ذکر الہٰی کریں پھر سوال کیا حضور صالحین بندوں میں سے سب سے افضل اور بہترین لوگ کون ہیں آپ نے یہی فرمایا یعنی جو لوگ کثرت سے ذکر الہٰی کریں راوی بیان کرتے ہیں کہ آنجناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہر عبادت کے متعلق پوچھا گیا آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا "کہ وہی لوگ ہیں جو کثرت سے ذکر الہٰی کریں۔ (احمد۔ طبرانی بطولہ)

معراج شریف کا واقعہ

حضرت ابو المخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنجناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو شب معراج میں دیکھا کہ عرش الہٰی کے نور میں ڈوبا ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ کوئی فرشتہ ہے کہا گیا نہیں میں نے پوچھا کوئی نبی ہے جواب ملا نہیں پھر میں نے دریافت کیا آخر یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ ایک بندہ ہے جو ہمیشہ ذکر الہٰی کیا کرتا تھا اُس کا دل مسجد میں لگا رہتا تھا۔ یہ اپنے ماں باپ کو بُرا نہیں کہتا تھا۔ (ابن ابی الدنیا)

Marfat.com

قرآنی دعائیں

چند قرآنی دعائیں بھی سپرد قلم ہیں جس کا جو جی چاہے پڑھے سب کافی وافی اور شافی ہیں۔

۱۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر کامل کی توفیق عطا فرما اور ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور ہمیں کافروں پر کامیابی عطا فرما۔

۲۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

اللہ سب سے بہتر محافظ ہے اور وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

۳۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔

میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اللہ بہترین کارساز ہے۔ بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے۔

۴۔ رَبِّ اِنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔

اے میرے پروردگار میں کمزور ہوں تو میری مدد فرما۔

۵۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھو جیسا تو نے اگلوں پر رکھا تھا اے ہمارے رب اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ کر سکیں، نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔ تو کافروں پر ہمیں مدد دے

مسنون دعائیں

۱۔ اَللّٰهُمَّ نَصْرَكَ الَّذِيْ وَعَدْتَّنِيْ۔

اے اللہ تیری مدد آ جائے جس کا تو نے وعدہ فرما رکھا ہے۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَجُوْلُ وَ

اے اللہ تیرے ہی اعتماد پر حملہ کرتا ہوں

Marfat.com

بِكَ اَصُوْلُ ۔	اور تیری ہی مدد سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہوں۔
٣ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ۔	اے اللہ دشمنوں کے مقابلے میں ہم تجھے ڈھال بناتے ہیں اور ہمیں ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھ۔
٤ ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ ۔	اے اللہ تو میرا بازو ہے تو میرا حامی ہے تیری مدد سے میں حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی طاقت سے لڑتا ہوں۔
٥ ۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ ۔	اے زندہ و قائم ذات ۔ اپنی رحمت کے ساتھ میری مدد کو پہنچ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وہ دعا جو آپ نے میدان بدر میں کی تھی پہلے گزر چکی ہے۔

ایک جامع دعا

قنوت نازلہ

اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ اَللّٰهُمَّ مَزِّقْ جَمْعَهُمْ وَشَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَدَمِّرْ دِیَارَهُمْ وَخَرِّبْ بُنْیَانَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْهِمْ ۔	اے اللہ دشمنوں کے اندر پھوٹ ڈال دے اور ان کے پاؤں اکھاڑ دے اور ان کے گھروں کو توڑ دے اور ان کے اڈوں کو تباہ کر دے اور ان کی جڑ اکھاڑ دے اور ان پر اپنا غضب نازل فرما جو مجرم قوم پر تو لا کر رہتا ہے۔ اے اللہ قرآن نازل کرنے والے بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کو شکست دینے والے دشمن کے لشکروں کو شکست دے اور ہمیں ان پر کامیاب کر۔

Marfat.com

اسی پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ذکرِ الٰہی ہو۔ درود پاک ہو یا دُعا ہو جو بھی انسان کر سکے۔ بہر حال فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ کا سلسلہ جاری رہنا چاہیئے۔ یہ نجات اور فلاح و کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

مرد سپاہی ہے وہ اس کی زرہ لَآ اِلٰہ
سایہ شمشیر میں اُس کی پناہ لَآ اِلٰہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ !

ترجمہ: اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

سرورِ کائنات کا سرمایہ

"عرفان میرا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے محبّت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے۔ ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے۔ اتحاد میرا خزانہ ہے، خوف میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، خدا کی رضا میری غنیمت ہے، عاجزی میرے لئے وجۂ اعزاز ہے۔ زُہد میرا پیشہ ہے، یقین میری طاقت ہے۔ صدق میرا سفارشی ہے، طاقت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا کردار ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔"

(حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

Marfat.com

صبر مجاہد کا بنیادی ہتھیار ہے

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "الصبر ردائی" صبر میرا لباس ہے۔ آپؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے تکالیف اور مصائب کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ مسلمانوں کو مصائب اور تکالیف میں دیکھ کر صبر و تحمل کی تلقین فرمائی۔ فرماتے ہیں اللہ تمہارے لئے سبیل نکالے گا۔ صبر سے کام لیں۔ محسن خلائق تبلیغ اسلام کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ وہاں کے بدبختوں نے آپؐ کو سخت ایذا دی۔ پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہ بات ناگوار گزری۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا اور اختیار دیا کہ جسے چاہیں تباہ کر دیں۔ لیکن رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کمال صبر سے کام لیتے ہیں اور دعا فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتے ہیں

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

اُدھر پتھر مارے گئے ہیں گالیاں دی گئیں ہیں اور "رحمت دو عالم" ہدایت کے لئے دست بدعا ہیں ہمارے سامنے یہی مشعل راہ ہے اور درس ہے دین اسلام کی خاطر انسان کو تکالیف اور مصائب کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا چاہیئے مسلمانوں کو ابتدائے اسلام میں بڑے صبر آزما لمحات سے گزرنا پڑا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو جندل کی تکالیف کا حال گزر چکا ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد نبوی میں اعلانیہ کلمہ شہادت بلند کرنا اور کفار کی زدوکوب ایسی مثالیں موجود ہیں جو رہتی دنیا تک مسلمانوں کی رہنمائی اور جذبہ صبر و تحمل کو جلا بخشتی رہیں گی۔

مسلمان جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصائب اور تکالیف کو صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے کئی گنا بڑے دشمن پر غالب کر دیتا ہے۔ وعدہ

Marfat.com

ربانی ہے۔

إِنْ يَكُنْ مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔

(پ انفال۔ ۶۵، ع)

مسلمانو! اگر تم میں بیس آدمی بھی مشکلوں کو جھیلنے والے نکل آئے تو یقین کرو۔ وہ دو سو دشمنوں پر غالب ہو کر رہیں گے اگر تم میں ایسے سو آدمی ہو گئے تو سمجھ لو ہزار کافروں کو مغلوب کر کے رہیں گے۔

مذکورہ آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پہ بتا دیا ہے۔ کہ صبر و استقلال بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اگر تم صبر سے کام لو گے تکالیف کا سامنا کرو گے تو تم اپنے سے کئی گنا طاقت پر غالب آ جاؤ گے یہ کس طرح ہو گا اس کے اسباب مہیا کرنا۔ حالات پیدا کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر منحصر ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

مسلمان لشکر باطل کی کثرت سے نہیں ڈرتا
میں اب بھی ان یکن عشرون پہ ایمان رکھتا ہوں

حضرت خنساؓ کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

جنگ قادسیہ میں حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے چاروں بیٹوں کو یوں نصیحت فرمائی ہے "تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی، دنیا کی فنا ہونے والی زندگی سے کس قدر بہتر ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے۔ اے ایمان والو تکالیف پہ صبر کرو (اور کفار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار ہو۔ تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔ (القرآن) لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح و سالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑو۔ اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلے میں مدد مانگتے ہوئے آگے بڑھو۔ جب تم دیکھو کہ لڑائی زوروں پہ ہے تو اس کی گرم آگ میں گھس جاؤ۔ کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ انشاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔"

مبارک ہیں ایسی مائیں اور ایسے بیٹے۔ دین پر اپنی جانیں نثار کر دو اور جنت کے مکین بن جاؤ

Marfat.com

فتح کا انحصار طاقت اور تعداد پر نہیں

دلوں کے حوصلے جنگوں کا رُخ پلٹتے ہیں

شکست و فتح کا طاقت پر انحصار نہیں

زیر نظر آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہے کہ فتح اور کامیابی کے لئے ضروری نہیں کہ مسلمان تعداد میں دشمن کے برابر ہوں۔ ہتھیاروں کے لحاظ سے ہم پلہ ہوں بلکہ اگر جذبہ جہاد موجود ہو۔ قوت ارادی ہو تو یہ سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ دشمن کی عددی برتری اور اسلحہ بارود کی کثرت کے باوجود فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ حوصلہ اور قوت ارادی ایک ناقابل تسخیر ہتھیار۔ اسلامی تاریخ پر اگر سرسری سی نظر ڈالی جائے تو کچھ ایسی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ چند مجاہدوں نے دشمن کی بڑی فوج کو شکست دی۔ بعض کا ذکر کلام پاک میں بھی موجود ہے۔ یہیں یہ بتایا گیا ہے کہ دشمن کی عددی برتری سے نہ گھبراؤ۔ فتح و شکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (پ۲۔ بقرہ ۲۴۹) — کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجاتی ہیں۔

حق و باطل کی پہلی ٹکر میں جسے غزوۂ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بے سروسامان ۳۱۳ مجاہدین تھے۔ اسلام کے مقابلے میں ایک ہزار آزمودہ کار بہادر ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے۔ تیز نقل و حرکت اور حملے کے لئے تین سو گھوڑے موجود تھے۔ رسد اور خوراک کے لئے سات سو اونٹ موجود تھے۔ سرداران مکہ نے لشکر کی خورد و نوش کا ذمہ لے رکھا تھا، باطل نوزائیدہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے آیا تھا۔ لیکن جس کا اللہ حامی و ناصر ہو اسے کون مٹا سکتا ہے ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا!

غزوۂ احد میں مشرکین مکہ اپنی پوری قوت سے امڈ آیا تھا۔ جذبہ انتقام انتہا پر تھا۔ منافقین سے ساز باز کر رکھی تھی۔ عین لڑائی کے موقع پر عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو منافقین سمیت مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ مسلمانوں کی تعداد کل ۷۰۰ رہ گئی۔ مقابلے میں کفار ۳۰۰۰ ہزار تھے۔ مقابلہ کی نسبت

Marfat.com

ایک اور چار سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ بعد میں تعمیلِ حکم کی کوتاہی نے حالات بدل دیئے یہ الگ بات ہے۔

غزوہ احزاب

غزوہ احزاب (خندق) میں تو طاقت کا توازن حد سے گزر گیا تھا۔ تمام طاغوتی طاقتیں اُمڈ آئی باطل اپنی پوری قوت سے میدان میں اتر آیا تھا کفار مکہ اور دیگر تمام قبائل جن میں بنو اسد، بنو غطفان جو کہ قریش اور بنو سلیم کے رشتہ دار تھے ان کی فوجیں شامل تھیں۔ بنو سعد یہود کے ساتھ تعلقات کی بنا پر اس میں شامل ہو گیا۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر اپنے تمام ہم مذہب لوگوں سمیت قریش کی حمایت میں تیار تھے۔ اس طرح ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار تھی ایک اور روایت کے مطابق ان کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ کفار کی بے پناہ تیاری اور طاقت کے پیش نظر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھود دی گئی۔ جاڑے کی شدت اور فاقہ کشی کی سعوبتوں سے بے نیاز ۲۰ دن میں یہ عظیم منصوبہ مکمل کر لیا۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے انداز میں مسلمانوں کی مدد فرمائی کہ دشمن کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ عمرو بن عبدِ وُد جس نے خندق پار کی تھی۔ ذوالفقار حیدرؓ کا شکار ہو گیا۔ محاصرہ نے طول کھینچا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں باہمی بے اعتمادی اور بدگمانی پھیلا دی۔ آخر ایک سخت طوفان اُن پر مسلط کیا جس سے گھبرا کر ابوسفیان سپہ سالارِ اعظم لشکر کفار نے محاصرہ اٹھانے اور واپسی کا حکم دے دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے باطل کی یہ آخری کوشش بھی ناکام بنا دی۔ سورہ احزاب میں اس نصرت الٰہی کا یوں ذکر ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ (پ ۲۱ ۔ الاحزاب ۔ ع ۱)

ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو۔ جب تمہارے اوپر لشکروں کے لشکر چڑھ آئے تھے۔ تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے۔

کفار میں خوف اور مختلف وسوسے پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ نعیم بن مسعود جو کہ قریش اور یہود دونوں میں معزز تھے یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو اس کا علم نہ تھا نے بدگمانی پھیلائی اس طرح کفار میں نفاق کی ایک راہ نکل آئی ایسے لشکر بھیجے جن کو مسلمان دیکھ نہ سکے۔ اس سے مراد فرشتے بھی ہو سکتے ہیں، کفار کے دلوں میں مومنین کی دہشت بھی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں نے کس قدر صبر و تحمل سے کام لیا دشمن کی ناکہ بندی سے مسلمان فاقوں سے دو چار ہوئے۔ کفار کا خیال تھا کہ مسلمان فاقوں سے مرنے لگیں گے تنگ آکر ہتھیار ڈال دیں گے۔ حقیقت میں مدینہ شریف میں رسد کی بڑی قلت تھی۔ صحابہ کرامؓ کو کئی کئی فاقے مسلسل آرہے تھے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے فاقہ کشی کی شکایت کی اپنے پیٹوں پر پتھر بندھے ہوئے دکھائے اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم مبارک سے کُرتہ اٹھایا صحابہ نے دیکھا دو پتھر بندھے ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر تسلیم و نیاز کی نگاہیں جھک گئیں۔

یہ محاصرہ ۲۷ دن تک جاری رہا۔ اہل مدینہ خوف و ہراس میں گھرے ہوئے تھے۔ شب و روز دشمن کے حملہ کا خطرہ موجود تھا۔ بنو قریظہ کی غداری مسلمانوں کے لئے اور بھی پریشانی کا باعث تھی۔ محاصرہ کے دوران بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب بنو قریظہ کے پاس گیا اور ان کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ مسلمانوں کو اس جانب سے بھی خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ لیکن مجاہدین نے ہمت نہ ہاری ہر حربے سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جس سے تمام مشکلیں دور ہوگئیں۔ عرب کی متحدہ فوج کو شکست ہوئی اور آئندہ یہ کبھی بھی ایک مرکز پر قائم نہ ہو سکے۔ بلاشبہ یہ بڑی کامیابی ہے۔ لیکن اس سے پہلے مسلمانوں کو بڑے ہی صبر آزما لمحات سے گزرنا پڑا۔

جنگِ یرموک

سنہ ۱۳ھ میں یرموک کے مقام پر "دو لاکھ چالیس ہزار رومیوں کے مقابلے میں صرف چالیس ہزار مسلمان تھے۔ رومیوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے میدان میں جم کر لڑنے کے لئے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں تاکہ میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ تعداد میں ایک اور چھ کی نسبت تھی رومی سپاہ سرتاپا زرہ بکتر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مجاہدین اسلام میں "جہاد فی سبیل اللہ" کے عظیم مقصد اور ایثار کے جذبے نے وہ قوت پیدا کر دی کہ انہوں نے ستر ہزار رومیوں کو ڈھیر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم طاقت کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ مسلمانوں نے اپنے سے قریباً دوگنی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

فتح اندلس

سنہ ۹۲ھ میں طارق بن زیاد بارہ ہزار مجاہدین کو لے کر روانہ ہوئے طارق وطن سے دور دوسرے ملک میں نبرد آزما ہیں۔ کشتیاں جلا دی ہیں۔ ایک لاکھ فوج سے مقابلہ تھا۔ یہاں ایک اور آٹھ کا مقابلہ تھا۔ اللہ اور اس کے دین کی سربلندی

Marfat.com

اور مظلوموں کی مدد کے لئے موت کا خوف ذہن سے نکل چکا تھا۔ دشمن کی تعداد کو خاطر میں نہیں لائے۔ واپس جانے کا خیال ہی ترک کر دیا ہے۔ ہر ملک، ملک، است کہ ملک خدائے، است ان کا مطمع نظر ہے۔ ایسے سر فروشوں کو کوئی خوف کیسے مانع ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم کامیابی سے نوازا۔

محمد بن قاسم فاتح سندھ

آپ چند ہزار مجاہدین کے ساتھ، مظلوم عورتوں اور بچوں کی پکار سُن کر وطن سے ہزاروں میل دُور دشمن کے ملک میں جا کر دشمن سے ٹکرا گئے۔ بے دینوں کی قوت کو پاش پاش کیا، ظلم و جبر کا خاتمہ کر کے اسلام کی راہ ہموار کر دی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کے مقابلے میں اپنے عزم و ہمت سے شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ سلطان محمود غزنوی نے مختصر مگر بہادر مجاہدین کی بدولت بار ہا برصغیر ہند کو تاراج کیا۔ سلطان حیدر علی ٹیپو انگریزوں اور مرہٹوں سے بیک وقت نبرد آزما رہا۔ اگر اپنے غداری نہ کرتے تو انگریزوں کے قدم یہاں نہ جمتے۔

پاک بھارت جنگیں

۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگوں کے چند واقعات کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ۱۹۷۱ء کی شکست کو دیکھ کر ہمیں فکر کرنے سے عار محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ قوموں پر مشکل وقت آتے ہیں کوئی بھی شکست حتمی اور ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی۔ عزم و ہمت سے داغ دھوئے جا سکتے ہیں غُلِبَتِ الرُّوْمُ کی مثال موجود ہے۔ اور پھر یہ مخصوص حالات کا نتیجہ تھی اس میں بہت سے عوامل کار فرما تھے۔ ہندوستان ہی ہمارے مقابلے پر نہیں تھا۔ اگر صرف ہندو بنیا ہمارے مقابلے پر ہوتا تو یقیناً کبھی بھی ایسی نوبت نہ آتی۔ یہ ہماری بدنصیبی تھی یا موجودہ بنگلہ دیش والوں کی نا عاقبت اندیشی یا موجودہ ناگفتہ بہ حالت کی تقدیر نے اُن کے ذہنوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ مسلمان ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں۔ بہادری اور دلیری میں ہم سے کسی طرح کم نہیں وہی ہم سے برسر پیکار تھے ہماری ہار اُن سے ہے۔ ہم ہندو بنیا کے مقابلے میں نہیں ہارے بلکہ ہمیں ہمارے اپنے بھائیوں نے ہرایا ہے۔ لہذا ہماری آنے والی پود کے ذہن میں یہ بات بالکل واضح ہونی چاہیئے۔ وہ ہمارے اپنے بھائی اور بزرگ تھے جنہوں نے ہمیں بے بس کر دیا

Marfat.com

تھا اگر مقابلہ ہندوستان سے ہوتا تو معاملہ ۱۹۶۵ء سے کہیں بہتر ہوتا۔ اگر کبھی پھر وقت آیا تو انشاءاللہ دیکھ لیں گے۔ ہاں ایک بات از حد ضروری ہے دشمن ہماری صفوں میں گھسنے کی کوشش کر رہا ہے وہ سیاسی پارٹیوں کے ذریعے حکومت میں گھسنے کے انداز اختیار کر رہا ہے، یہ ایک ایسا پہلو ہے۔ جہاں قوم کو بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بنگلہ دیش میں ہمارے بھائیوں پر حقیقت اس وقت کھلی جب وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار چکے تھے۔ یہ چند فقرے لکھنے سے میرا مقصد سیاسی رائے زنی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ شاید میری یہ حقیر سی کوشش ملک کے ایسے نونہالوں کی نظر سے گزرے جو مستقبل میں سیاسی میدان کو اپنی جولاں گاہ بنائیں۔ لامحالہ وہ کسی پارٹی یا گروہ سے تعلق پیدا کریں گے۔ چنانچہ اُن کو کسی بھی میدان میں آنے سے پہلے اس کی کارگزاری اور ماضی کی تاریخ کا تفصیلی جائزہ لینا چاہیئے اور پھر یہ بات کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ سیاسی میدان میں قلیل اور طویل مقاصد کی جنگ لڑی جاتی ہے "جوئیدہ یابندہ" اگر آپ خلوص نیت سے ملک کی خدمت کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ مخلص اور نیک لوگوں کی طرف رہنمائی کرے گا۔ منحوس عزائم والے گروہوں سے محفوظ رکھے گا۔

مشکل لمحات اور خصوصاً جنگ میں مسلمان کی نظر اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر ہونی چاہیئے۔ ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (قف) وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۔ آل عمران۔ ع)

اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی مُلک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

Marfat.com

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

علامہ اقبال

Marfat.com

مجاہدین کا مقام

مجاہد فی سبیل اللہ کی شان بڑی بلند و بالا ہے۔ جہاد کی کسوٹی سے گزرتا ہوا رجا و بیم کی موجوں کو عبور کر کے جب وہ کامیابی و کامرانی سے اللہ عزوجل کے دربار میں پہنچتا ہے تو اللہ کریم اُسے انعامات سے نوازتا ہے۔ یہ انعامات اس کو کہاں پہنچا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں کثرت سے احادیث اور کے اقوال موجود ہیں۔

جنت کے سو درجات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی آہ میں جہاد کرنے والے کے لئے تیار کیا ہے دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے۔ جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (بخاری)

دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے۔ تو سو درجوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین کو اپنی اپنی قربانیوں کے بعد کیا کیا درجات نصیب ہوتے ہیں۔ جیسا کسی کا کردار اور قربانی بلند ہو گی اتنا ہی مقام بلند ہو گا۔ جہاد کو اسلام میں مسلسل عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

مجاہد کا دن روزے اور رات عبادت یعنی شب بیداری میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزہ دار نماز گزار کی ہے جو بندگی پر قائم رہنے والا ہو جو نہ روزہ کو چھوڑتا ہے اور نہ نماز میں کمی کرتا ہے۔ یہ اجر اُس وقت تک قائم رہتا ہے۔ جب تک مجاہد فی سبیل اللہ اپنے گھر کو نہیں لوٹ آتا۔ (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہُوا کہ جہاد کرنے کا ثواب مسلسل روزہ رکھنے اور لگاتار نماز پڑھنے کے برابر ہے

کہاں ہم ہیں کہ نمازوں کا معاملہ بالکل صاف ہے۔ رمضان المبارک میں کھانے کے لئے پردہ کا پوری طرح اہتمام ہے۔ اگر ہم نے بڑی ہمت کی تو نماز کبھی کبھی اور روزے چند ایک، وہ بھی اگر

Marfat.com

فروری، مارچ۔ اور اکتوبر، نومبر کے ہوں ورنہ مشکل ہے۔ گرمیوں میں پیاس کا خوف اور سردیوں جاڑے کے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ لہٰذا کہاں ہم اور کہاں نماز روزہ کا تسلسل یہ خوش نصیبی ہے اور رب العزت کا کرم ہے۔ کہ کسی کو یہ مقام نصیب ہو جائے اور پھر ایک اور کرم نوازی یہ ہے کہ اس کو مال غنیمت سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔ شہادت کی صورت میں جنت نصیب ہو گی۔ جہاد کے اجر کے متعلق بخاری شریف کی حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی سے جو اس کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے۔ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اسے اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس فرمائے گا۔ یا جنت میں داخل کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

لہٰذا مجاہد ایک ایسے عظیم کام میں مصروف ہے کہ کوئی بھی صورت ہو۔ غازی ہو یا شہید دونوں صورتوں میں فلاح ہی فلاح ہے۔

کافر اور کافر کا مارنے والا کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اور کافر کا مارنے والا دوزخ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ (مسلم)

مطلب کافر کو مارنے والا مجاہد ہے۔ مجاہد اور کافر چونکہ ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کافر کی جگہ دوزخ ہے لہٰذا مجاہد قطعی جنتی ہے۔

مجاہد کے زخم

قیامت کے دن مجاہدین کے زخم تر و تازہ ہوں گے ان سے خون بہہ رہا ہو گا۔ ان سے خوشبو آ رہی ہو گی۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ قیامت کے دن آئے گا۔ اور اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہو گا۔ جس کا رنگ تو خون کا سا ہو گا لیکن خوشبو کستوری کی اور مشک کی ہو گی۔ (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی باقی مخلوق پر مجاہدین کا امتیاز ظاہر فرمائے گا۔ مخلوق کے لئے وہ باعث رشک ہوں گے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہد سب سے افضل انسان ہے

(بخاری ومسلم)

Marfat.com

جہاد کی فضیلت

مجاہد جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اسے دو صورتیں پیش آسکتی ہیں وہ لڑتا ہوا اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا دے یا دشمن کو تباہ و برباد کرتا ہوا کامیابی سے ہمکنار ہو کر غازی کا رتبہ حاصل کرلے۔ ان میں سے کوئی بھی صورت ہو۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ بے مثال ہے۔ کلام پاک میں مجاہد فی سبیل اللہ کو بڑی عظیم کامیابی اور فلاح کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

(پ ۵ ۔ نساء ۔ ع ۷)

جو شخص راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے یا غالب آجائے۔ یقیناً ہم اسے بہت بڑا بدلہ دیں گے۔

کوئی بھی حال ہو وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ مجاہد کے لیے جنت میں مختلف مدارج بنا رکھے ہیں۔ حدیث پاک ہے،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانو! جنت کے لیے اٹھو جس کا عرض اور وسعت آسمان و زمین سے بھی زیادہ ہے۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جنت آسمان و زمین کی لمبائی سے بھی زیادہ چوڑی ہے۔ فرمایا ہاں زیادہ چوڑی ہے۔ اس نے سن کر کہا۔ حضور میرے لیے دعا کر دیجئے۔ میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا تو جنتی ہے۔ اس نے جنت کی بشارت سن کر اپنی جھولی سے کھجوریں نکالیں اور کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ شاید ایک دو کھائی ہوں گی کہ دفعتہ بولا کھجوریں کھانے تک بھی جنت کا انتظار کیوں کیا جائے۔ کھجوریں پھینک کر کھڑا ہو گیا اور تلوار لیکر دشمن کے لشکر میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر لڑنے کے بعد شہید ہو گیا،

Marfat.com

دیکھ لیں اس اللہ کے بندے نے دنیا کی عارضی زندگی کو دیکھ کر اور آخرت کی آرام و آسائش سے آگاہ ہو کر ایک منٹ بھی جدائی گوارا نہیں کی۔

ع   اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

یہ دنیا ایک عارضی مقام ہے یہاں چند دن رہنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک طویل سفر کے لیے تھوڑا سا وقت ملا ہے۔ تاکہ دائمی زندگی کے لیے رخت سفر جمع کر لیں۔ لہٰذا جو جتنا کرے وہ تھوڑا ہے۔ مولانا ابوالنور محمد بشیر نے اس حقیقت کو بڑے سادہ انداز میں ایک ہی شعر میں ادا کر دیا ہے۔ دنیا کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ اے نوع بشر تیرا کیا کام ہے۔

فرماتے ہیں۔ ؎

مقامی بن کے آیا تو نہ راہی بن کے آیا ہے۔

یہ دنیا رزمگاہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے۔

مسلمان کی زندگی مسلسل جہاد ہے۔ کبھی نفسیاتی خواہشات غلبہ کرتی ہیں۔ ان سے تلوار زنی کرنی پڑتی ہے شیطان کبھی دشمن کا خوف سامنے لاتا ہے۔ اور کبھی مال و دولت کے لٹ جانے کا غم کبھی دشمن نے ناپاک نگاہیں سرحدوں کی طرف اٹھائی ہیں آئین خداوندی نے پکارا۔ وطن اور دین الٰہی بقا کے لیے جان و مال کا نذرانہ طلب کر رہے ہیں۔ بس ایک فرصت ملی تو دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ ان مخالفین کے انداز کچھ ایسے ہیں کہ عموماً دونوں اور کبھی کبھار تینوں بھی برسرپیکار ہوتے ہیں ان سے پیکار ختم نہیں ہوتی کہ آخرت کا بلاوا آجاتا ہے۔ مجاہد اس رزمگاہ سے لڑتا لڑتا اٹھ جاتا ہے۔

مجاہد سب سے افضل انسان ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ کونسا شخص افضل ہے؟ فرمایا جو اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد کرتا ہے۔ سائل نے عرض کی اس کے بعد؟ فرمایا وہ شخص جو جنگل کی کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور خدا کی مخلوق کو اپنے شر سے محفوظ

Marfat.com

رکھتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

معلوم ہوا مجاہد سب سے افضل انسان ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شہید زندہ ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

(پ۲ بقرہ ۱۵۴)

یعنی جو اللہ کی راہ میں دشمن سے جنگ کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ وہ بعد از موت زندہ ہے اس کی موت عام مسلمان کی طرح نہیں۔ صرف ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ ہماری آنکھیں انہیں دیکھ نہیں سکتیں اور نہ ہی ہم ان کی زندگی کا اپنے ذہنی تصور اور تخیل سے احاطہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ تم اس کا شعور نہیں رکھتے مطلب ان کی زندگی کیسے ہے وہ کیسے بسر کرتے ہیں۔ انسان کے ظاہری حواس اسے محسوس نہیں کر سکتے یہ باطنی دنیا ہے۔ جسے اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اہل باطن ہی دیکھ سکتے ہیں اور باطنی نگاہوں ہی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ مومن کی چار آنکھیں ہیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی۔ ظاہری آنکھوں سے ظاہری حالات کو دیکھتا ہے۔ باطنی نگاہوں سے باطنی حالات اور پوشیدہ باتیں جسے عام لوگ دیکھ نہیں سکتے۔ یہ مومن کی فراست اور نظر ہے۔ حدیث پاک ہے

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یہی وہ باطنی نگاہ ہے جس سے مومن پوشیدہ حالات کو دیکھتا ہے، جسے یہ نصیب ہو یہ زمین و مکاں کے پردے سب اس کے سامنے سے اٹھ جاتے ہیں۔ عرش و فرش سب اس کی نگاہوں کی زد میں ہوتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی وسیع وعریض دنیا انسان کی زد میں کیسے آسکتی ہے۔ وہ تو چند سو گز سے آگے نہیں دیکھ سکتی۔ دوربین لگائے تو زیادہ سے

Marfat.com

زیادہ دو تین میل تک دیکھ سکتا ہے اور بس ہمارے لیے یہی کچھ ہے۔ البتہ مرد مومن کا معاملہ کچھ اور ہے۔ اس سلسلے میں اولیا اللہ کے احوال کا مطالعہ رہنمائی کا باعث ہو سکتا ہے

اقوال بزرگان دین

غوث الاعظمؒ حضرت سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ محبوب سبحانی، قطب ربانی شہباز لامکانی کے متعلق حضرت شیخ عبدالحقؒ محدث دہلویؒ زبدۃ الاسرار میں حضور غوث الاعظمؒ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

"اے بہادرو! اے فرزندو! آؤ اور اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارا ہی نہیں قسم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق۔ نیک بخت اور بدبخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ کے علم میں غوطے لگا رہا ہوں۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کا قول کے زمین ہمارے لیے ناخن کی طرح ہے۔ گزشتہ باب میں ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخشؒ اہل اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب وہ اپنی ذات کی نفی کرتے ہیں۔ اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا کر دیتے ہیں تو ان کے اوصاف یہ ہوتے ہیں حق تعالیٰ اس کے اوصاف کا نائب ہو یعنی اس کے اوصاف کا وکیل اور اس کے تمام فعل کی نسبت اس کے ساتھ ہو۔ یہاں تک کہ اپنے کسب کی نسبت سے خلاصی پائے ہوئے ہوتے ہیں، جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جبرئیل سے خبر دی اور جبرائیل نے خداوند کریم سے جیسا کہ فرمایا۔ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا وَّ یَدًا وَّ لِسَانًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ ؀

یعنی میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کر سکتا ہے۔ یہاں تک کے میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ تب میں اس کے کان آنکھ اور ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں پھر وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے دیکھتا اور مجھ سے بولتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے یعنی

Marfat.com

جب ہمارا بندہ بسبب مجاہدہ کے ہمارا قرب حاصل کرتا ہے۔ ہم اس کو اپنی دوستی پر پہنچا دیتے ہیں اور اس کی ہستی کو اس میں فانی کرتے ہیں اور اس کی نسبت اس کے افعال سے ہٹا رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ہم سے سنتا ہے جو کچھ کہ سنتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے۔ ہمارے ساتھ کہتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے۔ ہمارے ساتھ دیکھتا ہے اور جو کچھ پکڑتا ہے۔ ہمارے ساتھ پکڑتا ہے۔ یعنی ہماری یاد میں ہمارے ذکر کا مغلوب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے غلبہ کے حال میں اس صفت کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے جو کہ بایزید نے کہا۔ سُبحانیٰ ما اَعظَمَ شَانی۔ اور جس نے کہا اس نے اس کا نشان نہ بیان کیا وہ کہنے میں سچا ہوتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلحَقُّ یَنطِقُ عَلیٰ لِسَانِ عُمَرؓ۔ یعنی عمرؓ کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت ایسی ہوتی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کی قربت بندہ پر اپنا غلبہ ظاہر کرتی ہے۔ اس کو اس کی ہستی سے نکال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسکا نطق سب کا سب اس کا نطق ہوتا ہے۔

پس حق تعالیٰ نے انبیاء اور اولیا کو یہ کراتیں عطا کیں اور اپنے فعل کی ان کی طرف نسبت کی اور ان کے فعل کی اپنی طرف نسبت کی۔ لہٰذا فعل دوستوں کا اس کا (اللہ) فعل ہوتا ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ کُنتُ سَمعَهُ الَّذِی یَسمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِی یُبصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِی یَبطِشُ بِهَا ایک اور روایت کی رو سے لِسَانَهُ الَّذِی یَتَکَلَّمُ بِهٖ جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا ہے اور چھوتا اور بولتا ہے۔ یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

ہاں تو مقصد یہ ہے کہ وہ ہماری نظر سے اوجھل اور تصور سے بالا ہے۔ اُسے پانے اور دیکھنے کے لیے ہماری باطنی نگاہ اور بالیدگی درکار ہے۔ یہ ہر کسی کو نصیب نہیں۔ لہٰذا یہ عمومی خطاب ظاہری حالت پر ہے۔ بعض واقعات ظاہر طور پر دیکھنے میں بھی آتے ہیں۔ انبیاء کرام اولیا اللہ اور شہداء کے اجسام قدسیہ اپنی قبروں میں اصلی حالت میں محفوظ ہوتے ہیں جو ان کے زندہ ہونے کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے جسم کا کھانا حرام فرمایا ہے۔ عام انسان کی نعش چند دنوں میں گل سڑ کر ختم ہو جاتی ہے۔ مٹی اور حشرات الارض کھا جاتے ہیں

Marfat.com

شہداکے واقعات

حضرت خبیبؓ کی نعش

کفارِ مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا چھوڑ دیا تھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زبیر اور مقدادؓ کو ان کی نعش اتار لانے کیلئے مدینہ سے مکہ روانہ کیا جب یہ دونوں رات میں تنعیم پہنچے تو دیکھا کہ چالیس آدمی نعش کا پہرہ دینے کے لیے سولی کے اردگرد پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت زبیر اور مقدادؓ نے ان لوگوں کو غافل پاکر نعش کو سولی سے اتار کر گھوڑے پر رکھا۔ لاش اسی طرح تروتازہ تھی کسی قسم کا اس میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ حالانکہ سولی دیئے ہوئے چالیس دن ہو چکے تھے۔ مشرکین کی جب آنکھ کھلی اور دیکھا کہ لاش گم ہے تو ہر طرف تلاش میں دوڑے۔ بالآخر حضرت زبیر اور مقدادؓ کو جا پکڑا۔ حضرت زبیر نے لاش کو اتار کر زمین پر رکھا۔ زمین شق ہوئی اور لاش کو نگل گئی۔ اسی وجہ سے حضرت حبیب بَلِیْغُ الْاَرْضِ کے نام سے مشہور ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ کفار جب حضرت خبیب کو قتل کر چکے تو ان کا چہرہ قبلہ رخ تھا۔ اس کو قبلے سے پھیر دیا چہرہ پھر قبلہ رخ ہوگیا۔ بار بار ایسا ہی کیا گیا بالآخر عاجز آکر چھوڑ دیا گیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت منہال بن عمرو تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں پھرایا گیا تو سر کے آگے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا جارہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ اَنَّ اَصْحٰبَ

Marfat.com

اِنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا یعنی بلاشبہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے تو سر مبارک نے بلند آواز سے فرمایا۔ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحٰبِ الْكَهْفِ قَتْلِىْ وَ حَمْلِىْ کہ اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

(ذکر جمیل صفحہ ۱۱۱)

ایک تابندہ اور ناقابل تردید حقیقت

صحابہ کرام رضؓ اولیا اللہ اور شہدا بعد از وفات زندہ ہیں۔ ان کو اللہ جل شانہ، رزق پہنچاتا ہے۔ ان کے اجسام قدسیہ اپنی قبروں میں بالکل محفوظ اور درست حالت میں موجود ہوتے ہیں۔ زمین کی مٹی، حشرات الارض اور کائنات کی دوسری کوئی چیز ان کے قریب نہیں جاتی ہے اور نہ ہی نقصان پہنچاتی ہے۔ اس ضمن میں ایک تابندہ اور ناقابل تردید حقیقت حال ہی میں تمام اخبارات میں شائع ہوئی ہے ملاحظہ ہو۔

چودہ سو برس بعد

چودہ سو برس بعد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک قبر سے صحیح حالت میں برآمد ہوا۔ سات صحابہ کرام رضؓ کے جسد مبارک بھی اصل حالت میں تھے۔

کراچی ۳۰ جنوری (ج ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک جس کو دفن کئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابی رسولؐ حضرت مالک بن سونائی کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضؓ کے جسد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے۔ جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ رضؓ کے جسم نہایت تر و تازہ اور اصل حالت میں تھے۔

(نوائے وقت ۳۱ جنوری ۱۹۷۸ء)

Marfat.com

حضرت ابوبکر وراق رحمتہ اللہ علیہ

آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ ہو گزرے ہیں۔ آپ کا مزار میلسی سے چھ میل کے فاصلے پر موضع دھلو میں ہے۔ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا اصلی نام ابوبکر ہے۔ آپ کا لقب تاج العارفین ہے اور تخلص وراق ہے۔ آپ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

میلسی دھلو میں ورود مسعود

میلسی میں موضع دھلو میں دریائے ستلج کے کنارے آپ کا نزول اجلال نہ صرف حیرت انگیز ہے بلکہ سبق آموز بھی اور ایک زندہ وتابندہ کرامت کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ تاریخ ملتان کا مصنف لکھتا ہے۔ کہ آپ اجمیر کے علاقہ تاراگڑھ میں ایک روز ذکر الہٰی میں مشغول تھے۔ آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ آپ کا ایک مرید کفار کے مقابلے میں جہاد میں مصروف ہے۔ اور یہ مرید آپ کی امداد کا خواہاں ہے۔ آپ کی شخصیت میں جذبہ جہاد اور خدمت خلق کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ کی شخصیت بلا مبالغہ پرتھوی راج کے عہد حکومت میں اسلام حفاظت کی ایک نمایاں دلیل تھی۔ چنانچہ آپ فی الفور گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ پہنچے اور مرید کی امداد پر راہ حق میں جہاد کیا۔ طویل معرکہ آرائی کے بعد میدان جہاد میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ آپ کا سر جسد اطہر سے الگ ہو گیا آپ اسی حالت میں بغیر سر کے میدان کارزار میں بر سر پیکار رہے اور گھوڑے پر سوار دریائے ستلج کے کنارے تحصیل میلسی کے ایک غیر معروف گاؤں دھلو میں پہنچے۔

آپ کا گھوڑا اس جگہ رات کے وقت ایک دیہاتی شیخ داؤد عرف امام الدین مہتم کے مکان پہ جا کر رکا ایک روحانی آواز نے شیخ امام الدین کو گہری نیند سے بیدار کیا جب وہ گھر سے باہر آیا تو بے سر تن جسم دیکھ کر نہ صرف محو حیرت ہوا۔ بلکہ اس پہ ایک گونا دہشت طاری ہو گئی وہ خوفزدہ ہو کر بھاگنے ہی والا تھا کہ ایک غیبی آواز نے اسے تسلی و تشفی دی۔ اس کی ڈھارس بندھائی اور اسے بتایا کہ یہ بغیر سر کے جسم ابوبکر وراق کا ہے جو جہاد کرتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں ان کا سر میدان میں پڑا ہے۔ اس کو لے آؤ۔ امام الدین نے سراسیمگی کے عالم میں دست بدست عرض کی کہ میدان جنگ میں پڑے ہوئے سینکڑوں سروں حضرت ابوبکر وراق کے سر کو کیسے

Marfat.com

شناخت کروں۔ حضرت کے لاشہ سے آواز آئی کہ میدان جہاد میں تمام شہدا کے سروں پر ایک چراغ روشن ہوگا۔ لیکن میرے سر پر چار چراغ روشن ہوں گے۔ امام الدین تعمیل ارشاد میں تاراگڑھ کی جانب روانہ ہوا اور آپ کے جسم مقدس کے ساتھ سر مبارک کو بھی نہایت تکریم و تعظیم کے ساتھ دفن کر دیا۔

(امروز ۸۔ اپریل ۱۹۷۷ء)

شہاب الدین غوری

حالیہ بارش کے دوران جہلم سے اکیس میل دور موضع دھمیک میں واقع قبر بیٹھ گئی۔ جس سے ایک پرانی نعش برآمد ہوئی ہے۔ جو تقریباً پونے سات فٹ لمبی ہے۔ باور کیا جاتا ہے کہ یہ نعش برصغیر پاک و ہند کے مسلمان بادشاہ شہاب الدین غوری کی ہے۔ جس نے ہندوؤں کی جنگی طاقت کا خاتمہ کر کے اسلام کا پرچم بنگال تک لہرایا۔ جس مقام سے یہ نعش برآمد ہوئی ہے وہ شہاب الدین غوری کی شہادت گاہ سے موسوم ہے اور اس مقام پر اس قبر کے سوا اور دوسری کوئی قبر نہیں تھی۔ اس علاقے میں موسلادھار بارش ہوئی جس کے سبب قبر بیٹھ گئی اور میت نظر آنے لگی۔ نعش درست حالت میں ہے، امروز کے نمائندہ خصوصی نے آج کرنل خواجہ خورشید سے رابطہ قائم کیا۔ جنہوں نے جہلم کے آثار قدیمہ کے بارے میں خاصی تحقیق کی اور ایک مراسلہ بھی لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ شہاب الدین غوری نے موضع دھمیک میں شہادت پائی تھی اور وہیں دفن کئے گئے تھے اور انہیں جلال آباد نہیں لے جایا گیا تھا۔ تحقیق کے مطابق اس زمانے میں ملتان کے علاقے میں مرتدین کے علاوہ گکھڑ قبیلہ بھی آباد تھا اور یہ دونوں خاصے سرکش تھے۔ شہاب الدین غوری سے قبل محمود غزنوی بھی ان کی سرکوبی کے لیے ملتان آیا تھا اور شہاب الدین غوری بھی اسی مقصد کے لیے آیا تھا اور ان قبیلوں کی سرکوبی کی۔ واپسی پر دھمیک کے مقام پر خیمہ زن تھا کہ رات کے وقت کسی نے اسے قتل کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ شہاب الدین غوری کو گکھڑ قبیلے والوں نے شہید کیا۔ غوری لشکر فوج نے نعش کو جلال آباد افغانستان لے جانے کی بجائے اسی مقام پر دفن کرنا مناسب سمجھا۔ اور اس مسلمان بادشاہ کو پورے اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ امتداد زمانہ سے قبر کا نشان معدوم ہو گیا اور بعد میں یہ روایت ہے کہ نعش جلال آباد لے جا کر سپرد خاک کی گئی تھی۔

Marfat.com

جو تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی اور کرنل خواجہ رشید نے دلائل سے ثابت کیا کہ شہاب الدین غوری کو مقام شہادت پہ سپرد خاک کیا گیا اور کچھ عرصہ پہلے تک اس قبر پہ ایک مجاور رہا کرتا تھا۔ (امروز ۲۹-جون ۱۹۷۷ء)

اللہ کی راہ میں ہجرت اور تکالیف

جنگ میں معاملہ صرف مرنے یا مارنے تک ہی محدود نہیں بلکہ کبھی دشمن قیدی بنا لیتا ہے اور کبھی قتل کر دیتا ہے۔ دشمن ملک کے کسی حصہ پر قبضہ کرے تو گھر چھوڑنا پڑتا ہے۔ مال و دولت ضائع ہو جاتے ہیں۔ گھر مکان تباہ ہو جاتے ہیں عزیز و اقارب جنگ کی نظر ہو جاتے ہیں۔ انسان پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ غموں کا پہاڑ اس کے سر پہ آگرتا ہے۔ وہ سب کچھ قبول کر لیتا ہے۔ کبھی مسلمان اپنی مرضی سے اپنے دین پر قائم رہنے کے لیے پرامن جگہ کی تلاش میں خود وطن چھوڑ دیتا ہے۔ ہجرت حبشہ ہجرت مدینہ منورہ اور ۱۹۴۷ء میں ہندوستان اور کشمیر سے پاکستان کی طرف مسلمانوں کی ہجرت یہ وہ مثالیں ہیں جہاں مسلمانوں نے محض دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنے اور طاغوتی طاقتوں کی دست برد سے بچنے کے لیے اپنا پیدائشی وطن چھوڑ دیا۔ گھر مکان اور جائیداد کو خیر آباد کہا ان کے متعلق ارشاد ہے

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○ (پ۔ آل عمران - ع)

پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذا دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کئے گئے اور میں ضرور ان کی خطائیں ان سے دور کر دونگا اور انہیں یقیناً جنت میں لے جاؤں گا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ ہے ثواب اللہ کی طرف سے اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

هَاجَرُوْا (ہجرت کرنے والے) کی مثال گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔ اُخْرِجُوْا

Marfat.com

مثال دیا کر ہم عرب اسرائیل جنگ اور فلسطینیوں کا مسئلہ ہم سب دیکھ رہے ہیں ستم رسیدہ مسلمان برسوں سے دوسرے ملکوں میں کیمپوں میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ مصائب جھیل رہے ہیں۔ یہودیت اپنے عزائم کی خاطر ان بے گناہوں کو ظلم کی چکی میں پیس رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مظلوموں کی مدد فرمائے انہیں کامیابی نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

مقبوضہ کشمیر سے بھارتی ظلم واستبداد کا شکار مسلمان عرصہ دراز تک چھپ چھپ کر پاکستان کی طرف نقل مکانی کرتے رہے ہیں۔ سابقہ مشرقی پاکستان سے بہاری مسلمانوں کا زبردستی اخراج بھارتی عزائم کی تکمیل کا ایک گھناؤنا شاخسانہ ہے۔ ان کے ساتھ کیا کچھ ہوا اور کیا گزری۔ یہاں ان حالات کی تفصیل میں جانا میرا مقصد نہیں البتہ وہاں کے مسلمان بھائیوں کے لیے یہ قیامت صغریٰ تھی۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں جب بھارت نے پاکستان کو ختم کرنے کا ناپاک منصوبہ شروع کیا تو لاکھوں لوگوں کو اپنے گھر چھوڑنے پڑے وہ تہی دست وہاں سے نکلنے پر مجبور تھے انہوں نے سب کچھ بھارتی عزائم کی بھینٹ چڑھا دیا،

اب تیسرا طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں جنگ لڑتے ہیں یہ مجاہدین ہیں کفار کو تہہ تیغ کرتے ہیں۔ کبھی خود بھی شہادت کی لازوال نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات دشمن کے ہاتھوں قید ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ:۔ جو میری راہ میں تکلیف دیے گئے۔ مسلمانوں نے وطن کیوں چھوڑا مال ودولت کیوں لٹائے اپنی اور اپنے عزیز واقارب کی قربانیاں کیوں پیش کیں۔ مصائب کو کیوں خوش آمدید کہا۔ وطن چھوڑ کر دور دراز سفر کیوں کیے۔ محروم نصیباں ہو کر دوسروں کے محتاج اور دست نگر کیوں ہوئے۔

محض اس لیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر عمل پیرا رہ سکیں۔ اپنی زندگی اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق بسر کرسکیں۔ اس طرح یہ سب کچھ اللہ کی خاطر ہوا۔ اس سلسلے میں جو تکلیفیں اور مصائب برداشت کیے وہ اللہ کی راہ میں شمار کیے جائیں گے۔ مجاہد جب دشمن کے قابو میں آجاتا ہے۔ دشمن اسے بھوک اور پیاس سے تکلیف دیتا ہے۔ تنگ وتاریک کوٹھریوں میں بند کر دیتا ہے۔ سردیوں میں سردی اور گرمیوں میں مزید گرمی

Marfat.com

پہنچانے کا بندوبست کرتا ہے۔ اس سے جنگی راز حاصل کرنے کے لیے ذہنی اور بدنی تکلیفیں دیتا ہے۔ ڈراتا دھمکاتا ہے۔ لالچ دیتا ہے۔ رنگارنگ کے حربے اور طریقے اختیار کرتا ہے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے وہ کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ مجاہد وطن اور قوم کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ اس سے ذاتی طور پر کسی کو کوئی دشمنی نہیں۔ بلکہ کفار کی اسلام دشمنی کی وجہ سے مصائب کے لیے تختہ مشق بنتا ہے۔ دین اسلام کی اور وطن کی حفاظت کے صلے میں اس نوبت کو پہنچا ہوا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ ہجرت کرنے والے۔ اپنے ملک سے نکالے جانے والے اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں تکلیفوں کے انداز نرالے ہیں۔ تو اس کے صلے میں اللہ رب العزت نے ان سب کے لیے ایک اجر رکھا ہے۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ -

ہم ضرور ان کی برائیاں ان سے ہٹا دیں گے

ان کی خطائیں معاف کر دیں گے۔ قیامت میں ان کے گناہوں اور غلطیوں پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ اللہ ان کو ان تکالیف کے صلے میں جو انہوں نے اللہ کی راہ میں اٹھائیں ہیں۔ معاف فرما دے گا۔ گناہ دھل جائیں گے۔ اور اس کے بعد کیا ہوگا۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یقیناً ہم انہیں داخل کریں گے۔ جنت میں (باغوں میں) جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ لہٰذا اگلا کرم جنت کا پروانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت کی ابدی نعمتیں عطا فرما دیتا ہے۔ اس میں باغ ہیں۔ نہریں جاری ہیں جو چاہو وہ حاضر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان کی قربانیوں کا صلہ ہے اور یہی بہترین صلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جزا اور عنایت کے مقابلے میں دوسری کوئی چیز نہیں۔ اس سے بہتر معاوضہ دینے والا اور کوئی نہیں۔

مذکورہ آیہ کریمہ میں تفصیل سے وہ واقعات اور حالات بیان کر دیئے گئے ہیں، جو ایک مسلمان اور مجاہد کو پیش آتے ہیں۔ اس میں جہاد کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہے۔ مسلماں نے کسی بھی شکل میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کا مستحق ہے۔ اسی لیے کہ جو کچھ کیا وہ اسلام کی خاطر تھا۔ ؎

نہ اپنی آن کی خاطر نہ اپنی شان کی خاطر
فقط اسلام کی خاطر، فقط ایمان کی خاطر

Marfat.com

جہاد میں اپنی ہی بھلائی ہے

مسلمان اور مجاہد جو کچھ کرتا ہے۔ وہ اس کے اپنے لیے ہے۔ اس کی اپنی فلاح اور کامیابی ہے۔ اسی کا صلہ اُسی کو ملتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جو اللہ کی راہ میں کوشش کرتا ہے سو وہ اپنے ہی نفس کے لیے کرتا ہے۔ بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہانوں سے۔

ہم اللہ جل جلالہٗ کے احکام کی پابندی کریں یا نہ کریں۔ اس کی ربوبیت کا اقرار کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور ربوبیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ ہمارے پابندی احکام اور اقرار کا محتاج نہیں۔ ہم جہاد کرکے اس پر احسان نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس نے اپنے فضل سے مسلمان کو اس کی توفیق دی۔ ابدی زندگی کے لیے سامان مہیا کرنا نصیب فرمایا جو کچھ یہاں بویا جائے گا۔ وہی وہاں کاٹا جائے گا۔

مرد آخر بین

ایک حکایت ہے، کسی ملک میں دستور تھا کہ ایک معینہ مدت کے لیے بادشاہ کا تقرر کیا جاتا ہے۔ مدت بادشاہت پوری ہو جانے کے بعد بادشاہ کو کسی ویران جزیرے میں بھیج دیا جاتا۔ جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی اور نہ سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ۔ اس جزیرے کا پانی اتنا کڑوا تھا کہ حلق کے نیچے نہ اترتا تھا۔ الغرض بادشاہ اس جزیرے میں چند دنوں کے اندر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بھوکا پیاسا مر جاتا تھا۔

بادشاہ کو موت کے حوالے کر کے، ارکان سلطنت بادشاہ کا تقرر اس طرح کرتے کہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے جو شخص سب سے پہلے انہیں نظر آجاتا اسے اپنا بادشاہ بنا لیتے تھے۔

ایک دفعہ وہ ایک بادشاہ کو جزیرے کی نذر کر آئے اور دوسرے دن دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اچانک ایک غریب شخص نمودار ہوا۔ انہوں نے اجنبی کو پکڑا اور تخت پر

Marfat.com

بٹھا دیا۔ وہ بہت گھبرایا کہ کچھ مدت کے بعد اُسے بھی ویران جزیرہ میں موت کے حوالے کر دیا جائے گا۔ وہ دن رات یہی سوچتا رہا کہ کسی نہ کسی طرح میں جزیرہ کی سزا سے محفوظ رہوں! آخر اُسے ایک تدبیر سوجھی۔ جس پر اس نے فوراً عمل کیا اس نے حکم دے دیا کہ موجودہ دارالخلافہ کی بجائے اس ویران جزیرہ کو دارالخلافہ بنا دیا جائے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بادشاہ نے ویران جزیرہ کو آباد کر دیا۔ وہاں باغات لگوائے نہریں کھدوائیں مکانات تعمیر کروائے جب پورا شہر بن گیا تو اس نے پایہ تخت کو وہاں منتقل کر دیا۔ اب اُسے جزیرے کی سزا کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ کیونکہ وہاں زندگی کی تمام سہولتیں میسر آ چکی تھیں

یہی حال انسان کا ہے۔ ایک معینہ مدت کے بعد اسے دار فانی سے دار بقا کی طرف جانا ہوتا ہے۔ وہاں کا منظر بڑا ہولناک ہے، اگلے جہاں میں نہ کوئی سر چھپانے کی جگہ ہوگی اور نہ کھانے پینے کی کوئی چیز اور گرمی سے بچنے کے لیے نہ کوئی سایہ ہوگا ایک عجب ہولناک منظر ہوگا۔ اس جہاں کو آباد کرنے کے لیے ہمیں اس جہاں میں ایسی کوششیں کرنی چاہییں۔ جس سے ہم اس جہاں کی سزا سے بچ سکیں۔ مسلمان مال و جان کی قربانی دے کر۔ صدقات و خیرات اور زکوٰۃ دے کر اگلے جہاں میں اپنے لیے گھر اور باغات بنوا سکتا ہے۔ انسان فلاح کے کام کر کے اگلے جہاں میں اپنی فلاح کا انتظام کر سکتا ہے۔

مجاہدین کا قیامت کا حال

قیامت کے دن تمام مخلوق میدان محشر میں جمع ہو گئی۔ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکے گا کہ یہ کون ہے۔ لیکن مجاہدین تمام لوگوں سے ممتاز ہوں گے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی انسان میں جہاد کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں کرے گا۔ جس شخص کے پاؤں جہاد کے راستے میں گرد آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے تیز گھوڑے کی ہزار سال رفتار کے فاصلہ کی مثل دور کر دے گا جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوگا اس پر شہداء کے نام کی مہر لگا دی جائے گی۔ قیامت میں وہ

Marfat.com

زخم نور سے چمکتے ہوں گے۔ مجاہد کے زخموں کا رنگ زعفران کا سا ہوگا۔ اس کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ جس کے سبب مجاہد کو تمام اہل محشر پہچان لیں گے (احمد ملخصاً)

مجاہد کو اللہ تعالیٰ جنت کی ضمانت دیتا ہے

جب ایک بار انسان جہاد میں شامل ہو جاتا ہے، تو اسے جنت کی ضمانت مل جاتی ہے۔ خواہ اس کی موت بعد میں کیسے ہی کیوں نہ واقع ہو اور اگر زندگی میں دوبارہ سہ بارہ موقع آتا ہے۔ جہاد کے لیے ضرورت ہے تو اس پر حالات کے مطابق احکام لاگو ہوں گے۔ ضرورت ہونے کے باوجود اگر وہ اس خیال سے شامل نہیں ہوتا کہ جنت کی ضمانت تو ہے ہی۔ کون بار بار مشقت میں پڑے تو اس ضمن میں۔ حضرت کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کے قصہ نقل کیا گیا ہے۔

البتہ اگر دوبارہ موقع ہی نہ آئے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ جنت کی ضمانت کے متعلق، حدیث پاک ہے۔

حضرت سیرہ بن حاکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کو جہاد سے روکتا ہے اور کہتا ہے اگر تو جہاد میں گیا اور مارا گیا تو ناحق تیری جان جائے گی۔ مال تقسیم ہو کر دوسروں کے پاس چلا جائے گا اور بیوی بھی کسی اور شخص سے نکاح کرے گی۔ جو شخص شیطان کے بہکانے میں نہیں آتا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرنے کا ضامن ہے۔ وہ شخص خواہ کسی طرح مرے پانی میں غرق ہو جائے یا گھوڑے سے گر کر مرے یا اپنے بستر پہ مرے ہر حالت میں جنت کا مستحق ہے۔ (نسائی۔ ابن ماجہ۔ ملخصاً)

جہاد کی نیت سے نکلنا ہی عظیم نعمت ہے

یہ تو کسی کو خبر نہیں کہ موت کہاں اور کس حال میں آئے شہادت نصیب ہو یا نہ ہو۔ دشمن سے نبرد آزما ہونے کا موقع ملے یا نہ ملے آب و دانہ کی مقدار کہاں ختم ہو جائے گی۔ کسی کو معلوم نہیں۔ دشمن سے لڑنے کے بعد تو ثواب ضرور ملتا ہے۔ لیکن اللہ رب العزت جہاد کے سلسلے میں مجاہد کی نیت ہی دیکھ کر اس کا عمل قبول کر لیتا ہے۔

Marfat.com

اور وہ مجاہد جو جہاد کی نیت سے نکلا اور کسی وجہ سے جہاد میں شرکت کے بغیر اس جہاں سے چل بسا اللہ تعالیٰ اسے بھی شہادت کے بے مثال رتبے سے نوازتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص گھر سے فقط جہاد کی نیت لے کر نکلا اور اس کو صرف اللہ تعالیٰ کے ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہی نے میدان جہاد میں جانے کے لیے مجبور کیا تو یہ شخص اللہ کی ضمانت میں ہے۔ اگر مر جائے گا تو خدا اس کو جنت میں داخل کرے گا اگر زندہ واپس ہوگا تو اجر یا غنیمت لے کر واپس ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ شہید قیامت میں اپنے زخموں کی اصل حالت اور ہیت پر آئے گا۔

زخموں کے خون کی رنگت تو سرخ ہی ہوگی۔ لیکن اس میں سے خوشبو مشک کی سی آ رہی ہوگی۔ خدا کی قسم اگر مقامی لوگوں کو میری ضرورت نہ ہوتی تو ہر اس لشکر میں شریک ہوا کرتا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا۔ خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ میں خدا کے راستے قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔ (مسلم بطولہ)

مجاہد جنت کی تینوں منازل کا مکین ہے

جنت کی ہیئت شکل و صورت اور وسعت کا اندازہ کرنا یہ انسانی ذہن کے لیے ناممکن ہے۔ اس کے درجات۔ محلات باغات، نہریں، اور حوریں انسانی تخیّل اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کی وسعت درجات اور نعمتوں کو اللہ ہی جانتا ہے بہر حال مجاہد کو وعدہ دیا گیا ہے کہ جنت کے تینوں حصوں میں ایک ایک مکاں عطا کیا جائے گا۔ شافع محشر نے اس کی ضمانت لے رکھی ہے۔ حدیث پاک ہے،

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور خدا کے راستے میں جہاد کیا۔ میں اس کو ایک مکان جنت کے نیچے کے حصے میں اور ایک مکان وسط جنت میں اور ایک مکان جنت کے اعلیٰ درجوں میں دلانے کا ضامن ہوں۔ (نسائی۔ ابن ماجہ، لطولہ)

Marfat.com

جہاد کے پہلے ہی روز تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

مجاہد جب جہاد کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے تو روز اول ہی سے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں الحمد اللہ جہاد کا کس قدر بلند مقام ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے یا حج کرنے کے ارادے سے کوئی مسلمان گھر سے نہیں چلتا مگر سورج اس کے گناہوں کو ساتھ لے کر غروب ہوتا ہے۔ (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ حج یا جہاد کرنے والے کے تمام گناہ اسی روز معاف ہو جاتے ہیں جس روز وہ اپنے گھر سے نکلتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خواہش نبوی

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے میں اسکو بہت پسند کرتا ہوں کہ خدا
کی راہ میں مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر
مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں

بخاری

Marfat.com

شوق شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ

اے بار خدایا مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور میری قبر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر میں بنا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کے مرتبے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا۔ تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔ معلوم ہوا آپ کا رتبہ بارگاہِ الٰہی میں بہت بلند ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مقبول ہستی ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان یہ ہے "عمر چلتا پھرتا نور ہے" نور روشنی کا نام ہے۔ جو اندھیرے میں اجالا کرے۔ مراد ایسی ہستی ہیں کہ کفر و شرک ان کی مساعی جمیلہ سے چھٹ جائے گا۔ ہر طرف اسلام کا نور ہی نور پھیل جائے گا۔ اور فی الواقع آپ کے عہدِ خلافت میں اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔ سب سے زیادہ فتوحات آپ کے عہد میں ہوئیں۔ اسلامی سلطنت کی حدود طرابلس سے لے کر دریائے سندھ تک پھیل گئی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خلیفہ مقرر کرنے کے لئے صحابہ کرام سے رائے لی۔ انہوں نے مختلف مشورے دیئے۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ کی موجودگی میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رویہ سخت تھا۔ اب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو خدا جانے کیا کریں گے۔ اب آپ خدا کے ہاں جا رہے ہیں۔ تو خدا کو کیا جواب دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اُس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ جو سب سے اچھا تھا"

عشقِ رسول: علامہ اقبال کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے تو

Marfat.com

درخت تعظیم سے جھک جاتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تامل جواب دیا۔ کہ واقعی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ لیکن بھائی! یہ واقعہ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق بتاتا ہے۔ کہ اُن کی آنکھیں یہ دیکھتی تھیں کہ درخت جھک رہے ہیں۔ اگر تمہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں نصیب ہوں تو تم بھی دیکھو گے کہ دنیا ان کے سامنے جھک رہی ہے۔

ع عقلِ انسانی ہے فانی زندہ جاوید عشق

حضور سیّدِ عالم کو پہاڑوں اور درختوں کا سلام کہنا :۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم مکہ مکرمہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گرد و نواح میں جاتے۔

فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ۔

تو جو پہاڑ (پتھر) اور درخت بھی سامنے آتا وہ کہتا سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(ذکرِ جمیل صفحہ ۶۸ بحوالہ دارمی مشکوٰۃ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستونِ حنانہ کے ساتھ کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔

فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ۔

تو جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ تو ہم نے سنا کہ وہ ستون دردناک لہجے میں رونے لگا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور اپنا دستِ مبارک رکھا (تاکہ اس کو تسکین ہو)

(ذکرِ جمیل صفحہ ۶۸ بحوالہ بخاری شریف کتاب الجمعہ)

مذکورہ روایتوں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وجلالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جنگِ نہاوند اور حضرت ساریہ کو عمر کی للکار۔

نہاوند ملک ایران میں واقع ہے۔

کفار سے جنگ ہو رہی تھی۔ حضرت ساریہ فوج کے سپہ سالار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے دورانِ خطبہ جمعہ پکار کر جنگی احکامات دیئے۔ مدینہ منورہ اور میدانِ جنگ کا فاصلہ تقریباً ۹۰۰ میل ہے۔ تاریخ الخلفاء میں یہ قصہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

بیہقی وابونعیم نے دونوں نے دلائل نبوت میں، لالکائی نے شرح السنۃ میں اور ان کے والد نے فوائد میں ابن اعرابی نے کراماتِ اولیاء میں، خطیب نے رواۃ مالک میں، نافع کے ذریعے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساریہ کو سالار فوج بنا کر روانہ کیا تھا۔ ایک دن آپ نے دورانِ خطبہ جمعہ تین مرتبہ فرمایا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" تھوڑے دنوں کے بعد اس فوج کا فرستادہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دریافت حالات پر فرستادہ نے کہا۔ اے امیرالمومنین ایک مرتبہ ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اس موقع پر ہم نے یہ آواز تین مرتبہ سنی "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ ہم نے پہاڑ کی طرف رخ کر لیا۔ اور اللہ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دی۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو، کمانڈر انچیف ساریہ بن پہاڑ کے پاس مصروفِ جنگ تھے۔ وہ ایران میں نہاوند شہر کے پاس ہے۔

ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے، کہ والد بزرگوار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب نے جمعہ کے خطبہ کے دوران تین مرتبہ فرمایا "ساریہ پہاڑ کی طرف" اور دشمنانِ اسلام پر نرمی کرنا جائز نہیں ہے، یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ اب گھمسان کا رن پڑے گا۔ غرضیکہ خطبہ کے بعد لوگوں کی دریافت پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا" مجھے دکھائی دیا کہ مشرک ہمارے مسلمان بھائیوں کو شکست

Marfat.com

دینے والے ہیں۔ اور وہ پہاڑ کی جانب سے بھرپور حملہ کے لئے تیار ہیں، اگر مسلمان ادھر رخ کریں تو ایک ایک کو چن چن کر مار دیں گے۔ ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ میری زبان سے وہ الفاظ نکلے جنہیں تم نے سنا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد مشہر نامی شخص مدینہ آیا۔ اور اس نے بھی کہا کہ ہم سب نے فلاں تاریخ امیرالمؤمنین کا یہ حکم نہاوند پہاڑ کے پاس سنا تھا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ بہ تعمیل حکم اللہ نے ہم کو فتح یاب کیا۔ ابونعیم نے عمرو بن حارث کی زبانی لکھا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس دوران میں ایک مرتبہ نیچے اترے اور تین مرتبہ فرمایا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" اس کے بعد پھر برسر منبر جا کر خطبہ پڑھنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر بعض حاضرین مسجد نے کہا انہیں جنون ہو گیا ہے۔ بعد اختتام نماز عبدالرحمن بن عوف نے حاضر ہو کر کہا، آپ کے آج کے دوران خطبہ کے الفاظ سے لوگوں میں چہ میگوئی ہو رہی ہے۔ کیونکہ آپ نے باآواز بلند دو بہ بانگ درا فرمایا "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" حالانکہ مسجد میں ساریہ اور پہاڑ موجود نہ تھے۔ براہ کرم اس واقعہ کی حقیقت بیان فرما دیجئے۔ جواب دیا میں نے اسلامی دشمنوں کو دیکھا کہ وہ آگے پیچھے سے گھیرا ڈال کر مسلمانوں کو قتل کر دینا چاہتے ہیں، چنانچہ میں نے ساریہ کو پہاڑ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ساریہ کا قاصد معہ جنگی رپورٹ دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا کہ ہم کو شکست ہونے والی تھی۔ کہ جمعہ کے دن ہم نے دو مرتبہ یہ آواز سنی "اے ساریہ پہاڑ کی طرف" چنانچہ ہم لوگوں نے پہاڑ کی طرف رخ کیا۔ اور دشمن کی جرار فوج کو اللہ نے شکست دی۔ ہم نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے

(اس بیان کے باوجود بھی طعنہ دینے والے کہتے ہیں، کہ یہ سب من گھڑت ہے)

واقعہ مذکورہ کی دید کی مثال یوں ہے۔ مولانا جلال الدین رومی جنہیں علامہ اقبال اپنے کلام میں مولائے روم کے نام سے پکارتے ہیں فرماتے ہیں جب مومن کا ایمان حقیقی ہوتا ہے۔ تو وہ سب ایسے فعل کرتا ہے جو بالکل برحق ہوں، یہ خواہ اس کے اپنے جذبے سے ہوں۔ یہ جو کہتے ہیں۔ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیغمبران علیہ السلام کے بعد دوسروں پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ کیوں نازل نہیں ہوتی؟ نازل ہوتی ہے۔ مگر اسے وحی نہیں کہتے۔ معنی یہ ہیں کہ وہ کہتا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

جب وہ خدا کے نور سے نظر ڈالتا ہے۔ تو سب کو دیکھتا ہے۔ اول کو اور آخر کو غائب کو

Marfat.com

اور حاضر کو اس لئے کہ نورِ خدا سے پوشیدہ کوئی چیز کیسے رہ سکتی ہے۔ اگر کوئی چیز پوشیدہ رہ جاتی ہے تو وہ نورِ خدا نہیں۔ پس وحی کا ہم معنی ہے۔ اگرچہ اسے وحی نہیں کہتے۔" مومن کا قلب خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، پرندہ اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے۔ اور مومن اپنی ہمت سے"۔

(ملفوظات رومی)

مذکورہ واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و فراست کے لحاظ سے انتہائی درجے پر فائز تھے۔ دنیاوی زمان و مکان کے پردے آپ کی نگاہوں میں حائل نہ تھے اور پھر سب سے بڑھ کر آپ "عشرہ مبشرہ" میں سے ہیں۔ یعنی جن دس حضرات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ہی قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ اس میں آپ بھی شامل ہیں۔ یہ سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود آپ نے شہادت کے لئے دعا کی۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ شہادت کا مقام بڑا بلند ہے۔ جنتی ہونے کے باوجود اس کا شوق ہے۔ انسان دعا اسی لئے کرتا ہے جس کا شوق ہو۔ اور شوق ہمیشہ انوکھی ہی چیز اور مقام کا ہوتا ہے۔ اور مومن کا جہاد سے مطمع نظر یہی ہوتا علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن　　نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی!

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑی کرم نوازیاں اور آسانیاں فرمائی ہیں۔ اگر انسان خلوصِ نیت سے شہادت کا خواہاں ہو اور شوق رکھے تو جنگ میں شرکت کا موقعہ ملے یا نہ ملے۔ انسان کی موت خواہ کسی حال میں ہو، اللہ تعالیٰ شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حدیث پاک ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص سچے دل کے ساتھ خدا تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا مرتبہ عنایت کرتا ہے، خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔ (مسلم)

اس سے یہی مراد ہے۔ کہ خلوص نیت سے دعا کرنے والا خواہ شہید ہو یا نہ ہو۔ مگر اس کو ثواب شہادت مل جاتا ہے۔ ایک اور حدیث پاک میں یوں وارد ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ جو شخص خدا کے راستے میں کفار سے صرف اتنی دیر لڑا جتنی دیر میں ایک اونٹنی کا دودھ

Marfat.com

دوہا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ جس نے سچے دل سے شہادت مانگی پھر مر گیا۔ یا مارا گیا۔ اس کو شہادت کا ثواب ہے۔ جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا تو وہ قیامت میں اس شان کے ساتھ آئے گا۔ کہ اس کے زخموں سے خون ٹپکتا ہو گا۔ خون کی رنگت زعفران کے مشابہ ہو گی۔ اور خون میں مشک کی بو آتی ہو گی۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن جحش اور سعد بن ابی وقاص کی دعائیں

غزوہ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا۔ کہ آؤ مل کر دعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر مل کر دعا کی۔

حضرت سعد کی دعا:۔

آپ نے دعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ کرنے والا ہو۔ وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زوردار حملہ کروں۔ پھر اس پر مجھے فتح نصیب فرما۔ کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں۔ اور اس کی غنیمت حاصل کروں حضرت عبداللہ نے آمین کہی۔

حضرت عبداللہ کی دعا:۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ کرنے والا ہو۔ میں اس پر شدت سے حملہ کروں۔ وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے۔ اور پھر وہ مجھے قتل کر دے۔ پھر میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر جب قیامت میں تیرے حضور پیش ہوں۔ تو تو کہے کہ عبداللہ تیرے کان کیوں کاٹے گئے۔ میں عرض کروں۔ یا اللہ تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے۔ پھر تو کہے یہ سچ ہے۔ میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی۔ اور دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگیں تھیں۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں پروئے

Marfat.com

ہوئے ہیں۔ احد کی لڑائی میں ان کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ٹہنی عطا فرمائی۔ جو ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی۔ اور عرصہ تک بعد میں رہی۔ اور ۲۰۰ دینار کی فروخت ہوئی۔ مذکورہ قصہ میں کمال بہادری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت کا کمال شوق ہے۔ بدن ٹکڑے ٹکڑے کرانے کی تمنا ہے۔ ؎

مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں رہے گا کوئی تو تیغِ ستم کے یادگاروں میں

لنگڑے صحابی کا شوق شہادت:۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں سے لنگڑے تھے۔

غزوہ احد میں آپ کو بھی لڑائی کا شوق پیدا ہوا۔ لوگوں نے کہا تم معذور ہو۔ لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے۔ آپؓ نے فرمایا کیسی بری بات ہے، کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں۔ اور میں رہ جاؤں۔ آپ کے چاروں بیٹے لڑائی میں شریک تھے۔ بیوی نے ابھارنے کے لئے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی کہ وہ لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آئے ہیں۔ عمرو نے یہ سن کر ہتھیار لئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ اللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ اے اللہ مجھے اپنے اہلِ خانہ کی طرف نہ لوٹائیو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنے کا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو معذور کیا ہے، تو نہ جانے میں کیا حرج ہے، مراد آپ پر کوئی گرفت نہیں۔ آپ کو اس کا حکم نہیں۔ انہوں نے پھر خواہش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لڑائی میں دیکھا کہ اکڑتے ہوئے جاتے تھے۔ اور کہتے تھے خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں۔ ان کا ایک بیٹا بھی ان کے پیچھے دوڑا ہوا جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لئے مدینہ منورہ لانے لگیں۔ تو وہ اونٹ بیٹھ گیا۔ بڑی دقت سے اس کو مار کر اٹھایا اور مدینہ منورہ لانے کی کوشش کی۔ مگر وہ احد کی طرف منہ کرتا تھا۔ ان کی بیوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے۔

Marfat.com

کیا عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے کچھ کہہ گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ۔ آپ نے فرمایا اسی وجہ سے اونٹ اس طرف نہیں چلتا۔

یہ ہے سچا عشق الٰہی جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں جان قربان کرنے اور شہادت حاصل کرنے کا شوق اونٹ بھی ان کی دعا کے اثر سے مدینہ منورہ کی طرف نہیں جاتا۔

حضرت منذر۔ شہادت چھوڑ کر جانا مجھے پسند نہیں :۔

بیئر معونہ ایک مشہور لڑائی ہے جس کا تفصیلی ذکر صحابہ کرام کے باب میں گذر چکا ہے اس میں ۷۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے۔ جن کو قراء کہتے ہیں۔ حضرت منذر اور عمرو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے واپس آکر دیکھا کہ ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ سوار خون آلودہ تلواروں سے ان کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ یہ حالات دیکھ کر دونوں حضرات نے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ عمرو بن امیہ نے کہا چلو واپس چل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دیتے ہیں۔ مگر حضرت منذر نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جائے گی میرا دل تو نہیں مانتا کہ شہادت چھوڑ کر اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں۔ آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو۔ چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت منذر شہید اور حضرت عمرو گرفتار ہوئے جہاں ۷۰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری جماعت ہی شہید ہو چکی تھی وہاں دو صحابہ کی جنگی لڑائی سے کیا وقعت ہو سکتی تھی وہ خواہ کتنا ہی کفار کو جہنم رسید کرتے آخر ان کی باری آنی ہی تھی۔ عقل تو یہی مشورہ دیتی ہے۔ کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو موت کے منہ میں نہ ڈالو۔ چپکے سے بھاگ چلو لڑنے سے کامیابی کیا ہو گی جان ہی جائے گی لیکن خرد کا انداز اور ہے۔ عشق کا مقام اور ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بتکدہ تصورات

Marfat.com

چنانچہ یہاں عشق اور شوقِ شہادت نے رہنمائی کی کہ یہاں سے جانا تو ہے ہی لیکن آج شہادت کا امکان یقینی اور حتمی ہے، نا معلوم پھر موقع ملے یا نہ ملے۔

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

لہذا بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لو۔ ہاتھ آئی ہوئی جنت کو ہاتھ سے مت نکلنے دو۔ یہی وہ ہستیاں ہیں اسلام جن پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ زندگی سے موت ان کو کہیں زیادہ محبوب تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی جب دنیا میں کام ہی ایسے کئے تھے جن پر اللہ کے ہاں سرخروئی تھی۔ اور آخری کام وہ کیا کہ سب سوال وجواب سے اپنے آپ کو آزاد کروا لیا۔

ابن ملجم خارجی کو مار دیا تو مجھے شہادت کس کے ہاتھ سے نصیب ہو گی حضرت علی رضی اللہ عنہ

ایک روز کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اور صاحب بھی ساتھ تھے۔ راستے میں دیکھا کہ ابن ملجم خارجی درخت کے نیچے سویا ہوا ہے۔ چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی تھی۔ کہ حضرت علی ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں شہید ہوں گے۔ اِن صاحب نے فرمایا۔ یا حضرت ابن ملجم ہاتھ آیا ہوا ہے۔ یہ آپ کا قاتل ہے۔ بہتر ہے اسے ابھی قتل کر دیا جائے۔ تا کہ معاملہ ہی ختم ہو جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر آج اسے مار دیا تو پھر مجھے شہادت کیسے نصیب ہو گی۔ میں خلیفہ وقت ہوں اگر چاہوں تو ویسے بھی اسے مروا سکتا ہوں۔ یہ میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ لہذا اسے رہنے دو تا کہ مجھے شہادت نصیب ہو۔ شہادت کا کس قدر شوق ہے۔ کس قدر پیاری ہے۔ کہ قدرت اور وسائل ہونے کے باوجود اپنے قاتل کو ختم نہیں کرتے مبادا کہ شاید پھر کوئی میری طرف آنکھ نہ اٹھائے۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیرِ خدا اور صاحب ذوالفقار کے خطاب سے نوازا ہے۔ کسی کی مجال ہے میدانِ جنگ میں ان پر غالب آ جائے۔ لہذا یہی ایک سامان تھا اسے محفوظ رہنے دیا۔

موت شراب سے زیادہ محبوب ہے۔

جنگ قادسیہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو سپہ سالار مقرر کیا۔ شاہ کسریٰ یزدجرد نے رستم کو مقابلہ پر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو جنگی احکامات اور دیگر امور کے متعلق وصیت فرمائی اور روانہ کر دیا۔ حضرت سعد نہایت بشاشت سے لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ آپ نے رستم کو خط لکھا۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔ فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُّحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا تُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَا۔ بے شک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔

اللہ تجھ غازی کو کامیاب و کامران کرے:۔

غزوہ موتہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے زید بن حارثہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ روانگی میں تھوڑی دور تک ان کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر سے روانہ کیا اور کامیابی کی دعا کی۔ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو سلامتی کے ساتھ کامیابی کے ساتھ واپس لائے۔ ہر قسم کی برائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اس موقع پر تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے پہلے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو جس سے میرے خون کے فوارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گذریں تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ غازی کو رشید اور کامیاب کرے۔ واقعی تُو تو رشید اور کامیاب تھا اس کے بعد یہ حضرات روانہ ہو گئے۔

شرجیل ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلا۔ تھوڑا آگے چل کر معلوم ہوا کہ خود ہرقل شاہِ روم بھی ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلا کے لئے آ رہا ہے۔ اس خبر سے لشکر اسلامی میں کچھ تردد ہوا کہ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیا جائے۔ یا اور کمک کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اطلاع دی جائے۔

اس موقع پر عبداللہ بن رواحہ نے للکارا اور فرمایا اے لوگو تم کس بات سے گھبرا رہے ہو؟ تم کس چیز کے ارادے سے نکلے ہو۔ تمہارا مقصود شہید ہو جانا ہے۔ ہم لوگ کبھی قوت اور آدمیوں کی کثرت کے زور سے نہیں لڑتے ہم صرف اس دین کی وجہ سے لڑتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا۔ آگے بڑھو اور دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضرور ہے شہادت

Marfat.com

یا غلبہ یہ سن کر مسلمانوں نے ہمت کی اور آگے بڑھے حتیٰ کہ لڑائی شروع ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس جنگ میں تین مسلمان سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ کو یکے بعد دیگرے شہادت کی صورت میں امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ پہلے زید اور حضرت جعفر رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ کو آواز دی وہ لشکر کے ایک کونے میں گوشت کا ایک ٹکڑا کھا رہے تھے۔ انہوں نے تین دن سے کوئی چیز نہیں کھائی تھی۔ آواز سنتے ہی گوشت کا ٹکڑا پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے۔ آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا۔

انگلی میں زخم:۔ لڑتے لڑتے انگلی میں زخم آیا وہ لٹک گئی۔ لڑائی میں رکاوٹ ڈال رہی تھی۔ آپ نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر کھینچ دیا اور اس کٹی ہوئی انگلی کو الگ کر دیا اور پھینک دیا اور دشمن کی طرف بڑھے۔ گھمسان کی جنگ اور پریشانی کی حالت تھی۔ تھوڑا سا تردد پیش آیا۔ کہ نہ ہمت اور نہ مقابلہ کی طاقت جنگ میں رومی فوج کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ اس تردد کو تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا۔ دل اب کس چیز کا اشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے تردد ہے۔ کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کی راہ میں صدقہ پھر چند شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

قسم ہے اے دل تجھے اترنا ہو گا۔ خوشی سے اتر یا ناگواری سے اُتر تجھے اطمینان کی زندگی گزارتے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے دیکھو کافر لوگ مسلمانوں پر کھنچے ہوئے آ رہے ہیں۔ تجھے کیا ہوا کہ تو جنت کو پسند نہیں کرتا اگر تو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے ہی گا اس کے بعد گھوڑے سے اُترے ان کے چچازاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ تھوڑا سا کھا لو۔ کمر سیدھی کر دکئی دن سے کچھ کھایا نہیں۔ آپ نے لیا اتنے میں ایک جانب سے حملہ کی آواز آئی اس کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں کود پڑے شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم نے بعد میں جب حضرت جعفر کو نعشوں سے اٹھایا تو ان کے بدن اگلے حصے پر نوے ۹۰ زخم تھے۔ صحابہ کرام کی زندگی میں اس قسم کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ ہر قصہ اور واقعہ دنیا کی بے ثباتی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ہمیں آخرت کا شوق دلاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عمیر بن العمام کا قصہ :-

غزوہ بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے آپ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین سے کہیں زیادہ ہے اور متقی لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمیر بن العمام ایک صحابی ہیں وہ بھی سُن رہے تھے۔ کہنے لگے واہ واہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واہ واہ کس بات پر کہا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی اُن میں سے ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بھی ان میں سے ہو۔ اس کے بعد جھولی سے چند کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔ پھر کہنے لگا ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار جو ہا تھ میں ہیں۔ بڑی لمبی زندگی ہے۔ کہاں تک انتظار کروں گا۔ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کر مجمع میں گھس گئے اور اُس وقت تک لڑتے رہے۔ کہ شہادت نصیب ہو گئی ۔

کشادِ در دل سمجھتے ہیں اس کو ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

اگر ہم میں اس قسم کا جوش اور ایمان ہو تو سب کچھ سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ موت، موت نظر نہیں آتی وہ پُر سرور حیاتِ جاوداں کا دروازہ ہے ۔

صلہ شہید کیا ہے ——— تب و تابِ جاودانہ

اقسام شہادت :-

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر وقت امت کی بخشش کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے امت کی مغفرت کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ وصال کے بعد بھی امت کی بخشش کی دعا جاری تھی۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبرِ انور میں رکھا گیا تو میں نے آخری دیدار کی غرض سے چہرہ انور کی زیارت کی۔ فرماتے ہیں۔

اِذَا رَاَیْتُ شَفَتَیْہِ یَتَحَرَّکُ	جب میں نے دیکھا تو آپ کے لب ہائے
فَادْنَیْتُ اُذُنِیْ	مبارک حرکت کر رہے تھے۔ میں نے اپنے
عِنْدَ ھَا فَسَمِعْتُ وَ	کانوں کو نزدیک کر کے سُنا تو آپ فرماتے
ھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ	تھے۔ اے اللہ میری اُمت کو بخش دے۔

Marfat.com

لِاُمَّتِیْ نَاخْبَرْتُهُمْ بِهٰذَا ۔ میں نے یہ بات سب حاضرین کو سنائی تو اس
فَتَعَجَّبُوْا بِشَفْقَتِهٖ عَلٰی اُمَّتِهٖ ۔ شفقتِ امت پر سب دنگ رہ گئے۔

(ذکر جمیل صفحہ ۱۰۱ بحوالہ کنز العمال۔ مدارج النبوت)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین مگر بانجھ عورت سے شادی نہ کرو۔ کالی مگر زیادہ بچے جننے والی سے شادی کرو کیونکہ میں قیامت کے دن بوجہ کثرت امت فخر کروں گا۔ امت کی کثرت کے ساتھ محبوب خدا کی یہ بھی خواہش تھی کہ امت میں شہداء کی بھی کثرت ہو۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تم کن لوگوں کو شہید سمجھتے ہو؟ حاضرین نے عرض کیا جو خدا کی راہ میں مارا جائے ارشاد فرمایا اس طرح تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کیا پھر شہید کون ہے؟ فرمایا جو خدا کی راہ میں مارا گیا وہ شہید۔ جو خدا کی راہ میں مرگیا وہ شہید۔ جس نے طاعون کی وبا پر صبر کیا اور طاعون سے مرگیا وہ شہید۔ جو پیٹ کی بیماری میں مرا وہ شہید۔ پانی میں ڈوب کر جو مرگیا وہ شہید۔ (مسلم)

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مکان کے گرنے سے جو دب کر مرجائے وہ شہید۔ (مسلم)

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذات الجنب یعنی نمونیہ کے مرض میں جو مرگیا وہ بھی شہید۔ آگ میں جل کر مرنے والا بھی شہید۔ جو عورت جاپے (زچگی) میں مرجائے وہ شہید۔ (ابوداؤد)

۴۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا یہ سب شہید ہیں۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ کہ چور کسی کو مار ڈالیں۔ یا دین کی بات پر کوئی قتل کر دیا جائے یا اپنے مال، یا جان یا اہل وعیال کی طرف سے مدافعت کرنے میں مارا جائے۔ یہ سب شہید ہیں۔ احادیث بالا کے مطابق حسب ذیل اموات والے مسلمان شہداء میں شامل ہیں۔

Marfat.com

(۱) مجاہد جو طبعی موت مرا۔ (۲) طاعون کے مرض سے مرنے والا۔ (۳) پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو کر مرنے والا۔ (پیچش، اسہال وغیرہ) (۴) پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔ (۵) مکان یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا۔ (۶) آگ میں جل کر مرنے والا۔ (۷) جو عورت جاپے یعنی زچگی میں مرجائے۔ (۸) نمونیہ کے مرض سے مرنے والا۔ (۹) اپنے مال اور اہل و عیال کی حفاظت میں مرنے والا۔ (۱۰) اللہ کی راہ میں مارا جانے والا۔ ان شہداء کے ساتھ جنت کے معاملات قیامت کے بعد شروع ہوں گے۔ جبکہ شہداء فی سبیل اللہ کے لئے جنت کے معاملات شہادت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

شہید کی موت سب سے بہتر موت ہے

فرمان نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

شہادت کی فضیلت

جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا مارا جائے اسے شہید کہتے ہیں۔ شہید کا رتبہ بہت بلند ہے۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ شہادت کے وقت جنت میں وہ اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔ کلام پاک اور احادیث میں شہادت کے بڑے فضائل اور انعامات بیان فرمائے ہیں شہید کو شہادت کے وقت جو لذت اور سرور آتا ہے جنت کے جو مناظر اُس کی نگاہوں سے گزرتے ہیں ان کو دیکھنے کے لئے بار بار اس کے ذہن میں شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کی آرزو کرتا ہے کہ میں دوبارہ دنیا میں جاؤں اور مجھے پھر خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو۔ وہ اللہ کی راہ میں بار بار قتل ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ حدیث شریف ہے۔

شہید بار بار راہ خدا میں قربان ہونے کی تمنا کرتا ہے :-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں جانے کے بعد کسی کا دوبارہ دنیا میں آنے کو جی نہیں چاہتا مگر شہادت کی لذت ایسی ہے کہ شہید کو جنت میں جا کر پھر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے اور شہید اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ اس کو دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ اللہ کے راستے میں دو بار سہ بار بلکہ دس بار شہید ہو۔

(بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ گویا تو شہادت میں مزا اور لذت ایسی ہے کہ بار بار قربان ہونے کو دل چاہتا ہے۔ اور یا شہداء کی فضیلت کو دیکھ کر یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہ عمل بار بار کیا جائے تاکہ اجر زیادہ ملے۔

اللہ جلّ شانہٗ شہداء سے بلا حجاب گفتگو فرماتا ہے :-

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب شہید ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا اے جابر تجھے معلوم ہے کہ تیرے باپ سے خدا نے کیا باتیں کیں۔ جابر نے کہا مجھے خبر نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں سے حجاب میں گفتگو کرتا ہے۔ مگر تیرے باپ سے بلا حجاب اور بالمشافہ بات چیت ہوئی حبیب اللہ رب العزت نے تیرے باپ سے ان کی تمنا دریافت کی تو انہوں نے دوبارہ دنیا میں اگر شہید ہونے کی خواہش ظاہر کی اس پر ان سے کہا گیا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں کسی کو نہیں بھیجا جاتا تو انہوں نے کہا اچھا جو لوگ دنیا میں ہیں کم از کم ان کو میرے مرتبے سے تو مطلع فرما دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترمذی)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (پ۔ آل عمران۔ ۱۶۹) اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شہداء سے حق تعالیٰ جلّ شانہٗ بلا حجاب خطاب فرماتا ہے۔ اور قیامت سے پیشتر ہی ان سے اہل جنت کا معاملہ شروع کر دیا جاتا ہے۔

شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

شہادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اس سے کوئی باز پرس اور حساب کتاب نہیں لیا جاتا کہ تمہارا مال کتنا تھا؟ زکوٰۃ دی تھی؟ غریبوں کی مدد کی تھی؟ اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا؟ فلاں برائی کی تھی اور فلاں نیکی یہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ سوائے قرض کے اگر کسی کا قرض اُسے دینا ہو تو وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ مالک معاف نہ کرے۔ یا وارث ادا نہ کر دیں۔ روایت ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا اگر تو جنگ کی تکلیف پر صبر کرے ثواب کی امید رکھے۔ دشمن کے سامنے سے منہ نہ پھیرے اور پھر مارا جائے تو تیرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا مگر قرض۔ مجھ سے یہ بات جبرئیل نے کہی ہے۔

Marfat.com

جانکنی کے وقت :- شہادت کی تکلیف چیونٹی کے کاٹنے کی مثل ہے

بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں۔ کئی کئی دن سانس اٹکا رہتا ہے۔ ہچکی بندھی رہتی ہے۔ لمبے خراٹے کے بعد سانس گم ہو جاتا ہے۔ دیر دیر کے بعد سانس آتا ہے۔ رگیں اور پٹھے کھچے جاتے ہیں سانس کی شدت کھچاوٹ سے منہ کھل جاتا ہے۔ چنانچہ جانکنی کی شدت کو دیکھتے ہوئے عزیز و اقارب کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہیں عام طور پر مریض کے پاس سورہ یٰسین تلاوت کی جاتی ہے۔ تاکہ آخری وقت کی تکلیف آسان ہو۔ اس مشکل لمحہ سے سب کا ہی دل گھبراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق پر مشکل لمحہ میں آسانی فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

بظاہر شہید، تلوار، نیزہ، پتھر یا کوئی تیز دھار آلہ آجکل گولی گرینیڈ مائن پھٹنے، توپ یا بم کا گولہ لگنے سے شہید ہوتا ہے۔ اس سے اعضاء ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں آدمی فی الفور ختم ہو جاتا ہے۔ کبھی چند منٹ یا گھنٹے کے بعد خون بہنے کی تاب نہ لا کر اللہ کو پیارا ہوتا ہے۔ زخموں کا درد بڑی شدت سے ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ نظر ظاہر بین کے لئے ہے۔ حقیقت حال کچھ اور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شہید فی سبیل اللہ کو شہادت کے وقت صرف اتنی تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے کسی چیونٹی نے کاٹ لیا۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہوا کہ شہید کو موت کے وقت بہت ہی معمولی تکلیف ہوتی ہے۔

شہداء سبز پرندوں کے قالب میں :- جہاد کی فضیلت کے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ شہید زندہ

ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔ لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ان کو رزق دیا جاتا ہے، ایک تجسس سا انسان کے ذہن میں آتا ہے وہ کس حال میں زندہ ہیں اور کیا کھاتے ہیں۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت کے پھل کھاتی پھرتی ہیں (ترمذی)

یہ شہید کی موجودہ حالت کا اظہار فرمایا۔

Marfat.com

شہید بلاحساب جنّت میں داخل ہوں گے۔

تمام مخلوق کا قیامت میں حساب کتاب ہوگا۔ نیکی بدی کی تول ہوگی۔ ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ انسان گناہوں سے انکار کرے گا کہ میں نے نہیں کئے۔ اللہ تیرے فرشتوں نے غلط لکھا ہے۔ چنانچہ گواہوں کی ضرورت پڑے گی۔ مجرم جب اپنے گناہ سے انکار کردے اقبال جرم نہ کرے تو شریعت کی رو سے اُسے سزا نہیں دی جاسکتی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ سب کچھ اُس کے علم میں ہے۔ لیکن یہ ایک معیار ہے۔ اللہ کا قانون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے بنایا ہوا ہے۔ چنانچہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اقبال جرم کرنے سے انکار کردے گا۔ کہ میں نے نہیں کئے تو گواہ بلائے جائیں گے اب اگر دنیاوی گواہ مراد انسان گواہ بنانے شروع کئے تو پھر معاملہ بڑا طویل ہوجاتا ہے۔

لہٰذا قادر مطلق نے ہمارے لئے بڑا آسان اور آرام دہ قانونی طریقہ کار طے کیا ہے اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں اپیل کی گنجائش بھی نہیں۔ ہاں البتہ رحم کی اپیل ہوسکتی ہے۔ سفارش کام دے سکتی ہے۔ شائد آپ نے یہ سمجھ لیا کہ وہاں بھی اقرباپروری ہوگی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ شافع محشر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کرنے کا اعزاز عطا ہے۔ وہ شفاعت فرمائیں گے۔ بشرطیکہ ہم اپنے اعمال کی وجہ سے کہیں اُمت سے ہی خارج نہ کردیئے گئے ہوں۔ اولیاء اللہ و شہداء کو اپنے اپنے مراتب کے اعتبار سے شفاعت کا حق ہے۔ ان کی سفارش اور شفاعت سے بخشش ہوگی۔

حدیث پاک ہے کہ شہید کی سررشتہ داروں کے حق میں شفاعت قبول ہوگی۔ مکمل حدیث پاک آگے آرہی ہے۔

ممکن ہے آپ کو تردد ہو کہ شہداء تو ٹھیک ہیں کہ اُن کو شفاعت کا حق ہے کیونکہ یہ اللہ کی راہ میں دشمن کی تلوار کی نذر ہوئے لیکن اولیاء اللہ کا معاملہ کیسے ہوا۔ تو وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ اس میں ایک تو وہ خوش نصیب آتے ہیں جو اللہ کی راہ میں دشمن کی تلوار سے شہید ہوتے ہیں اور دوسرے وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ کی محبت کی تلوار سے شہید ہوتے ہیں جو جہاد نفس کرتے کرتے واصل حق ہوئے۔ یہ اولیاء اللہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء کو شہادت کی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔

Marfat.com

ع یہ نکتہ میں نے سیکھا ہے بوالحسن سے کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے

جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔ جہاد کفار جہاد اصغر ہے۔ لہٰذا جہاد اکبر کا شہید بھی شفاعت کا حق رکھتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا قول ہے کہ اگر قیامت کے دن ہمیں جنت میں جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو ہم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ جب تک جہانگیر کو ہمارے ساتھ جنت میں جانے کی اجازت نہ دی جائے گی۔

یہ اولیاء اللہ ہیں لہٰذا یہ بھی شفاعت فرمائیں گے۔ بلکہ مروی ہے کہ ولی اللہ کو ۸۰ قریبی رشتہ داروں کی شفاعت کا حق ہوگا۔ یا اس سے بھی زیادہ۔ ہاں تو بات ہے قیامت کے گواہوں کی کہ وہ کون ہوں گے۔ ملاحظہ ہو۔

قیامت کے گواہ:-

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (یٰسین ۲۳)

آج کے دن (یوم حساب) مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے۔ اور ان کے پاؤں اُن کے کئے کی گواہی دیں گے۔

مہر کا سبب جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ گناہوں کے انکار کی وجہ سے ہوگا کہ ہم مشرک نہ تھے ہم نے رسولوں کو نہیں جھٹلایا یہ گناہ نہیں کئے وغیرہ وغیرہ۔ اب معاملہ آسان ہوگیا موقع کے گواہ یا جسے ہم عینی شاہد کہتے ہیں وہ بول رہے ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ ہاتھ سب کچھ بتا دیں گے ہم نے چوری کی۔ فراڈ کیا لوگوں پر ظلم کیا غلط فیصلے کئے۔ دوسروں کا مال چھینا رشوت لی۔ وغیرہ وغیرہ رام کہانی سب سامنے ہوگی۔ تصدیق کے لئے ٹانگیں حاضر ہیں۔ بیان دیں گیں۔ مجھ سے چل کر فلاں جگہ گیا۔ مشن پورا کر کے اندھیرے میں جب بھاگے تو اندھیرے کی وجہ سے تاروں میں پھنس گئے۔ وہاں مجھے خراشیں آئیں۔ بلیو پرنٹ دیکھ رہے تھے۔ مجسٹریٹ نے چھاپہ مارا۔ جان بچانے کے لئے بھاگنے کی کوشش کی۔ سڑک پر روشنی غائب تھی۔ مائل سٹون نظر نہیں آیا۔ گھٹنا اس سے ٹکرایا زخمی ہوا کئی دن پٹی کی تکلیف سے گزرنا پڑا۔ لہٰذا کیس ثابت ہوگیا۔

Marfat.com

تمہیں بولنا کس نے سکھایا ہے۔

انسان کے منہ سے مہر ہٹائی جائے گی۔ پھر سوال ہوگا اب تو کیا کہتا ہے۔ چنانچہ انسان پہلے اپنے اعضا کی طرف متوجہ ہوگا اور کہے گا۔ تمہیں بولنا کس نے سکھایا ہے۔ مولانا رومی انسانی اعضا کی گواہی کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ آخر یہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے ابتدا میں گدھے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ ہاتھ کو غلاظت سے بھر کر منہ کی طرف لے جاتا ہے تاکہ اُسے چاٹ لے۔ ماں اُسے پیٹتی ہے اور منع کرتی ہے۔ گدھے کو ایک قسم کی تمیز ہے جب وہ پیشاب کرتا ہے تو ٹانگوں کو چوڑی کر لیتا ہے تاکہ پیشاب اُن پر نہ ٹپکے۔ اگر خداوند تعالیٰ اس طفل کو آدمی بنا سکتا ہے جو گدھے سے بدتر ہے تو اگر وہ گدھے کو آدمی بنا دیتا تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہوئی۔ خدا کے نزدیک کوئی عجیب بات نہیں۔ قیامت میں آدمی کے تمام اعضا ہاتھ پاؤں وغیرہ ایک ایک کر کے جدا جدا بولیں گے۔ فلسفی اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ہاتھ بات کیسے کرے گا۔ شاید ہاتھ پر کوئی علامت یا نشانی پیدا ہو جائے جو بات کی بجائے ہو جیسے پھوڑا یا دنبل ہاتھ پر نکل آئے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہاتھ بات کرتا ہے۔ وہ خبر دیتا ہے کہ میں نے گرمی کھائی ہے کہ میرا ہاتھ ایسا ہو گیا ہے یا ہاتھ زخمی ہو جائے تو سیاہ ہو جائے تو کہدیں کہ ہاتھ بات کرتا ہے۔ خبر دیتا ہے کہ مجھے چھری لگی ہے۔ یا میں نے اپنے آپ کو کالی دیگ سے ملا ہے۔ ہاتھ اور باقی اعضا کی گفتگو کا یہ طریقہ ہوگا۔ سُنی کہتے ہیں یہ محسوس دست و پا ضرور بات کریں گے۔ بالکل اس طرح جس طرح زبان بات کرتی ہے۔ قیامت کے دن آدمی انکار کرے گا۔ میں نے چوری نہیں کی ہاتھ فصیح و بلیغ زبان میں کہے گا تو نے چوری کی مال میں نے لیا۔ وہ شخص ہاتھ اور پاؤں کی طرف متوجہ ہو کر کہے گا۔ تم تو بول نہیں سکتے تھے۔ اب کیسے بول رہے ہو وہ جواب دیں گے۔ اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ۔ ہمیں اُس اللہ نے بولنا سکھایا جس نے ہر شئے کو نطق بخشا۔

ہمیں اس نے بات کرائی جو ہر چیز سے بات کراتا ہے اور وہ در و دیوار پتھر اور مٹی کے ڈھیلے تک سے بات کراتا ہے۔ وہ خالق جو سب کو نطق بخشتا ہے۔ مجھے بھی اُسی نے قوت گویائی دی ہے۔ زبان تجھے ناطق بناتی ہے۔ تیری زبان گوشت کا ایک ٹکڑا ہے ہاتھ بھی گوشت کا ٹکڑا ہے۔ سخن پارہ گوشت ہے۔ زبان کتنی معقول ہے۔ اس وقت تو جو دیکھتا ہے تجھے محال معلوم ہوا۔

Marfat.com

مگر خداوند تعالیٰ کے نزدیک تو زبان ایک بہانہ ہے جب اُسے فرمایا کہہ اس نے بات کہہ دی اور جس سے وہ فرماتا ہے اور جسے وہ حکم دیتا ہے وہ بات کرتا ہے۔

یہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا جو ہماری تمام کاموں میں مدد کرتے تھے یہ تو سب کچھ بتا دیں گے۔ پھر نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ آپ نے محاورہ سنا ہوگا۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔ نظر تو انسان اللہ تعالیٰ سے بھی نہیں بچا سکتا وہ سمیعٌ بصیرٌ ہے دیکھنے والا سننے والا ہے البتہ اپنے اعضا ہر وقت ساتھ ہیں۔ یہی ہر کام میں معاون اور کارندے ہیں۔ اور یہی قیامت میں (یعنی شاہد) موقع کے گواہ ہوں گے۔ لہٰذا اخیر اسی میں ہے کہ ان کو ممنوعات کی طرف بے لگام نہ کیا جائے۔

بات ہو رہی تھی شہید کی۔ چنانچہ جب باقی لوگ اس بے مثال اور حیران کُن معاملے سے دوچار ہوں گے نفسا نفسی کا عالم ہوگا ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی۔ اس وقت شہید میدان قیامت میں حاضر ہوں گے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت میں جب اہل محشر حساب کتاب میں مبتلا ہوں گے تو لوگوں کا ایک جم غفیر تلواریں کندھے پر رکھے ہوئے جنت کے دروازے پر پہنچے گا ان لوگوں کے زخموں سے خون بہتا ہوگا۔ اہل محشر کے دریافت کرنے پر بتایا جائے گا کہ یہ لوگ شہید ہیں اور یہ موت کے بعد زندہ تھے۔ ان کو رزق دیا جاتا تھا۔ (طبرانی)

ان کو حکم ہوگا تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

جنّت تلواروں کے سائے میں :۔

آپ نماز میں عام طور پر سُنتے ہیں امام نماز کے بعد دعا مانگتا ہے وہ اپنی اور مقتدیوں کی خیر و عافیت، ایمان پر خاتمہ، مغفرت، تندرستی اور دنیاوی فلاح سب کچھ ہی مانگتے ہیں ایک دعا آپ ہر امام سے ضرور سنیں گے " وقنا عذاب القبر" اے خدا ہم کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ رہبر یا امیر کو جس طرف سے دشمن کا زیادہ خطرہ ہو ادھر زیادہ توجہ دینا ہے۔ حفاظتی اقدامات سخت کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس سے آگاہ ہے۔

Marfat.com

آئمہ حضرات بھی عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی سخت منزل ہے۔ اس سلسلے میں کثرت سے روایات اور حدیثیں وارد ہیں بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے مختلف سزاؤں اور عذابوں کا سامنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کو محفوظ رکھے۔ (آمین) شہداء کرام اس سے بھی محفوظ ہیں اُن کو قبر میں کوئی باز پرس نہیں ہوگی کسی گھبراہٹ اور پریشانی کا سامنا نہ ہوگا۔ یہ تلواریں یعنی سامانِ حرب جس میں تمام ہتھیار شامل ہیں جو وہ استعمال کرتے ہیں آڑبن کر ان سب کے آگے کھڑے ہو جائیں گے۔ عذابِ قبر اور گھبراہٹ اور پریشانیوں کا راستہ روک لیں گے اُن کے راستے میں حائل ہو جائیں گے اور شہداء آرام سے تشریف فرما رہیں گے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت راشد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا یہ کیا بات ہے۔ سب لوگ اپنی اپنی قبروں میں پریشان ہوتے ہیں مگر شہداء کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی فرمایا اُن کے لئے تلوار کا سایہ تمام فتنوں سے آڑبن جاتا ہے۔ (النسائی)

معلوم ہوا کہ شہید سے قبر میں سوال وغیرہ بھی نہیں ہوتے۔

ایک سیاہ فام بدصورت کا واقعہ:۔

آپ کسی بڑی مجلس میں چلے جائیں آپ کا رنگ روپ ان سے ملتا نہ ہو۔ لباس اُس معیار کا نہ ہو پاکٹ بڑے نوٹوں سے بھری نہ ہو۔ نئے ڈیزائن کی گاڑی نہ ہو۔ سوٹ کی تراش خراش مارکیٹ میں نو وارد فیشن کے مطابق نہ ہو تو آپ احساس کمتری میں مبتلا ہو جائیں گے۔ شاید اس محفل میں میری طرف کوئی توجہ دے یا نہ دے میری پذیرائی ہو یا نہ ہو۔ شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ عزت افزائی تو روپے پیسے اور عہدے کی ہے۔ محض انسانیت کو کون پوچھتا ہے۔ شاید آپ جانے سے پہلے ہچکچاتے بھی ہوں۔ ابتدائے اسلام سے پہلے جہالت کا دور دورہ تھا۔ اُمراء غریبوں کو انسانی ناطہ سے برابر سمجھنا تو درکنار حقیر اور قابل نفرت سمجھتے تھے امراء اور غرباء کے لئے گناہوں کی سزا کے قانون بھی الگ تھے پوری سوسائٹی پر اس کا رنگ چڑھا ہوا تھا چنانچہ ایک سیاہ فام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور میں بدصورت

Marfat.com

ہوں۔ مفلس بھی ہوں اگر میں کفار سے لڑوں اور مارا جاؤں تو مجھے بھی جنت ملے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خیال تھا کہ جنت میں بھی شائد طبقاتی کشمکش ہو۔ چھوٹے بڑے اور رنگ و نسل کا مسئلہ پیش آئے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک سیاہ فام شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدصورت ہوں اور مفلس بھی اگر میں کفار سے لڑوں اور مارا جاؤں تو مجھ جیسے کالے، غریب بدبودار اور میلے کچیلے سے کیا معاملہ ہوگا۔ فرمایا تو جنت میں جائے گا۔ یہ سُن کر وہ دشمنوں کی صف میں جا گھسا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا اللہ نے تجھ کو خوبصورت، خوشبودار اور مالدار کر دیا ہے۔ پھر حاضرین سے فرمایا حور عین میں سے اس کی زوجہ کو میں دیکھتا ہوں کہ اس کے کمبل کے کُرتے کو کھینچ رہی ہے اور اس کے کمبل کے جُبّے میں داخل ہو رہی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں معاملہ شکل و صورت پر نہیں بلکہ عمل و نیّت پر ہے۔

اللہ شہداء کی ناپاکی بھی دُور فرماتا ہے:

شہید کے لئے حکم ہے کہ اُسے غسل نہ دیا جائے۔ کفن نہ دیا جائے جن کپڑوں میں وہ ملبوس ہے وہ اس کا کفن ہے۔ اُنہی میں اس کو سپرد خاک کیا جائے۔ گناہ تو اللہ شہادت کے صدقے معاف فرما دیتا ہے انسان کے ساتھ دنیاوی زندگی کی آلائش بھی ہوتی ہیں ہو سکتا ہے بدن میں کہیں ناپاکی موجود ہو غلاظت کی چھینٹ پڑ گئی ہو تھوڑی نیند کی ہو۔ احتلام ہو گیا ہو۔ غسل واجب ہو۔ محاذ جنگ پر غسل کرنے کے امکانات محال بات ہے یا کہیں اچانک حکم ملا ہے۔ آپ گھر میں موجود تھے رات کو اچانک حکم مل گیا۔ وقت اتنا تھوڑا تھا کہ غسل جنابت نہ کر سکے۔ غسل واجب ہے رہ گیا ہے۔ جب تک غسل نہیں کیا بدن پاک نہیں اگر ایسی حالت میں کوئی بامر مجبوری چلا جائے اور شہید ہو جائے تو کیا صورت ہے۔ اور پھر ایسی بات کا انسان عام طور پر اظہار بھی نہیں کرتا شرم محسوس کرتا ہے۔ معاملہ اللہ اور بندے کے درمیان ہوتا ہے۔

Marfat.com

چنانچہ اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے اسے بھی دُور فرماتا ہے اگر غسل کی ضرورت ہو تو بعد از شہادت غسل کا بندوبست خود فرماتا ہے۔ فرشتے غسل دیتے ہیں۔ واقعہ ملاحظہ

غزوہ اُحد میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول سے شریک نہیں تھے مطلب شروع سے لشکر کے ساتھ روانہ نہ ہوئے تھے کہتے ہیں کہ ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی بیوی سے خلوت میں ملے تھے اس کے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے، اور غسل کرنے کے لئے بیٹھ گئے سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لاکر اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے چونکہ شہید کو بغیر غسل دفن کیا جاتا ہے۔ اس لئے اِن کو بھی اسی طرح دفن کر دیا گیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ملائکہ اِن کو غسل دے رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا۔ ابو سعید ساعدی کہتے ہیں مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر پر غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی پر تحقیق فرمایا تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔" یہ کمال بہادری ہے اور بارگاہ خداوندی سے کمال اکرام ہے۔ کہ غسل کی ضرورت خود پوری فرما دی۔

شہید کی موت کے ساتھ جنت کے معاملات شروع جاتے ہیں

مرنے کے بعد جنت تک پہنچنے میں کافی طویل مسافت اور وقفہ ہے قیامت نامعلوم کب ہو گی اور اس میں کتنا عرصہ باقی ہے۔ لہٰذا یہ عرصہ قبر میں گزرتا ہے جس کا حال اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہو گا قیامت برپا ہونے کے بعد یوم حساب کا معاملہ پیش آئے گا۔ مخلوق کی بڑی تعداد ہے نامعلوم کتنے انتظار اور وقفوں کے بعد باری آئے گی اور یہ دن بھی بڑا طویل ہے۔ مفسرین نے اس کی مدت دنیاوی پچاس ہزار سال کے برابر لکھی ہے۔ مختصر یہ کہ ایک طویل مدت عالم برزخ اور قیامت کے حساب کتاب کے ضمن میں صرف ہو گی پھر انجام کیا ہو گا۔

موجودہ دور میں دنیاوی مال و دولت حاصل کرنے کی ایک بے تحاشا دوڑ ہے۔ ہر جائز اور

Marfat.com

ناجائز ذرائع سے دولت اور جائیداد بنانے کی فکر دامن گیر ہے ایک سے دوسرا بڑھ کر ہنر مندی کا مظاہرہ کرتا ہے حرام حلال، جائز اور ناجائز کی کوئی تمیز نہیں۔ ہر قسم کی اخلاقی اور مادی برائیاں ہمارا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ قیامت میں حساب کتاب چکانے نا معلوم کدھر کا پروانہ دے دیا جائے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے (آمین ثم آمین)

اگر کسی پہلی شفٹ میں آ گئے تو جلدی معاملہ نپٹ جائے گا۔ جدھر کا معاملہ ہوا۔ لیکن جن حضرات کی باری آخری شفٹ میں ہوئی کافی لمبا انتظار ہے۔ اور پھر انجام کا بھی علم نہیں کیا ہو۔ لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا کام کر لیا جائے جو اس مشکل سے نجات دلا سکے۔ اور یہ سعادت صرف شہداء کو نصیب ہے۔ موت کے بعد حساب کتاب کے دھندے سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ قیامت میں گھبراہٹ کا سامنا نہیں ہو گا۔ بلکہ موت کے ساتھ ہی جنت کا معاملے شروع ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شہادت کا ذکر آیا تو فرمایا شہید کا خون زمین پر خشک ہونے نہیں پاتا۔ کہ اس کی حور عین میں سے دو بیویاں سُرخ جوڑے لے کر اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہیں ایک ایک جوڑے کی قیمت دنیا کی تمام دولت سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ۔ مطولہ)

اس سے مراد یہ ہے کہ شہداء کو قیامت کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ شہادت کے ساتھ ہی جنت کے معاملات شروع ہو جاتے ہیں۔ شہید کو نیا کفن پہنانے کا حکم نہیں۔ شاید اسی لئے کہ اُسے جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ لہذا دنیاوی لباس کی ضرورت نہیں۔

شہداء کے چھ انعام :۔

میدان میں اُترنا دینی ہو یا دنیاوی یہ آسان کام نہیں۔ جہاد نفس ہو یا جہاد کفار دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مشکل ترین مقام ہیں۔ ان گنت اور ان ہونی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کھرے کھوٹے کی تمیز کے لئے اللہ تعالیٰ آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے کہ جنت میں داخل کرنے سے پہلے ابدی نعمتیں عطا کرنے سے پہلے آزماؤں گا۔ کس کا دعویٰ سچا ہے اور کس کا جھوٹا کون ثابت قدم رہتا ہے۔ اور کون بھاگ جاتا ہے۔ تو جب انسان اس امتحان کے ان کٹھن مراحل کو کامیابی سے عبور کر جاتا ہے

Marfat.com

تن من دھن کی بازی لگاتا ہوا بارگاہِ ایزدی میں پہنچتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے نوازتا ہے ؎

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حدیث پاک ہے۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا شہداء کو چھ فضیلتیں حاصل ہیں۔

۱ - خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

۲ - شہادت کے وقت اپنی جگہ جنت میں دیکھ لیتا ہے۔

۳ - عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

۴ - قیامت کی پریشانیوں اور گھبراہٹ سے مامون رہتا ہے۔

۵ - اس کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔ جس کا ایک یاقوت تمام دنیا کی دولت سے قیمتی ہے۔

۶ - ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی)

چمن میں جب خزاں آتی ہے تو درخت ٹنڈ منڈ ہو جاتے ہیں۔ فضا سونی سونی سی لگتی ہے۔ بے رونق ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر خزاں نہ آئے تو بہار بھی نہیں آسکتی۔ پُرانے پتے گرنے سے ہی نئے نکلتے ہیں۔ مجاہد کو جب اللہ تعالیٰ اپنی قبولیت سے بخشتا ہے تو اس کی دنیاوی زندگی کے چمن میں خزاں برپا کرتا ہے۔ اسے اپنی راہ میں شہادت عطا فرماتا ہے۔ اس کے گناہ معاف کرتا ہے پھر کونپلیں نکلتی ہیں۔ اور مجاہد کی زندگی کا چمن ہمیشہ ہمیشہ کی بہار میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھل ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ عذاب قبر اور قبر میں منکر نکیر فرشتوں کے سوال جواب سے نجات مل جاتی ہے۔ کون ہو۔ تمہارا رب کون، تمہارا دین کیا ہے۔ یہ سامنے والی مبارک ہستی کون ہے۔ سب سوالات ختم ہو جاتے ہیں۔ ؎

اس جینے سے ہے مرنا گوارا مجھ کو !

کہتے ہیں لحد میں حضرت کی تصویر دکھائی جاتی ہے

اگلا میدان قیامت ہے وہاں بھی کرم ہو گا بغیر حساب کتاب کے جنت کا پروانہ مل جائے گا۔ فضیلت کا تاج سر پر رکھا جائے گا۔ اور پھر کرم ہو گا جنت میں اکیلے نہ رہو بلکہ اجازت ہے اپنے عزیز واقارب میں سے ۷۰ افراد جو لینے چاہو ان کے لئے تمہاری شفاعت قبول ہے۔ ان کی بخشش

Marfat.com

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ

اللہ کے ہاں بزرگ ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے

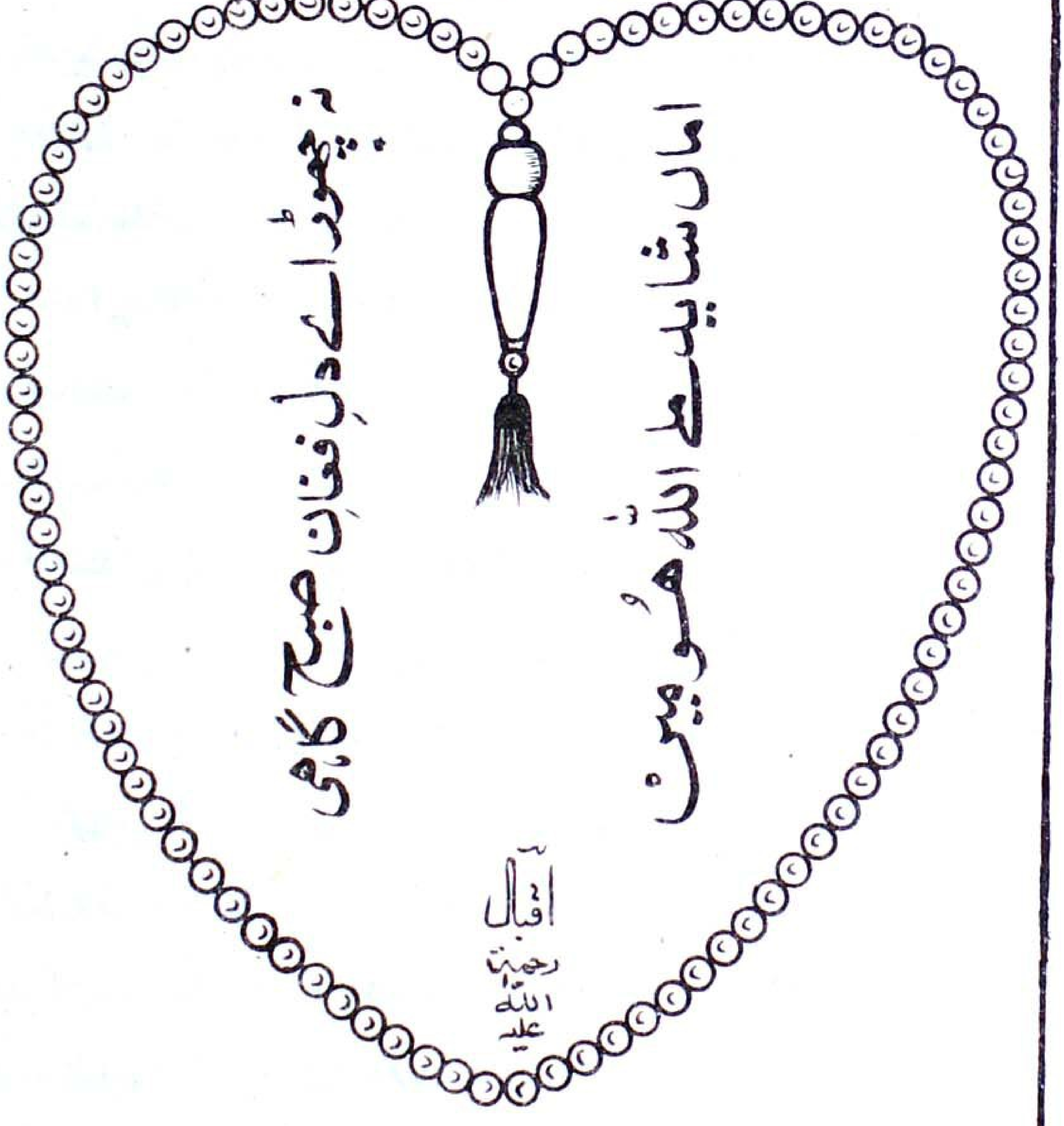

حضرت حسان بن ثابت رض نے کفار کو مخاطب کر کے فرمایا

وَعَلَوْنَا يَوْمَ بَدْرٍ بِالتُّقٰى
طَاعَةِ اللّٰهِ وَتَصْدِيْقِ الرُّسُلِ

ہم جنگ بدر میں تقویٰ اور پرہیز گاری اور اللہ کی اطاعت اور رسول کی تصدیق کی وجہ سے تم (کفار) پر غالب آ گئے تھے۔

کی جائے گی چنانچہ نشتر اور بخشش دیئے جائیں گے۔

Marfat.com

تقویٰ

تقویٰ کے معنی

تقویٰ کا مادہ وَقیٰ ہے اس کے معنی ڈرنا، بچنا، بچانا، پرہیز کرنا، حفاظت کرنا، نگرانی کرنا اور کسی امر کو درست کرنا ہے۔ یہ وہ مختلف معانی ہیں۔ جو تقویٰ سے مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ تقویٰ کے لفظی معنی مطلق ڈرنے کے ہیں۔ مراد اس سے نفس کو خوف کی چیز سے بچانا ہے۔

شرعی اصطلاح

شرعی لحاظ سے اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی جائز حدود کے اندر رہ کر عمل کرنا، ہر برائی سے بچنا، نیکی اختیار کرنا، احتیاط و نگہداشت سے زندگی بسر کرنا، نفس کو ممنوعات چھوڑ کر گناہ سے بچانا ہے۔ تقویٰ کے بالمقابل کلام پاک میں لفظ "عدوان" آیا ہے۔ اس کے معنی حد سے بڑھنا، کسی پہ دست درازی کرنا، یا کسی کا حق غصب کرنا ہے۔ اس لحاظ سے تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ یعنی آدمی اپنی زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ میں کام کرتے ہوئے یہ پیشِ نظر رکھے کہ اُسے اپنے افکار (خیالات) اقوال و افعال کا خدا کو حساب دینا ہے۔ ہر اس کام سے بچے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ہر اس عمل پہ پابندی کے لئے کمربستہ ہو جائے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پوری احتیاط کے ساتھ حلال و حرام، صحیح و غلط اور خیر و شر کے درمیان تمیز کر کے عمل کرے۔

تقویٰ کا مفہوم

حضرت ابوہریرہؓ نے ایک صحابیؓ سے دریافت فرمایا۔ تقویٰ سے کیا مراد ہے۔ صحابی نے جواب دیا آپ خود ہی فرما دیجئے آپ نے فرمایا اگر تمہیں کسی خاردار جنگل یا راستہ سے گزرنا پڑے تو کس طرح گزرو گے؟ صحابی نے عرض کیا، کپڑوں اور دامن کو سمیٹ کر احتیاط کے ساتھ قدم رکھتے ہوئے گزر جاؤں گا۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا بس یہی تقویٰ ہے۔ یعنی

Marfat.com

اس دنیا میں انسان کی زندگی ایک خاردار جنگل کی مانند ہے، جس میں قدم قدم پر جھاڑیوں کے کانٹے اس کے دامن سے الجھنے اور اُسے آلودہ کرنے کے لئے تیار ہیں جو شخص احتیاط کے ساتھ ان میں سے صحیح و سالم گزر جاتے وہ متقی اور پرہیزگار ہے اور اس کا یہ فعل تقویٰ ہے۔

مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو احتیاط سے بجالانے کا نام تقویٰ ہے اور وہ شخص جو اس دنیا میں مختلف قسم کے برائیوں اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچاکر صحیح راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اور دین و دنیا کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی مدِنظر رکھتا ہے۔ وہ متقی اور پرہیزگار کہلاتا ہے۔ تقویٰ یعنی اللہ کا ڈر پہلی چیز ہے۔ جو ایمان کی جڑ ہے اور عملی زندگی کا کوئی قدم اس کے بغیر راہ راست پر نہیں اُٹھ سکتا۔

تقویٰ کے مراتب

تقویٰ کے مختلف مراتب ہیں ترجمہ کلام پاک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی شاہ محمد احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی شرح حاشیہ میں مولانا سید محمد نعیم الدین هدی اللمتقین کی تشریح میں تقویٰ کے حسب ذیل تین مراتب بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ عوام الناس: عوام کا تقویٰ ایمان لاکر کفر سے بچنا۔

۲۔ متوسط لوگ: اوامر و نواہی کی اطاعت کرنا۔

۳۔ خواص: خواص کا تقویٰ ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔

تقویٰ کی قسمیں

۱۔ کفر سے بچنا۔

۲۔ بد مذہبی سے بچنا۔

۳۔ ہر کبیرہ گناہ سے بچنا

۴۔ صغائر (چھوٹے گناہوں) سے بچنا۔

۵۔ شبہات سے احتراز کرنا۔

۶۔ شہوات سے بچنا

۷۔ غیر کی طرف التفات سے بچنا۔

Marfat.com

قرآنِ عظیم ان ساتوں مرتبوں کا ہادی ہے۔ ہر کوئی بقدر ہمت و استطاعت اس سے نفع پاتا ہے۔

قرآنِ کریم متقین کے لئے ہدایت ہے - قرآن کریم اگرچہ ہدایت ہے۔ ہر شخص کے لئے، عوام الناس کے لئے، جیساکہ وارد ہے۔ "ھُدًی لِلنَّاس" لیکن چونکہ اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق اہل تقویٰ کو ہی ہوتی ہے، اس لئے ارشاد ہے "ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ" اس میں ہدایت ہے ڈرنے والوں کو (اعلیٰ حضرت بریلوی) (پ۱ - بقرہ - ع۱)

قرآن کریم فرقان المجید تمام نوعِ انسانی کے لئے ہدایت اور نجات کا سرچشمہ ہے لیکن یہ جو ارشاد ہے۔ ہدایت ہے واسطے ڈرنے والوں کے۔ اس کی مثال یوں ہے۔

جب بارش برستی ہے تو وہ ہر جگہ برستی ہے، زرخیز زمین، بنجر زمین، جنگل صحرا، ریت، وادیاں اور آبادیاں غرضیکہ وہ کسی جگہ کو نہیں چھوڑتی، کوئی جگہ اس سے محروم نہیں رہتی، بارش سے سبزہ اگتا ہے۔ فصلیں اور جڑی بوٹیاں اگتی ہیں ہم سب دیکھتے ہیں کہ باوجود بارش کی ہر جگہ یکسانیت کے سبزہ ہر جگہ نہیں اگتا کلر، بنجر زمین اور صحرا میں سبزہ نہیں اگتا اگرچہ بارش یہاں بھی ہوتی ہے سبب یہ نہیں کہ وہاں بارش نہیں ہوتی بلکہ یہ ہے کہ زمین کا وہ حصہ بارش سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس طرح سطح زمین۔ بظاہر قدرت کے انواع واقسام کی جڑی بوٹیاں اور ان کے پھولوں سے مرصع سبز مخمل کا لباس اوڑھنے سے محروم رہتی ہے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو ناخوشگوار تاثر دیتی ہے۔ یہی حال نوعِ بشر کا ہے قرآن کریم سے وہی ہدایت پاتے ہیں۔ حقیقی فیض وہی حاصل کرتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں اور وہی اللہ کے ہاں برگزیدہ ہیں۔

تقویٰ کے فوائد مؤلف تفسیر نعیمی آیت ہدی للمتقین کے تحت لکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ نہایت ضروری چیز ہے، قرآن کریم میں فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔

Marfat.com

یعنی اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا۔ خدا تعالیٰ اُسے ہر مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمائے گا اور اس طرح اس کو رزق دے گا۔ کہ جو اُس کے خیال میں بھی نہ آئے اِس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور پرہیز گاری دین و دنیا میں کام آنے والی چیزیں ہیں۔

تفسیر کبیر نے سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ لوگوں میں اس کی عزت ہو۔ وہ اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری اختیار کرے۔

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے بوستان میں فرمایا ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ　　　که گردن نه پیچد ز حکم تو ہیچ

یعنی تو حق تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ موڑ تو تیرے حکم سے کوئی چیز بھی سر نہ پھیرے گی۔ بعض اولیا اللہ کو دیکھا گیا کہ جانور اور کنکر وغیرہ بھی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ کے سچے فرمانبردار ہیں۔

تقویٰ کی علامتیں

تقویٰ کی مختلف علامتیں مختلف حضرت سے منقول ہیں۔ جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں نقل ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ متقی کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ پر قائم نہ رہے۔ اور اپنی عبادت پر غرور نہ کرے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے۔ کہ اللہ کے مقابلے میں غیر اللہ کو اختیار نہ کرے۔ اور ساری چیزیں اللہ کے قبضے میں جانے۔ ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں۔ تقوی یہ ہے کہ خلق تیری زبان میں اور ملائکہ تیرے کاموں میں اور پروردگار تیرے دل میں عیب نہ پائے۔

حضرت واقدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ تقویٰ اس طرح ہے کہ جس طرح تو اپنے بدن کو خلقت کے لئے لباس وغیرہ سے آراستہ کرتا ہے۔ ایسے ہی اپنے دل کو حق تعالیٰ کے لئے آراستہ کرے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ متقی وہ جو شبہ کی چیزوں سے بچے۔ جیسے ابن سیرین رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس گھڑے گھی تھا۔ غلام نے خبر دی کہ ایک گھڑے سے مرا ہوا چوہا نکل آیا ہے۔ پوچھا کون سے گھڑے سے عرض کیا کہ یہ مجھے یاد نہ رہا۔ فرمایا سب گھڑوں کا گھی پھینک دو چونکہ سب میں شبہ پیدا ہو گیا۔

Marfat.com

حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ اپنے کسی مقروض کے مکان پر قرض کے تقاضے کے لئے گئے سخت دھوپ تھی اور تیز گرمی لیکن اس کی دیوار کے سائے میں کھڑے نہ ہوئے بلکہ دھوپ میں کھڑے رہے کسی نے عرض کیا کہ اے امام دھوپ تیز ہے۔ سائے میں آجائیے فرمایا میں خوف کرتا ہوں کہ یہ سایہ لینا سود نہ بن جائے (روح البیان)

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ متقی وہ ہے کہ جو اپنے یوم میثاق کے وعدے کو پورا کرے۔ جس کے متعلق قرآن پاک فرماتا ہے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ تم میرا وعدہ پورا کرو۔ میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ بلا پر صابر نعمتوں پر شاکر قضا سے راضی اور قرآن پاک کے سامنے جھکا ہوا رہے۔

مقام قبا میں خطبۂ رسالتمآبؐ۔ (تقویٰ) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہلا خطبہ قبا کے مقام پر دیا اس کا موضوع تقویٰ تھا۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں تقویٰ کی تلقین وہدایت کرتا ہوں، کیونکہ ایک مسلمان جو دوسرے مسلمان کو بہترین ہدایت کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور تقویٰ کا حکم دے۔

فتح مکہ کے بعد آپؐ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر ماسوائے تقویٰ کے اور نسبی بنیادوں پر کوئی فضیلت نہیں۔

ایک اور خطبہ مبارک میں تقویٰ کی فصیح دعوت ارشاد فرمائی۔

دعوتِ تقویٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمد مخصوص ہے اللہ کے ساتھ میں اسی کی مدح کرتا ہوں۔ اور اسی سے طالب ہدایت ومغفرت ہوں۔ اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے کسی حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ جس کو اس نے ہدایت ونور کے ساتھ ایسے دور میں بھیجا جب انبیاءؑ کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا علم نابود ہو رہا تھا۔ لوگ گمراہ تھے۔ زمانہ درہم برہم تھا ہر طرف قیامت بر پا تھی اور موت کا

Marfat.com

فرشتہ سر پر منڈلا رہا تھا۔ پس جس نے خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی، اور جس نے اس کی نافرمانی کی وہ ضلالت و گمراہی کے غار میں گر پڑا، میں تم کو پرہیز گار بننے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو اس سے بہتر وصیت نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ زاد راہ آخرت مہیا کرنے کی تلقین کرے اور خدا سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کرے۔ خدا سے ڈرو جیسا کہ خود اس نے اپنی ذات سے تم کو ڈرنے کا حکم دیا۔

یاد رکھو کہ جو خوفِ خدا کی وجہ سے تقویٰ اختیار کرے گا۔ وہی اُخروی نعمتیں زائد حاصل کر سکے گا۔ اور جو اپنا معاملہ خلوص کے ساتھ خدا سے استوار کرے گا۔ وہی دنیا میں نیک نام اور آخرت کے دن کٹھن مرحلوں میں فائز المرام ہو گا۔ جب کہ ہر شخص کو اپنے اعمالِ حسنہ کی سخت ضرورت ہو گی۔ اور برے اعمال سے سخت نفرت ہو گی۔ جب وہ اپنے سیاہ اعمال کو دیکھے گا۔ تو ان کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کہے گا کاش یہ اعمال مجھ سے بہت دور کے فاصلے پر ہوتے۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کی بات سچی اور وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کہ یہ بات اٹل ہے۔ کیوں کہ خود اس کا ارشاد ہے کہ میرے ہاں بات نہیں بدلی جاتی۔ اور نہ میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔ پس تم اپنے دینی اور دنیاوی امور میں ظاہر و باطن میں اللہ کی برہمی سے ڈرو۔ کیونکہ جو خدا کے غصے سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اس کو بڑھا کر اجر دیتا ہے، اور جس نے خدا سے خوف کیا وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔ اور یاد رکھو کہ تقویٰ انسان کو اللہ کی برہمی، عتاب، ناراضگی سے بچاتا ہے۔ پرہیزگاری چہرہ کو روشن، اللہ کو خوش اور مرتبہ کو بلند کرتی ہے احکام خدا پر عمل کرو۔ اپنا مقسوم حاصل کرو۔ اور اس کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تم کو کتاب کی تعلیم دے چکا ہے۔ اور تم پر راہ حق واضح کر چکا ہے۔ اب وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے۔

لوگو! دوسروں پر تم احسان کیا کرو۔ جس طرح اس (اللہ) نے تم پر احسان کیا۔ اس کے دشمنوں سے نفرت کرو۔ اور اس کی راہ میں اچھی طرح جہاد کرو۔ اس نے تم کو منتخب کیا اور مسلمان بنایا۔ اب ہلاکت ہو گی تو وہ بھی دلیل کے ساتھ اور زندگی ہو گی تو وہ بھی دلیل کے ساتھ۔ اور خدا

Marfat.com

کے سوا کوئی قوی نہیں۔ اللہ کا ذکر بہت کیا کرو۔ اور آنے والے دن کے لئے اعمال کا ذخیرہ کر لو۔ اور جس نے خدا کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کیا اور اپنا معاملہ صاف رکھا۔ تو اللہ ہر معاملہ میں اس کی دستگیری کرے گا۔ خدا جو چاہے فیصلہ کرے۔ لوگ اس کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتے۔ وہ سب کا مالک ہے۔ کسی کا زر خرید نہیں۔ وہ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کی طاقت و قوت کا تاجدار ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ تمام نیکیوں کا سرتاج ہے۔ انہوں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے فرمایا قرآن کی تلاوت کیا کرو۔ یہ تلاوت زمین پر تیرے لئے نور ہے۔ اور آسمان میں تیرا ذخیرہ ہے۔ (ابن حبان)

اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہتری کے لئے اسے احکام خداوندی کی پابندی کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ مراد امر بالمعروف میں پوری سعی اور نہی عن المنکر سے مکمل احتراز ہے۔ ہر حال میں اعمال کی جزا و سزا ان کے سامنے ہو ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (پ۴۔ آل عمران ۲ع) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اس کی وضاحت درج ذیل حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ان امور کو ترک کر دے جو شک میں ڈالیں اور وہ امور اختیار کرے جو شک میں نہ ڈالیں۔ (ترمذی، مشکوۃ)

اعلیٰ منزلت کا انسان

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اور میں تم کو ایک خاص بات بتاتا ہوں۔ اس کو غور سے سنو اور یاد رکھو کہ انسان کی چار قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس کو خدا نے مال دیا اور علم بھی اور اس نے تقویٰ کو اپنا شعار اور صلہ رحم کو اپنا وطیرہ بنایا اور خدا کا حق پہچانا یہ سب سے اعلیٰ منزلت کا انسان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ بے شک اللہ کے ہاں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

Marfat.com

ارشادِ نبوی ہے،

اَکْرَمُ النَّاسِ اَتْقٰکُمْ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ وہ سب سے بڑا آدمی ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بزرگی کی عطا کا زینہ تقویٰ ہے۔ جو اس میں جسقدر بلند ہوگا اتنا ہی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سلسلے میں بڑی تاکید فرمائی ہے۔

اور ارشاد فرمایا! سب سے بڑا متقی وہ ہے۔ جو اظہارِ حق میں سود و زیاں کی فکر نہ کرے۔

شیطان کا حسین جال

انسان کو تقویٰ کی راہ سے ڈگمگانے کے لئے دنیا کی رنگ رلیاں مختلف انداز میں سامنے آتی ہیں۔ شیطان مختلف قسم کے وسوسات دل میں ڈال دیتا ہے۔ ہر ہنرمند اپنے پاس ایک اچھوتا اور کارگر داؤ رکھتا ہے تاکہ حریف کو پچھاڑنے کے لئے بوقتِ ضرورت استعمال کر سکے، مدِ مقابل اگر عام آدمی ہو تو اس کے لئے عام داؤ پیچ لگائے جاتے ہیں۔ پھر مدِ مقابل کے کمزور پہلو کو دیکھا جاتا ہے۔ اور اس پر وار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا متقی لوگوں کو پھنسانے کے لئے شیطان نے ایک خاص ہتھیار بنا رکھا ہے جسے وہ متقی لوگوں کو پھنسانے کے لئے بالخصوص استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ رسول ہے۔

دنیا سے ڈرو، عورتوں سے بچو، متقی لوگوں کو پھنسانے کے لئے شیطان کے پاس عورتوں سے بہتر کوئی اور مضبوط اور خوبصورت جال نہیں۔

تقویٰ گناہوں کی سپر ہے

ڈھال تلوار کے وار کو روک دیتی ہے گولی سے بچنے کے لئے سپاہی سر پہ لوہے کی خود استعمال کرتا ہے۔ بنکر کے ذریعے بچاؤ اختیار کرتا ہے۔ بموں سے بچنے کے لئے شیل پروف (SHELL PROOF) بنکر بنائے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو زخمی یا ہلاک ہونے سے کافی حد تک محفوظ کر لیتا ہے اسی طرح گناہوں سے بچنے کے لئے تقویٰ ڈھال کا کام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور قیامت میں مواخذہ کا خوف اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اللہ کے اس ڈر سے انسان گناہ یا برائی سے باز رہتا ہے۔ محرومی تکلیف اور مصائب کو اللہ تعالیٰ کی نعمت جان کر کسی غلط طریقے سے ان کے ازالے سے باز رہتا ہے۔ اس طرح تقویٰ سپر (ڈھال) کی طرح گناہ کے وار کو روک دیتا ہے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ
وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ۔

تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں
حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور چھپی ہیں
اور گناہ اور ناحق زیادتی۔

Marfat.com

فواحش سے اجتناب

آپ پڑھ چکے ہیں مجاہد فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول فرماتا ہے۔ اس کا جہاد کے لئے نکلنے سے لیکر واپسی تک پورا وقت عبادت الٰہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ رات کو پہرے کے لئے جاگنا علاقے (ایریا) کی دیکھ بھال یہ سب ہی اعمال انتہائی بلند مقام اور درجہ رکھتے ہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا مہمان ہونے کا شرف حاصل ہے۔

انسان میں کچھ فطری کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور کچھ بشری تقاضے ہیں انسانی سطح پر ہم میں سے کوئی بھی مبرا نہیں۔ البتہ ہر شخص کا دینی اور دنیاوی لحاظ سے اپنا اپنا مقام ہے۔ ہر انسان کو اپنی حیثیت اور مقام کا احساس ہوتا ہے وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کی شان کے خلاف ہو۔ جو معاشرے میں اس کا وقار ختم کردے۔ اس کی شخصیت اور کردار کو داغدار کردے۔ وہ لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ جہاد میں اللہ کی رضا کے علاوہ محض ثواب کی نیت کر لیں تو وہ بھی اللہ کو منظور نہیں۔ جس مشن کا یہ مقام ہو جس کے لئے اتنی کڑی شرط ہو وہاں یہ بھی لازمی ہے کہ مجاہد کے قول وفعل نہایت پاکیزہ ہوں۔ اللہ کے مہمان اوصافِ حمیدہ سے متصف ہوں۔ میزبان کو ان کے بدن پہ کوئی داغ نظر نہ آئے۔ آئینہ قلب بے داغ ہو۔ گناہ اور برائی کوئی بھی قابلِ برداشت نہیں چھوٹی ہو یا بڑی سب سے بچنا لازمی ہے۔ البتہ بعض برائیاں ایسی ہیں جو انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتی ہیں اور مسلمان کے ایمان کو ناقص کر دیتی ہیں جو اس حد میں داخل ہو جائے وہ کیا مجاہد ہوا؟ اس کا جہاد کیسا اور انجام کیا۔ معاملہ کہیں سے کہیں چلا جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۔

تم فرماؤ میرے رب نے بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور چھپی ہیں اور گناہ اور ناحق زیادتی انسان نفسانی خواہشات کا شکار ہے یہ بشری اور فطری تقاضا ہے۔ مجاہدانہ زندگی میں انسان کو بارہا طویل عرصے تک گھر سے دور رہنا پڑتا ہے ایک قسم کی دوری محسوس ہوتی ہے اس خیال سے شیطانی وسوسے اسے زیادہ شدید اور ناقابل برداشت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعید نہیں کہ یہ کسی برائی کی طرف مائل کر لیں۔ کہیں اس کے مواقع بھی ہو سکتے ہیں۔ آپ مجاہد کی مجاہدانہ شان سے آگاہ ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض بڑے اور کبیرہ گناہوں سے جن کے کم و بیش امکانات ہوتے ہیں مجاہد ان سے آگاہ ہوں۔ ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

جرائم کا اثر مادی زندگی میں حالات اور موسموں کے تغیر و تبدل سے ہر مخلوق متاثر ہوتی ہے۔ گرمی سردی کا اثر ہوتا ہے۔ ان کے اچھے اور برے دونوں نتائج ہوتے اسی طرح جرائم اور برائیوں کا بھی انسان کی روحانی زندگی پر اثر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ان ہی معانی کی نشان دہی کرتی ہے کہ زانی ارتکاب زنا کے وقت مومن[1] نہیں رہتا۔ چور چوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔ شرابی شراب پیتے وقت ایمان پر قائم نہیں رہتا۔ (بخاری و مسلم)

گویا زنا، لواطت، چوری اور شراب نوشی جیسے گناہ کبیرہ کرتے وقت مسلمان ایمان سے متصف نہیں رہتا۔ اگر وہ خلوص نیت سے توبہ کرے تو ایمان کی جانب لوٹ آتا ہے چنانچہ ہمیں تمام کبیرہ گناہوں بالخصوص، زنا، لواطت، شراب نوشی، چوری، جھوٹ، غیبت اور اسی قسم کی دوسری برائیوں سے بچنا چاہیئے ان کے متعلق شرعی احکام سے آگاہ ہونا

---

[1] - ارتکاب کبائر سے نفس ایمان خارج نہیں ہوتا بلکہ نور ایمان نکل جاتا ہے۔ حدیث میں اسی کو خروج ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جمہور اہلسنت کے نزدیک۔ حدیث پاک کا یہی مفہوم ہے۔
(مفتی فاروقی نظامی)

Marfat.com

لازمی ہے۔ جس قوم میں برائیاں عام ہو جائیں وہ مصائب میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

جس قوم میں فحاشی اور بے حیائی پھیل جاتی ہے اس پہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب عام کر دیئے جاتے ہیں۔

زنا بیحیائی اور بُرا راستہ ہے

اپنی منکوحہ عورت کے علاوہ کسی بھی عورت سے مباشرت کرنا زنا کہلاتا ہے۔ کلام پاک میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ط وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ (پ۱۵ بنی اسرائیل ع۶)

زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بیحیائی کی بات اور بہت بُرا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لئے واضح حکم فرما دیا۔ یہ بے حیائی اور برائی کا راستہ ہے۔ فتنہ و فساد کا باعث ہے آئے دن اس سے قتل کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جس سے طویل دشمنی کا آغاز ہوتا ہے۔ قتل در قتل کا سلسلہ چل نکلتا ہے، حرامی اولاد کا باعث بنتا ہے۔ اسلام میں زانی کی بڑی سخت سزا ہے، کنوارے، شادی شدہ، زنا بالرضا اور زنا بالجبر کی مختلف سزائیں ہیں۔ کلام پاک میں اس کی سزایوں بیان فرمائی۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ج وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (سورہ نور ع۱)

جو بدکار عورت ہو اور جو بدکار مرد ہو۔ تو ان میں سے ہر ایک کو سَو کوڑے لگاؤ۔ اور تمہیں ان پہ ترس نہ آئے۔ اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور یوم آخرت پہ۔ چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

زانی مرد اور عورت کے لئے سَو سَو کوڑے کی سزا مقرر فرمائی۔ یہ کنوارے مرد اور کنواری

Marfat.com

عورت کے لئے ہے۔ شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے سنگسار ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی حکم دیتا ہے۔ کہ اگر تم مسلمان ہو اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں ان پر حد جاری کرنے اور سزا دینے میں ترس نہیں آنا چاہیئے۔ اور مزید حکم دیا کہ ان کی تشہیر کرو۔ ان کو سرِ عام سزا دو۔ مسلمانوں کی ایک جماعت سزا کے وقت موجود ہو تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اس بے حیائی اور بُرائی کا خاتمہ ہو اس ضمن میں کثرت سے احادیث موجود ہیں۔

عبادہ بن صامت رضؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے (زانی اور زانیہ) کی بابت حکم حاصل کر لو۔ ہاں۔ مجھ سے ان کی بابت حکم لے لو۔ خداوند تعالیٰ نے عورتوں کے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ کنواری عورت اگر کنوارے مرد سے زنا کرے تو اس کے ۱۰۰ درے لگائے جائیں۔ اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ شادی شدہ مرد اگر شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں۔ اور سنگسار کیا جائے۔ دونوں کو (مسلم)

زنا بالجبر کی سزا

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نماز کے ارادے سے باہر نکلی۔ ایک مرد نے اس کو پکڑ لیا۔ اور اس پر کپڑا ڈال کر اس سے اپنی حاجت پوری کر لی (یعنی اس کے ساتھ زنا کیا) وہ عورت چلائی اور مرد اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ مہاجرین کی ایک جماعت اس عورت کے قریب سے گزری۔ اس عورت نے ان سے کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ انہوں نے اس مرد کو پکڑ لیا۔ اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ نے عورت سے فرمایا کہ تو جا۔ خدا نے تجھ کو بخش دیا۔ اس لئے کہ تو نے اپنی خواہش سے یہ کام نہیں کیا۔ اس مرد کی نسبت جس نے زنا کیا تھا۔ یہ فرمایا اس کو لے جاؤ۔ اور سنگسار کر دو چنانچہ اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ (ترمذی ابوداؤد)

یہ ہے اس کارِ بد کی سزا اور اسے جاری کرنے کا طریقہ مجاہد کی یہ شان نہیں۔ مومن کی یہ شان نہیں۔ کہ ایسی حرکت کرے۔ جو اسے دنیا میں ذلیل و خوار کرے۔ جس کو زنا کی تہمت میں سزا ہو جاتی وہ مردود الشہادت ہے، اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، آخرت میں بڑا سخت عذاب مقرر ہے۔ لہٰذا کامیاب وہی لوگ ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت

Marfat.com

کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مطلب زنا سے بچتے ہیں۔ ہاتھ سے قضائے شہوت سے بچتے ہیں۔ ہاتھ سے قضاءِ شہوت کرنا یہ بھی حرام ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو عذاب کیا جو اپنی شرمگاہوں سے کھیل کرتے تھے۔ تو جو لوگ اس سے بچتے نہیں۔ آزاد شہوت رانی کرتے ہیں اللہ کا خوف ان کو اس سے مانع نہیں۔ ان کا کیا حشر ہو گا۔ ہر عمل کی جزا اور سزا کچھ اس دنیا میں ہے۔ اور باقی آخرت میں ہے۔ نیک اعمال کی جزا یہاں بھی ملتی ہے۔ اور آخروی زندگی میں بھی انشاءاللہ نصیب ہو گی۔ اسی طرح برائی اور بدکاری کی سزا یہاں بھی ملتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، بدکاروں کا یہاں کیا حال ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج (پ۱۸۔ النور۔ ع۹)

گندیاں گندوں کیلئے اور گندے گندیوں کیلئے۔ اور ستھریاں ستھروں کیلئے اور ستھرے ستھریوں کیلئے۔ (اعلیحضرت بریلوی)

یہ آئینِ فطرت ہے۔ خبیث کے لئے خبیثہ لائق ہے۔ مراد اگر مرد بدکار ہے۔ بدکردار ہے، زانی ہے۔ تو اس کے لئے عورت بھی ایسی ہی ہو گی۔ وہ بھی زانیہ ہو گی۔ شرابن ہو گی۔ بدکاریوں کی عادی ہو گی۔ زانی کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ اس کے نکاح میں ایسی عورت آئے گی۔ جو اس برائی سے پاک ہو۔ زانی کو ویسی ہی عورت نصیب ہو گی۔ اور زانیہ کو ویسا ہی مرد نصیب ہو گا۔ پاک آدمی پاک عورتوں کے لئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے۔ اس سے مراد وہ نیک مومن مرد اور عورتیں ہیں۔ جو اپنے دامن کو زنا اور اس قسم کی دوسری برائیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے نیک مرد اور عورت کو شرعی تعلق سے منسلک کر دیتا ہے۔

یقین رکھیں کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ایک موٹا اصول ہے۔ اگر یہ خواہش ہو۔ کہ کسی نیک سیرت رفیقِ حیات سے واسطہ ہو تو تم اپنے آپ پر نیک ہونا اور زنا سے بچنا لازم کر لو۔ بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ ظاہری اور باطنی دونوں گناہوں سے بچیں۔ (وذروا ظاہر الاثم

Marfat.com

وَ باطنہ) چھوڑ دو ظاہری اور باطنی گناہ، مراد بُری نیت سے بھی کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں۔
اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔ ارشاد ہے۔

یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ ۝ (پ۲۴۔ المومن)

اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔
اللہ نگاہوں کی خیانت۔ چوری نامحرم کو دیکھنا اور ممنوعات کو دیکھنا۔ اللہ ان سب کو جانتا ہے۔ دلوں کے راز اور سب چیزیں اللہ کے علم میں ہیں۔ مزید ارشاد ہے۔

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ اَزۡكٰی لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ۝ وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَیَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ (پ۱۸۔ النور)

مسلمان مردوں کو حکم دیں اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔
اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں۔

زنا اور حرام کاری سے بچیں غیر محرم عورت، مرد کو اور مرد عورت کو نہ دیکھے، عورتیں اپنا بناؤ سنگار غیر مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ مجاہد اسلام، محافظ ملک وملت کے لئے یہی سزا وار ہے کہ اس کا دامن اس داغ سے محفوظ ہو۔ اس کی نگاہ نجس نگاہ بازی سے باز رہے۔

کثرت زنا باعث وبال ہے

جہاں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے۔ وہاں مختلف قدرتی آفات آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ طوفان۔ آندھیاں۔ زلزلے اور دیگر اسی قسم کی آفات نازل ہوتی ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ابر نایدا ز پئے منع زکوٰۃ — وز زنا افتد بلا اندر جہات

زنا کی چار خرابیاں

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔
زنا میں چار خرابیاں ہیں۔ ۱۔ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۔ روزی کم ہو جاتی ہے۔ ۳۔ اللہ ناراض رہتا ہے۔ ۴۔ دائمی عذاب ملتا ہے۔

Marfat.com

لواطت حرام ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بڑا ڈر مجھ کو اپنی امت پر قوم لوط کے فعل کا ہے (ابن ماجہ۔ ترمذی) کلام پاک میں ارشاد ہے۔

وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

اور جو دو مرد کریں وہی بدکاری تم میں سے تو انہیں ایذا دو۔ پھر اگر توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں تو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (درس قرآن جلد نمبر ۱ ص ۵۲۱)

پ۴۔ نساء آیت نمبر ۱۶، ع ۱۲

اَلَّذٰنِ سے مفسرین نے دو مرد مراد لئے ہیں جو لواطت کے مجرم ہوں لہٰذا حکم ہے کہ ان کو ایذا دو۔ تکلیف دو اور پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کو چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اس برائی میں کثرت سے مبتلا تھی۔ تبلیغ اور احکام ربانی سے آگاہی کے باوجود اس سے باز نہ آئی۔ لہٰذا انجام کار اس پہ عذاب آیا۔ اور بستی بستی کی تباہ کر دی گئی۔ چنانچہ گزشتہ حدیث پاک میں قوم لوط کے فعل سے فعل لواطت ہی مراد ہے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے لئے اس گناہ کے بارے میں تشویش تھی۔ مبادا کہ وہ بھی اس میں مبتلا ہوں اور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خوف علم سے خالی نہیں چنانچہ ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

حدیث پاک:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی قوم میں لواطت کی کثرت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ یہ قوم کسی جنگل میں ہلاک کر دی جائے (طبرانی) مطلب ایسی قوم سے اللہ تعالیٰ انتہائی استغنا اور بے پروائی کا اظہار فرماتا ہے۔

Marfat.com

حدیث پاک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا عورت سے لواطت کرنے والا کافر ہے۔ (طبرانی) یعنی سخت نافرمان کہ فطری چیز پر قادر ہوتے ہوئے، غیر فطری چیز کا استعمال کر رہا ہے۔ ایک اور حدیث پاک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا جو کسی مرد سے لواطت کرے، یا کسی عورت سے لواطت کا ارتکاب کرے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن صبان)

قوم لوط کا حشر

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے ذریعے اس فعل کی مرتکب قوم کو منع کیا۔ ارشاد ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (پ۸۔ الاعراف ع۱)

اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہ کی۔ تم تو مردوں کے پاس جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے۔

جب حضرت لوط نے اپنی قوم کو اس سے منع کیا کہ یہ گناہ ہے۔ گندی بات ہے، تو حضرت لوط کی قوم نے بجائے اس سے باز آنے کے ان کو (لوط علیہ السلام) یہ کہا کہ ہم تم کو بستی سے نکال دیں گے۔ جب وہ بار بار منع کرنے سے باز نہ آئے تو پھر عذاب الٰہی ان پر مسلط کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے اہل خانہ کو نجات دی، لیکن آپ کی بیوی دیگر بستی والوں کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ کیونکہ وہ اس قوم سے محبت رکھتی تھیں۔ ان کی تباہی کس طرح ہوئی۔ ارشاد ہے۔

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ (پ۱۹۔ الشعراء ع۱۳)

پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا۔ تو کیا ہی بُرا برساؤ تھا ڈرائے گیوں کا۔

Marfat.com

اس مینہ (بارش) میں اللہ تعالیٰ نے کیا برسایا؟ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس بارش میں عجیب طرح کے پتھر برسے کہ وہ گندھک اور آگ سے مرکب تھے۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ بستی میں رہنے والے جو وہاں مقیم تھے وہ تو زمین میں دھنسا دیئے گئے اور جو سفر وغیرہ میں تھے وہ اس بارش سے ہلاک کئے گئے۔ حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا۔ اور آسمان کے قریب پہنچ کر اس کو اوندھا کر کے گرا دیا۔ اس کے بعد پتھروں کی بارش کی گئی۔ ایک اور آیت کریمہ۔

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ

تو ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اس کے نیچے کا حصہ کر دیا۔ اور ہم نے ان (قوم لوط) پر کھڑنجوں کی کنکریاں برسائیں۔ (پ ۱۲۔ ھود۔ ع ۷) مزید ارشاد ہے۔

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ۝ (پ ۱۲ ھود۔ ع ۷)

اس پر ہم نے کھر نجے دار پتھر مسلسل برسائے۔

سجیل خشک مٹی کو کہتے ہیں۔ یا اس مٹی کو جو پتھر کی مانند ہو۔

جائز سے تجاوز نہ کرو

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ (پ ۱۸۔ المومنون۔ ع ۱)

اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا شرعی لونڈیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

لہٰذا جائز اور حلال کے علاوہ اگر انسان کسی اور طرف راغب ہو زنا، لواطت وغیرہ یہ سب گناہ اور حرام ہیں۔ موجودہ اور اخروی زندگی میں باعثِ عذاب ہیں۔

Marfat.com

لواطت کی سزا لواطت کی سزا کے لئے کوئی حد مقرر نہیں اس کا تعین حاکم وقت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ بہر حال اس سلسلے میں ایک روایت بھی ہے۔

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جس شخص کو قومِ لوط کا فعل کرتے ہوئے پاؤ فاعل اور مفعول دونوں کو مار ڈالو۔

لوطی ملعون ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔

رزین اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لواطت کے فاعل اور مفعول دونوں کو جلوا دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں پر دیوار گرا دی۔ (احمد)

شراب نوشی

حدیث پاک ہے۔

گناہ مقفل ہے، یوں سمجھئے جیسے گناہ الگ گھر میں مقفل ہے، اور شراب اس کی کنجی ہے۔

اسلام سے قبل عرب میں شراب نوشی کا عام رواج تھا۔ ہر چھوٹا بڑا اس کا عادی تھا۔ اسلام لانے کے بعد بعض لوگ اس کی قباحت کو محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق عرض کیا۔ کہ ہمیں اس بارے میں حکم دیجئے۔ یہ عقل میں فتور لاتی ہے۔ مال کا ضیاع ہے۔ عرب چونکہ اس کے عادی تھے۔ لہٰذا بتدریج احکام اترنے شروع ہوئے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال پر پہلی آیت کریمہ یہ نازل ہوئی۔ ارشاد ہے۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(پ۲۔ البقرہ۔ ع)

یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ ان سے فرما دو۔ اس میں گناہ (عظیم) اور نفع (قلیل) ہے۔

Marfat.com

چنانچہ کچھ لوگوں نے نفع کے خیال سے پینا جاری رکھا۔ اور کچھ لوگوں نے گناہ کے خیال سے ترک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اچھائی اور برائی بیان کر کے۔ اسے مسلمان کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ وقت گزرتا گیا۔ دعوتوں وغیرہ میں اس کا استعمال ہوتا رہا۔ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن عوف نے دعوت کی جس میں لوگوں نے شراب پی۔ اور پھر بعض نشہ میں مغرب کی نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ چونکہ حواس ٹھیک نہیں تھے۔ اس لئے سورہ کافرون میں تلاوت میں یوں غلطی کی۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ یعنی "لَا" چھوڑ گئے۔ اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ اے کافرو (کافرو) جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اسی کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں ہے لَا اَعْبُدُ جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اس کی ہم عبادت نہیں کرتے۔ چنانچہ جب اس قسم غلطیاں ہونے لگیں، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (پ۵۔ النساء۔ ع۴)	اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ سمجھ بھی سکو۔

اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد پینے والوں کی تعداد کم ہو گئی۔ لیکن معاملہ چلتا رہا۔ ایک مرتبہ انصاریوں کا اجتماع ہوا۔ جس میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ اس میں لوگوں نے شراب پی۔ شعر خوانی شروع ہو گئی۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شعر پڑھا۔ جس میں انصار کی ہجو تھی۔ ایک انصاری نے ایک ہڈی اس کے سر پہ دے ماری۔ جس سے ان کے سر پہ نمایاں زخم آیا۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے اس فعل پہ بڑے مضطرب تھے۔ آپ بار بار اللہ تعالیٰ سے کوئی حتمی حکم نازل فرمانے کی دعا کیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ سن کر آپ (عمرؓ) نے دعا کی بارِالٰہی شراب کے بارے میں واضح حکم نازل فرما۔ یہ عقل نگن اور غارت گر مال ہے۔ آخر شراب کی حرمت کے بارے میں ۳ھ میں حکم نازل ہوا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ	اے وہ لوگو۔ جو ایمان لائے ہو۔ اس کے سوا نہیں کہ شراب اور جوا اور بت اور

Marfat.com

مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۔ المائدہ۔ ع) پانسے گندے شیطانی کام ہیں۔ پس ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

شریعت کی رو سے ہر وہ چیز جس کا استعمال انسانی حواس کو معطل کر دے۔ عقل کو ڈھانپ لے۔ اسے یہ تمیز نہ ہو۔ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ پھر جس چیز کا کثرت استعمال نشہ لاتا ہے۔ اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ لہٰذا ہر نشہ لانے والی چیز قطعی حرام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہر مسکر حرام ہے جس کو فرق (ناپنے کا برتن) جیسا کہ ہماری زبان میں اسے پیگ کہتے ہیں، سے نشہ آجائے تو اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور مفتر شے کو حرام کیا۔ مفتر ہر اس شراب کو کہیں گے۔ جو دماغ میں فتور لائے۔ اور اعضا کو بے حس کر دے۔ آپ نے فرمایا۔ جو نشہ آور شے استعمال کرے۔ اللہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔

شراب نوشی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے

شراب نوشی دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے مضر ہے۔ شراب کا عادی اپنی دولت کا بیشتر حصہ اس میں ضائع کر دیتا ہے۔ اور پھر یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ آہستہ آہستہ انسان کے قویٰ کو کمزور کر دیتا ہے۔ شراب پینے سے انسان حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اسے اپنے پرائے کی پہچان نہیں ہوتی۔ اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ وہ گالیاں بکتا ہے شیطان اس پر سوار ہوتا ہے۔ بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے۔ کبھی کبھی شرابی حادثات کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ اپنے دینی اور دنیوی فرائض بطریق احسن انجام نہیں دے سکتے۔ بلکہ بعض اوقات نشہ کی حالت میں انسان کو جو نہیں کرنا چاہیئے، وہ بھی کر گزرتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے ہم پر کرم فرمایا اور اسے قطعی حرام قرار دے دیا۔ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی وہ آخرت میں محروم رہے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ شراب بنانے والا اور بنوانے والا، پینے والا اور پلانے والا، اٹھا کر لانے والا، بیچنے والا اور خریدنے والا اور اس کی کمائی کھانے

Marfat.com

والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

شراب، جوا، بت اور پانسے کو نجاست اور پلیدی قرار دیا گیا ہے۔ مطلب جس طرح انسان پلید اور گندی چیزوں سے دور بھاگتا ہے۔ دیکھ کر کراہت محسوس کرتا ہے، جیسے پاخانہ، پیشاب وغیرہ، اسی طرح ان سے بھی دور بھاگے۔ ان کے ذریعے سے شیطان اپنا وار کرتا ہے۔ انسان کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے، حکماء نے اسے اُمّ الخبائث برائیوں کی ماں قرار دیا ہے۔

شیطان نے چونکہ انسان کو گمراہ کرنے، برائی میں مبتلا کرنے اور اللہ کی راہ سے روکنے کا عہد کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ ہمیں، ان چیزوں کی طرف بلاتا ہے۔ بہتری کے لئے نہیں بلکہ۔ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ه (پ المائدہ ع ۲)	شیطان تو یہی چاہتا ہے، کہ تم میں شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور بغض ڈالے۔ اور تم کو اللہ کی یاد (ذکر الٰہی) اور نماز سے روکے۔ پس کیا تم رک جانے والے ہو ان سے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطانی غرض صاف طور پر بتا دی۔ کہ شیطان جو ہمیں شراب، جوا اور دیگر برائیوں خوشنما اور دلربا بنا کر ہمارے سامنے لاتا ہے۔ شراب طاقت دے گی۔ جوئے سے مال آسانی سے اکٹھا ہو جائے گا۔ امیر ہو جاؤ گے۔ اس سے اس کی غرض صرف یہ ہے، کہ تم میں فساد پھیلاتے۔ تمہیں کھیل کود میں مصروف کرے۔ اور ان کے ذریعے تمہیں جھگڑوں میں مبتلا کر دے۔ اور اس طرح وہ اپنا اصلی مشن (اللہ کی راہ سے روکنا) پورا کرے۔ یعنی تمہیں یاد الٰہی اور نماز سے غافل کر دے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان کی اصلی ہمدردی عیاں کر کے مسلمان کو واضح کر دیا کہ کیا اب بھی تم باز نہیں آؤ گے۔ اس کا نفع و نقصان تمہارے سامنے ہے۔ تعجب ہے تم پھر بھی خم پر خم لنڈھائے جا رہے ہو۔ مال ضائع ہو رہا ہے۔ جھگڑے فساد اور لڑائی کی نوبت بھی آتی ہے۔ لہٰذا ہمیں سمجھنا چاہیئے۔

Marfat.com

شرابی کی سزا

شراب کی بڑی سخت سزا ہے، دنیا اور آخرت دونوں میں اس پہ گرفت ہے۔

۱۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت کے بعض افراد رات دن شراب اور لہو ولعب میں گزاریں گے، تو ایک دن صبح کو یہ لوگ بندر اور سوئر کی صورتوں میں مسخ کر دیئے جائیں گے۔ ان میں خسف (زمین میں دھنسا دینا) ہوگا۔ ان پہ آسمان سے پتھر برسیں گے۔ لوگ کہیں گے کہ آج رات فلاں محلہ دھنس گیا۔ آج رات فلاں گاؤں زمین میں دھنس گیا۔ ان پہ لوط کی طرح پتھر برسیں گے۔ اور قوم عاد کی طرح آندھیوں سے تباہ کئے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ یہ لوگ شراب پیئں گے اور سود کھائیں گے۔ ریشمی لباس استعمال کریں گے۔ گانے والیاں ان کے پاس جمع ہوں گی، اور قطع رحم کریں گے۔ (احمد۔ ابن ابی الدین) مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کا فسق و فجور ان کے ہاں رائج ہوگا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے زنا کیا، شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا ایمان چھین لیتا ہے جس طرح کسی سے اس کے کپڑے اتروا لئے جائیں۔ (حاکم)

آخرت کا عذاب

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تین آدمی جنت میں نہیں جا سکتے۔ ایک شراب کا عادی، دوسرا قاطع رحم اور تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔ جو شراب سے توبہ کئے بغیر مر جائے۔ اس کو قیامت میں غوطہ کا پانی پلایا جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا۔ کہ غوطہ کیا ہے؟ فرمایا، ایک نہر ہے۔ جس میں زانیوں کی شرمگاہوں کا کچلہو بہتا ہے۔ شرابیوں میں اس قدر بدبو ہوگی۔ کہ اس سے اہل دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ (احمد۔ ابو العلی۔ ابن حبان)

عہد نبوی کے واقعات اور سزا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب نوشی

Marfat.com

پر لکڑی اور نعلین سے مارا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس درے لگائے۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ رسول کریم کے پاس ایک شرابی آیا۔ آپؐ نے اس کو چالیس مرتبہ لکڑی سے مارا۔ اور ایسا ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا۔

شراب سے بچو شراب سے بچو کہ یہ گناہوں کے برگ و بار لاتی ہے اور جس طرح ایک شجر سے دوسرا شجر پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح شراب کے گناہوں سے کئی گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ شرابی اس بت پرست کی طرح ہے، جو لات و عزیٰ کی عبادت کرتا ہو۔ (فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ چیز ہمارے ہاں خریدی اور بیچی جارہی ہے، استعمال ہو رہی ہے۔ ہم اسے پلید اور شیطانی عمل بھی کہتے ہیں۔ کیا دوسرے مذاہب ہم پر مسکراتے نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچنے کی توفیق دے۔

اس کے علاوہ دیگر گناہوں غیبت، بہتان، چغلی، جھوٹ، بددیانتی، حرص اور لالچ سے بچنا چاہیئے۔ دینی فرائض نماز، روزہ، حج، صدقہ، ہمدردی، اپنے ساتھیوں سے حسن سلوک، اتفاق باہمی میل ملاپ۔ غرضیکہ تمام نیک کام اور اوصاف اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے، مجاہد ہونا یہ مسلمان کی وراثت ہے۔ ہم حقیقی معنوں میں مسلمان اس وقت ہو سکتے ہیں، جب ہم اسلام کے منع کردہ اور حرام قرار دیے ہوئے کاموں سے اجتناب کریں اور اپنی روزمرہ زندگی میں اسلامی احکامات کی پابندی کریں۔ اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں مسلمان اور مومن بنائیں۔ حقیقی مومن ہی حقیقی مجاہد ہو سکتا ہے، اور اسی کی ضرب کاری ہے

ع۔ نہ تیغ و ضرب ہے کار کے زیری ضرب کاری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ۝

(پ۲ البقرہ۔ ع۹)

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

اور مجھ سے ڈرتے رہو۔ اے عقل والو!

مسلمان کا اصلی مایۂ شرف اس کا تقویٰ ہے

اس کا دین ہے۔ اس کا حسب ہے

اس کی مروت ہے اور اس کا خلق ہے

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

تقویٰ اور عمل

تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے

ارشادِ ربانی ہے۔

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

(پ۲۔ بقرہ۔ ع۹)

سفر کے لئے انسان کو زادِ راہ یعنی خوراک، پانی، لباس وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے بغیر سفر جاری رکھنا ناممکن ہوتا ہے۔ اور منزل تک پہنچنا محال ہو جاتا ہے۔ انسان کی اخروی زندگی جو ایک طویل سفر ہے۔ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اس کے لئے بھی رختِ سفر درکار ہے۔ اس طرح زادِ راہ کی دنیوی اور اخروی زندگی دونوں میں ضرورت برابر موجود ہے۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ بہترین سامانِ سفر سے لیس ہو، تاکہ وہ بخیر و خوبی اپنی منزل تک پہنچ جائے۔ چنانچہ معاملہ کا تعلق خواہ اس دنیا کی زندگی سے ہو یا اگلی دائمی زندگی سے ہو۔ اس کے لئے بہترین سامانِ سفر ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے۔ تقویٰ گناہوں سے بچاتا ہے۔ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور نیکی منزلِ مقصود یعنی جنت میں لے جائے گی۔

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی میں نے سفر کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے کوئی زادِ راہ عنایت فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا خدا تجھے تقویٰ کا زادِ راہ دے۔ حضرت کمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا۔ وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے مقبرہ والو، اے وحشت اور تنہائی والو کیا خبر ہے، کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال

Marfat.com

تقسیم ہو گئے، اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے خاوند کر لئے۔ یہ تو ہماری خبر ہے۔ کچھ اپنی بھی کہو۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کمیل اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ اور پھر رونے لگے اور فرمایا: اے کمیل قبر عمل کا صندوق ہے۔ اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا، مسلمان کا اصلی مایہ شرف اس کا تقویٰ ہے، اس کا دین ہے، اس کا حسب ہے۔ اس کی مروت ہے۔ اور اس کا خلق ہے۔

تقویٰ کی کان

دانائیوں میں سے بڑی دانائی تقویٰ ہے، اور حماقتوں میں بڑی حماقت بدکاری ہے، سچائیوں میں بڑی سچائی امانت اور جھوٹ میں بدترین جھوٹ خیانت ہے۔ تقویٰ ماتھے میں نہیں ہے کہ اس پر شکن ڈالا جائے، نہ چہرے میں ہے کہ اس کو ترش کیا جائے، نہ رخسار میں ہے کہ اس کو پھیرا جائے، نہ گردن میں ہے کہ اس کو جھکایا جائے۔ اور نہ دامن میں ہے کہ اس کو اکٹھا کیا جائے۔ تقویٰ تو دلوں میں ہے، تقویٰ ایک ایسی چیز ہے، جو کسی کتاب، کان یا دکان سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دلوں کا مکین ہے، اور اس کے ملنے کی جگہ کے متعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہر شے کی کان ہوتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفوں کا دل ہے۔"

کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا۔ بندوں میں سے بزرگ کون زیادہ ہے، فرمایا کہ مروّت اور تقویٰ والے۔ پوچھا کہ اعمال میں سے افضل کونسا عمل ہے۔ فرمایا فرائض کا ادا کرنا، حرام چیزوں سے اجتناب کے ساتھ رہنا۔ پوچھا کہ کلام میں سے کونسا کلام سننے کے قابل ہے۔ فرمایا کہ سچ کہنا، ایسے شخص کے سامنے جس سے بیم و رجا ہو۔ پوچھا ایمان والوں میں سے کونسا دانا ہے۔ فرمایا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر عمل کرے اور لوگوں کو اس طرف بلا دے۔ پوچھا کہ اہل ایمان میں سے زیادہ خسارے میں کون ہے۔ فرمایا جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش میں چلے۔ اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے۔ بشر بن حارث کا قول ہے، کہ سب سے سخت عمل تین ہیں۔ قلت کی حالت میں بخشش کرنا، تنہائی میں پرہیزگار رہنا، جس سے ڈر اور امید ہو اس کے سامنے سچ بولنا۔ بشر بن حارث حافی کی ہمشیرہ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی

Marfat.com

خدمت میں آئیں، اور عرض کیا۔ میں اپنے کوٹھے پہ سوت کاتا کرتی ہوں، اس وقت ایک شخص کی روشنی کا عکس مجھ پر پڑتا ہے، کیا اس روشنی میں مجھے سوت کاتنا جائز ہے یا نہیں، آپ نے جواب دیا تو کون ہے۔ وہ کہنے لگی میں بشر بن حافی کی بہن ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب رو دیئے، فرمایا، پرہیز گاری کا ظہور تمہارے ہی گھر سے ہوتا ہے۔ اس روشنی میں تم سوت نہ کاتا کرو۔

علی عطارؒ فرماتے ہیں۔ میں نے بصرے کی گلیوں میں دیکھا کہ بوڑھے لوگ بیٹھے ہیں، اور لڑکے کھیل رہے ہیں۔ میں نے لڑکوں سے پوچھا ان بوڑھوں کے سامنے تمہیں کھیلتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ وہ کہنے لگے ان سے شرم کیا آئے۔ ان میں پرہیز گاری کم ہے۔ اس لئے ہمیں ان کا خوف بھی نہیں۔

لباسِ تقویٰ

جنت سے نکالے جانے کے بعد انسان کو بدن ڈھانپنے کے لئے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ ایک فطری ضرورت ہے۔ انسان تنہائی اور پوشیدہ جگہ میں بھی برہنہ ہونے سے عار محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذہن میں ایسے طریقے اور خیالات ڈال دیئے۔ جس سے انسان نے مختلف طریقوں سے اپنے بدن کو ڈھانپنا سیکھا۔ اس طرح زمانے کے ارتقا کے ساتھ انسان نے رنگا رنگ کے لباس تیار کیے اور آج انسان اسی لباس سے سمندر کی گہرائیوں اور فضا کی بے پناہ وسعتوں میں زندگی گزارنے کے عزم کا اظہار کر رہا ہے۔ چنانچہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے بدن اور بالخصوص شرمگاہوں کو ڈھانپنے کا شعور دیا۔ تو اسے زمین سے اُگی ہوئی جڑی بوٹیوں سے استفادہ کر کے لباس تیار کرنے کا شعور بھی دیا۔ ارشاد ہے۔

يٰبَنِیٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ	اے آدم کی اولاد ہم نے تم پر پوشاک اُتاری جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانکے اور آرائش کے کپڑے اتارے اور پرہیز گاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔
(پ۸ الاعراف)	

لباس شرمگاہوں کے ڈھانپنے کے علاوہ بدن کی سجاوٹ کا کام بھی دیتا ہے۔ دورِ حاضر

Marfat.com

کی آنکھ اس کی رنگ رلیوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ آج کا ڈیزائن کل پرانا ہوتا ہے، اعلیٰ طبقوں میں سوٹ چند ہفتوں کے بعد بے کار ہو جاتا ہے۔ یہ لباس جو ظاہری سجاوٹ کو نکھارنے اور شرم وحیا برقرار رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اصل میں ہماری شرم وحیا کا مددگار ہے۔ انسان میں اصل چیز جس سے بدن اور روح کی حفاظت ہوتی ہے، وہ تقویٰ ہے جس کا بڑا حصہ شرم وحیا ہے۔

یہ شرم وحیا اور خوفِ خدا ہی ہے۔ جو انسان کو برائیوں اور بے حیائیوں سے باز رکھتا ہے۔ فحش باتوں اور دیگر غلیظ کاموں سے روکتا ہے، اگر تقویٰ نہ ہو تو صرف لباس گناہوں سے روکنے کے لئے کافی نہیں۔ لباس اللہ کی ظاہری نشانیوں میں سے ایک ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو پاک وصاف رکھنا چاہتا ہے۔ اگر ہم لباس کی حقیقت سے یہ نہ سمجھیں کہ اس کا حتمی مقصد دل کی پاکیزگی ہے، تو ہم نے غور وفکر سے کام نہیں لیا۔ احکام ربانی کی اصل روح کو پانے کی کوشش نہ کی جو ایک مسلمان کی حیثیت سے کرنا ضروری ہے۔

تقویٰ یہ سکھاتا ہے، کہ انسان کا کھانا، پینا، پہناوا، اوڑھنا، بچھونا سب کچھ حلال، جائز اور شرعی حدود کے اندر ہونا چاہیئے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہر لمحہ اور ہر قدم پر شریعت سامنے ہو۔ دنیا وآخرت میں گرفت کا خوف ہو۔ حرص وطمع اور زمانہ سازی کے چکر میں جائز حدود کی دھجیاں نہ اڑائیں، پھر تقویٰ چونکہ لباس کی اصل ہے۔ اس لئے اس کا شرع کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ آج ہم نے جو گوناگون موشگافیاں اختیار کر رکھی ہیں۔ یہ باعثِ گرفت اور گناہ ہیں۔ ماڈرنائزیشن (MODERNIZATION) ہمیں بہت دور لے گئی ہے۔

ظاہری لباس

لباس چونکہ انسان کی خوبصورتی اور سجاوٹ میں اضافہ کرتا ہے، اس لئے لباس کا اچھا ہونا بھی ضروری ہے۔ کپڑے سادہ بھی ہو سکتے ہیں اور قیمتی بھی اس میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ سفید کپڑے کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ پسند فرمایا۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: لوگو! تم سفید کپڑے پسند کرو۔ سفید کپڑا اچھی چیز ہے، اس میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ سفید کپڑا صاف اور عمدہ ہوتا ہے، اس لئے اس کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ اگرچہ دوسرے رنگ کے کپڑے بھی پہننے جائز ہیں بشرطیکہ زنانہ رنگ و وضع کا آئینہ دار نہ ہوں۔ سادگی اور عاجزی کی خاطر اگر لباس میں سادگی اختیار کی جائے تو باعثِ ثواب اور ایمان کی علامت ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے باوجود قدرت واستطاعت کے محض عاجزی کی غرض سے لباس میں سادگی اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے بھرے مجمع میں اختیار دے گا اس بندے کو کہ ایمانی حلّوں میں سے جس حلّے کو چاہے پسند کرے۔ (ترمذی) ایک اور حدیث پاک ہے۔

حضرت ابو امامہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک دن دنیا کا ذکر کر رہے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لباس کی سادگی ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ (ابو داؤد)

تو معلوم ہوا کہ سادگی اور تواضع اختیار کرنا، زیادہ پسندیدہ ہے۔ تکبر اور فخر وریا اور دکھاوے کی خاطر جو لباس پہنا جائے تو وہ حرام اور ناجائز ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دفعہ کسی نے ریشم کا سلوکہ بطور ہدیہ بھجوایا۔ آپ نے پہن لیا اور اس کو پہن کر نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر نہایت نفرت کا اظہار کیا اور اس کو اتار کر فرمایا۔ پرہیزگاروں کے لئے یہ کپڑے مناسب نہیں۔

متقی کون ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! متقی وہ ہے جو شرک و کبائر و فواحش سے بچے بعضوں نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے۔ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت (گناہ) پر اصرار وطاعت پر غرور کا ترک کرنا تقویٰ ہے۔ بعض نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں سے اُس نے منع فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کا نام ہے۔ مذکورہ بالا تمام معنی مناسبت رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں مرکزی

Marfat.com

نقطہ سب ہیں گناہوں سے بچنا اور نیک عمل کرنا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو متقی کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ متقین سے اپنی محبت کا اعلان فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں (مراد محبوب ہیں) (پ۵۔ ع۱۶)

المختصر متقی وہ ہے جو شرک، کبائر و فواحش سے اپنے دامن کو بچاتے ہوتے شرعی حدود کے اندر رہ کر اسلامی اصولوں کے مطابق عمل کرے۔ جو کبائر (کبیرہ) گناہوں سے بچے جس کی اللہ نے ممانعت فرمائی ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کے دیگر گناہ معاف فرمادے گا اور اُن کو عزت و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ ارشاد ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبٰٓئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا

اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ (پ۔ نساء۔ ع۲)

تقویٰ نیکی کی بنیاد ہے

ہر نیکی کی بنیاد تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی قبولیت کا معیار تقویٰ ہے۔ اللہ کے ہاں رنگ و نسل، خاندانی بزرگی دنیاوی مال و دولت، جاہ و حشم، کالے گورے اور عربی عجمی کی کوئی تمیز نہیں، اللہ کے ہاں برگزیدہ وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔ پرہیزگار ہے۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحجہ کے مہینہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا، لوگو! تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے۔ عربی کو عجمی اور گورے کو کالے پر کوئی بزرگی کا حق نہیں۔ اب تو بزرگی صرف تقویٰ اور پرہیزگاری سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اللہ کے نزدیک بزرگ وہ ہے۔ جو متقی ہے (بیہقی)

ایک اور حدیث پاک میں یوں ارشاد فرمایا!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگو اللہ تعالیٰ نے جاہلانہ فخر کو روک دیا ہے۔ اب یا تو مومن حقیقی ہے یا فاجر شقی

Marfat.com

ہے۔ سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حسب ونسب کا فخر ختم ہو گیا۔ اب تو صرف ایمان و تقویٰ کی عزت ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے۔ حبشی نژاد تھے۔ ایمان و تقویٰ کی دولت نے دامنِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نصیب فرمایا، شاہِ لولاک نے امیہ کی غلامی سے نجات دلانے کے بعد سر دامنِ اقدس میں لئے محبت و شفقت سے دستِ مبارک سر پر اور بدن پر پھیرا۔ سب سے پہلے جنت میں قدموں کی آہٹ سماعت فرمائی اور بشارت دی۔

ابوجہل اور ابولہب

ابوجہل اور ابولہب بڑے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ابولہب حقیقی چچا ہے۔ دونوں مالدار ہیں۔ بڑی عزت اور جاہ جلال والے ہیں۔ لیکن بے ایمانی سے نامرادی کے مستحق ٹھہرے۔

تقویٰ جملہ عبادات اور نیکیوں کی جان ہے

کلام پاک میں نیکی اور نیک کام کرنے والوں کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ بار بار اُن کی عظمت کا اظہار کیا۔ اجر و ثواب کا وعدہ دہرایا۔ نیکی بدی کو کھاجاتی ہے۔ نیکیوں کے طفیل بروں پر بھی رحم کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بُرے لوگ نیکوں کے طفیل گرفتِ الٰہی سے محفوظ رہتے ہیں۔ مختلف اعمال و افعال کا ذکر کر کے یہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال و دولت اور سامان کی ضرورت نہیں وہ احتیاجات سے بے نیاز ہے۔ وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ اس کے ہاں کوئی کمی نہیں وہ دینے والا ہے لینے والا نہیں۔ اللہ رب العزت نے جو مختلف انداز سے انسان کو قربانی کرنے کے لئے حکم دیا ہے۔ اس کا مقصد انسان میں تقویٰ کی تعمیر و ترقی ہے۔ مادی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کسی شے کا محتاج نہیں۔ نیکی اور نیک اعمال کا ذکر یوں فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ	نیکی یہی نہیں کہ اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو اور نیکی یہ ہے، جو کوئی ایمان

Marfat.com

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔

(پ ۲ ۔ بقرہ ۔ ع ۶)

لاتے۔ اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور اس کی محبت پہ مال دے رشتہ داروں کو یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے جب وہ کسی سے عہد کریں اور سختی اور تکلیف میں صبر کرنے والے اور لڑائی کے وقت یہی لوگ سچے ہیں۔ اور یہی پرہیزگار ہیں۔

مذکورہ آیات میں واضح طور پہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ نیکی یہ نہیں کہ منہ مغرب کی طرف ہو یا مشرق کی۔ بلکہ نیکی کی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، انبیاء اور الہامی کتابوں پر ایمان لائے۔ اور اعمال کی انجام دہی میں ظاہری ارکان کی پابندی پہ اکتفا نہ کیا جائے، اسے ہی سب کچھ نہ سمجھ لیا جائے، یہ معیار نیکی نہیں ہے بلکہ مرکزی نقطہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اور جو لوگ آیاتِ بالا میں مذکورہ افعال، خلوص نیت اور رضائے الٰہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ وہی تقویٰ اور پرہیزگاری کی اصل روح کو سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض افعال یہ ہیں۔

روزہ روزہ کی فرضیت کا بھی حتمی مقصد انسان کو پرہیزگار بنانا مقصود ہے۔ ارشاد ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ (پ ۲ بقرہ ع ۷)

اے ایمان والو، تم پر فرض کئے گئے روزے جیسے کہ فرض کیے گئے تھے تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

فرض ہونے کے ساتھ ساتھ بنیادی مقصد یہ بیان کیا گیا ہے، کہ مسلمان پرہیزگار اور متقی بن جائے۔ انسان کو بھوکا پیاسا رکھنے سے مراد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں پختگی کا معیار

Marfat.com

جانچا جائے۔ اس طرح قربانی کے متعلق ارشاد ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ (پ۱۷ الحج ع۵)	اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

خدا کے ہاں قربانی کا گوشت نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ عبادات کے متعلق اس طرح ارشاد ہوا "اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ تاکہ پرہیزگار بن جاؤ"۔ عبادات جس میں نمازیں، نوافل، ذکر، دعا اور تلاوت شامل ہیں۔ یہ برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہیں۔

حج حج کے دوران تین دن خصوصی عبادت کے لئے ہیں۔ انہیں ایام نحر کہتے ہیں۔ یہ دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ ہیں۔ لیکن اگر کوئی بارھویں تاریخ کے بعد بھی ذکر الٰہی کی غرض سے وہاں ٹھہرتا ہے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور اگر کوئی شخص صرف دو ہی دن وہاں ٹھہرنے کے بعد مکہ روانہ ہو جائے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ بعض مجبوریوں کی بنا پر شرعی احکام کی تعمیل میں نرمی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ج وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ لِمَنِ اتَّقٰی ط (پ۲ بقرہ ع۹)	پھر جو کوئی دو ہی دن میں جلدی چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور جو کوئی رہ گیا، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بتانا مقصود ہے، کہ اللہ کا ڈر اور خوف یعنی تقویٰ اصل چیز ہے۔ جن افعال سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ان سے بچنا اس کی اطاعت میں کوئی عذر اور بہانہ تلاش نہ کرنا۔ البتہ حقیقی مجبوریاں قبول ہو سکتی ہیں لیکن یہ ایسی صورت مانی جائیں گی، جو نیک نیتی، پاک دامنی اور پرہیزگاری پر مبنی ہوں۔ احکامِ الٰہی کی پابندی سے گریز کی گنجائش نہیں۔ گو ظاہری شعائر کی پابندی بھی ضروری ہے۔ لیکن اسلام کا اصل مطمع نظر جو انسان میں پیدا کرنا مقصود ہے۔ وہ تقویٰ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مجبوراً کوئی کوتاہی ہو جاتے تو معاف ہو سکتی ہے، احکامِ خداوندی کا مقصود

Marfat.com

انسان کی زندگی میں طہارت پاکیزگی اور عمدگی پیدا کرنا ہے۔ اور اگر ان خصوصیتوں کے ہوتے ہوئے کوئی شخص احکام بجالانے سے کچھ مجبور ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

انصاف اور تقویٰ

کسی معاشرہ میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے عدل وانصاف کی مشینری کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہو جائیں گی۔ عدم تحفظ کا احساس بڑھ جائے گا۔ عوام کا حکومت سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ تنازعات میں انصاف قائم کرنا یہ ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد مبارک کے مطابق حکومت کسی کو کسی کا حق چھیننے نہیں دے گی خواہ وہ کس قدر طاقتور ہو۔ اور نہ کسی کا حق غصب ہونے دے گی۔ خواہ وہ کتنا ہی کمزور ہو"۔ عمل اور انصاف کی راہ میں مختلف عناصر حائل ہوتے ہیں۔ اقربا پروری سفارشیں، ذاتی انتقام، مادی اور سیاسی دباؤ، رشوت اور اسی قسم کے دوسرے بہت سے عوامل ہیں جو انصاف کے لئے سدِ راہ ہیں۔ موجودہ دور میں تو اخبارات پہ ایک عام نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جرائم کا معاملہ انتہا پہ ہے۔ چنانچہ ایسے حالات میں انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا ایک طرح سے عظیم جہاد ہے۔ کلام پاک میں انصاف سے متعلق ارشاد ہے۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ عدل وانصاف کرو کیونکہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (مائدہ ۸)

گزشتہ عوامل کو ملحوظ رکھتے ہوئے، منصف کے لئے نفع ونقصان کے مواقع موجود ہوتے ہیں۔ وقتی فائدے اور خوشنودیاں میسر آسکتی ہیں۔ ذاتی انتقام لے سکتا ہے۔ مخالف کو ختم کرنے اور کرانے کے لئے، انصاف کی حدیں پھلانگ سکتا ہے، لیکن یہ سب عارضی باتیں ہیں۔ انسان ہمیشہ ایک حال میں قائم نہیں رہتا۔ لہٰذا تقویٰ انسان سے یہی تقاضا کرتا ہے۔ کہ ہر حال میں انصاف کیا جائے۔ اس سے کسی صورت میں بھی روگردانی نہ کی جائے۔

مصائب پر صبر

دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ انسان مسلسل آزمائش سے دوچار رہتا ہے۔ آزمائش جیسا کہ جہاد کے ضمن میں ذکر آچکا ہے، جان، مال اور اولاد وغیرہ سے ہوگی۔ تکالیف کا سامنا کرنا یہ دل گردے کی بات

Marfat.com

ہے۔ بعض اوقات انسان اِن پر اپنے آپ کو کوستا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہے۔ چنانچہ ان سب کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا، آسان کام نہیں۔ رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھنا یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔ ہر کام میں کوئی راز اور مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ جسے انسان نہیں سمجھ سکتا۔ کہ آخر نتائج کیا ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (پ۴۔ آل عمران۔ ع۱۹)

اگر تم صبر کرو۔ اور تقویٰ اختیار کرو۔ تو یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔

مصائب زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہیں۔ عام زندگی جس میں کاروبار، لین دین، سماجی میل ملاپ، دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد، برائیوں کی روک تھام، طاغوتی طاقتوں کے حملے کے خلاف وطن کا دفاع اور دیگر اعمال و افعال میں ان کا سامنا ہو سکتا ہے۔ دینِ اسلام کی یہ بنیادی ہدایت ہے کہ انسان ایسے تمام معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کے سہارے اپنی کشتی کو رواں دواں رکھے۔ صبر کے متعلق اجر و ثواب کا تفصیلی ذکر ایمان اور مصائب کے باب میں گزر چکا ہے۔ صبر والے ہی پرہیزگار ہیں۔ ارشاد ہے۔

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (پ۲ البقرہ ع۶)

اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

تقویٰ پسندیدہ امور کی بنیاد ہے

شیخ رومیؒ فرماتے ہیں۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جب معمار دیوار کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے۔ تو وہ آخر تک ٹیڑھی ہی رہتی ہے اس کو سیدھا کرنا ممکن نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس کو از سرِ نو نہ بنایا جائے۔ انسان جب کوئی منصوبہ شروع کرتا ہے، تو وہ اس کی تکمیل کے لئے وسائل کا اندازہ لگاتا ہے، کس قدر اخراجات ہوں گے اور ان کو کہاں سے مہیا کیا جائے گا۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ میں اسے اپنے وسائل سے مکمل نہیں کر سکتا، تو وہ اپنے دوستوں یا ایسے اداروں کی طرف رجوع کرتا ہے جو اس کی

Marfat.com

اعانت کر سکیں۔ پھر حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ ایسی فرم یا کمپنی سے معاہدہ کیا جائے جس سے کام کے بدرجہ اُتم تکمیل کی ضمانت مل جائے۔ کیونکہ جتنی فرم مالدار اور اہل ہو گی۔ اتنی ہی باعثِ اطمینان ہو گی۔ کہ گاہک کو وسائل کی کمی کا خوف نہیں رہتا۔ اسلام اسبابِ دنیا کے ساتھ ساتھ ہر کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ و توکّل کی تعلیم دیتا ہے۔ دنیوی وسائل کو حادثات پیش آسکتے ہیں۔ یا ایسے دوسرے اسباب کا امکان ہوتا ہے جن کو منصوبہ بندی میں پیش نظر رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اکثر مشاہدے میں آتا ہے کہ منصوبہ جات مجوزہ مدت سے کہیں بعد جا کر پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ اس دینِ متین کا حکم یہ ہے کہ انسان اپنے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر رکھے۔ انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ ایسے ہی کام اللہ کے ہاں پسندیدہ قرار دیئے گئے ہیں۔

ایسے کسی منصوبے کی ابتدا نہ کی جائے جو ملتِ اسلامیہ میں تفرقہ اور فتنہ و فساد کا باعث ہو۔ اسلام کے پاکیزہ دائرۂ کار میں ایسی چیزوں کا وجود بے حد نقصان دہ ہے۔ خواہ ان کا تعلق مادی مسائل سے ہو، یا دینی مسائل سے۔ کلام پاک میں مسجدِ ضرار کی مذمت اور برائی صرف اس لئے کی گئی کہ اس کی بنیاد کا مقصد ملتِ اسلامیہ میں تفرقہ اور فتنہ و فساد برپا کرنا تھا۔ اس کے برعکس مسجدِ قبا کی تعریف کی گئی۔ کیونکہ اس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر تھی۔

مسجدِ ضرار مدینہ منورہ سے باہر ایک محلہ قبا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو پہلے اسی محلے میں ٹھہرے۔ قبا میں جہاں آپ نے نمازیں ادا کی تھیں۔ وہاں مسجد تعمیر ہوئی۔ جو مسجدِ قبا کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں محلہ کے تمام لوگ نماز ادا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں (منافقین) نے ان کے مقابلے میں وہاں ایک مسجد بنالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ ہم نے یہ مسجد قریب کے لوگوں کے آرام اور سہولت کے لئے تعمیر کی ہے۔ آپ اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھ لیں تو یہ مسجد بابرکت ہو جائے گی۔ اس وقت آپ غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے۔ ان سے کہا کہ اس وقت تو فرصت نہیں۔ واپسی پر انتظام کیا جائے گا۔ جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ شریف کے بالکل قریب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ارشاد ہے۔

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّہُمْ لَکٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ؕ

(پ۱۱۔ توبہ ع۱۳ (۱۰۷-۱۰۸)

اور جنہوں نے بنائی مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کو جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے سے لڑ رہا ہے۔ وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی۔ اور اللہ گواہ ہے۔ کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اس میں کبھی نہ کھڑا ہو۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل دن سے پرہیزگاری پر دھری گئی ہے، اس لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔

مسجد ضرار منافقین نے تعمیر کی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف صلاح مشورے کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالنے کی نیت سے اسے تعمیر کیا گیا تھا، گویا کہ یہ اللہ کا گھر تھا۔ لیکن اس کی تعمیر کے محرکات اسلام کے خلاف تھے۔ لہٰذا اسے مٹا دیا گیا۔ حکم ربی سے مسجد کو مسمار کر کے زمین برابر کر دی۔ اس مسجد کی تعمیر کا محرک ابو عامر تھا۔ یہ مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ عیسائی ہو کر راہب ہو گیا تھا لوگ اس کی عزت کرتے تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اس نے اپنی بات بگڑتے دیکھی تو اسلام کا دشمن ہو گیا۔ اور ہر غزوہ میں کفار کی مدد کی۔ آخر کار شام چلا گیا۔ اور وہاں سے مدینہ کے منافقوں کو لکھا کہ تم ایک مسجد بنا لو تاکہ ہمارا ایک ٹھکانہ ہو جائے۔ عنقریب میں شام والوں کو مسلمانوں پر چڑھا کر لاتا ہوں اور وہ ان کا کام تمام کر دیں گے۔ لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں۔

اس کے بعد مسجد قبا کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ مسجد آپ کے لیے سزاوار ہے جس کی بنیاد روز اوّل سے پرہیزگاری اور تقویٰ پر رکھی گئی ہے، ہر وہ کام جس کی بنیاد تقویٰ پہ ہو گی اللہ کے ہاں پسندیدہ ہو گا۔

Marfat.com

تقویٰ اور معاونت

انسان مادی زندگی میں اپنے افعال کی تکمیل کے لئے خواہ وہ اچھے ہوں یا برے دوسروں کی اعانت کا محتاج ہے۔ تنہا انسان اکثر کاموں کو سرانجام دینے سے قاصر ہے، چنانچہ وہ دوسروں کو مدد اور تعاون کے لئے پکارتا ہے معاونت کن افعال میں کی جائے اور کن سے گریز کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا کرو۔ اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کیا کرو۔

اس طرح تقویٰ معاونت کا ذریعہ ہے۔ ایسے افعال خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی اگر وہ نیکی اور بھلائی کی طرف رو بہ عمل ہوں تو ان میں اعانت کی جائے، رہنمائی کی جائے۔ اس کے برعکس ایسے افعال جو گمراہی، فتنہ و فساد اور برائی کی طرف لے جائیں، ان میں اعانت نہ کی جائے۔ یوں تقویٰ معاونت کی کڑی اور نیکی کی عظیم شاہراہ ہے۔

محض اللہ کا ڈر ہو

زندگی کے طویل سفر میں مختلف حالات اور اسباب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حرص و لالچ۔ نفع و نقصان چھوٹوں، بڑوں اور خصوصاً حکام بالا کی خوشنودی کا معاملہ درپیش رہتا ہے۔ حق کی راہ اختیار کرنے میں مشکلات کا احتمال ہوتا ہے۔ کمزور عقیدہ انسان اکثر مادی نفع و نقصان پہ غور و خوض کر کے عزیز رشتہ داروں کی خواہش اور حکام بالا کے دباؤ اور ناراضگی کے پیش نظر حقیقت حال سے انحراف کر جاتا ہے حق سے روگردانی کے لئے رنگا رنگ کے ڈراوے اس کے سامنے آتے ہیں اور آج کل تو اکثر ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ اغوا، چوری جیسے ہتھکنڈے عام استعمال ہوتے ہیں، بین الاقوامی سطح پر حکومتوں کے تختے الٹ دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حکم ہے کہ اللہ ہی سے ڈرا جائے۔ غیر اللہ کا ڈر دل سے نکال دیا جائے۔ ارشاد ہے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔ اب یہاں معاملے کا تعلق باطن سے ہو گیا۔ اگر ظاہر اور باطن میں فرق ہو۔ تو اللہ کے ہاں منظور نہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔ اے صاحب عقل لوگو! صرف مجھ سے ڈرو اور ایک مقام پر ارشاد ہے۔ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۞ تقویٰ کا یہ ایک اہم

Marfat.com

اور بنیادی تقاضا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی ذات کا خوف دل میں نہ رکھا جائے۔ وہ خالق و مالک ہے۔ اچھی اور بری تدابیر سب ہی اس کے احکام کے آگے ہیچ ہیں۔ غیر اللہ سے ڈر کر کوئی کام کرنا، یا کسی نیک کام سے باز رہنا، حق بات چھپانا۔ یہ سب تقویٰ کے خلاف ہیں۔ اہل اللہ تو اس پہ یہاں تک زور دیتے ہیں عمل کرتے ہیں کہ کبھی فتویٰ ترک کر دیا جائے۔ اور تقویٰ اپنا لیا جائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقویٰ کی بطور خاص تلقین فرمائی۔

تقویٰ الفت و محبت اور دنیا و آخرت کی فلاح کا ذریعہ ہے

اللہ سے ڈرنا ایک ایسی خوبی ہے کہ یہ انسان کو ہر برائی سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ وہ برائی، زیادتی، حلال و حرام اور نیک و بد میں تمیز کر کے ہی کوئی قدم اٹھاتا ہے۔ اگر شیطان اس کے دل میں اپنے بھائی کے لئے کوئی وسوسہ ڈالتا ہے، کسی برائی کی طرف مائل کرتا ہے، تو تقویٰ فوراً گرفت ربانی کی گھنٹی بجاتا ہے۔ اگر انسان اس سے انتقام نہ لے سکا تو اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اس کی تدبیر سب پہ غالب ہے۔ اور اَللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ اللہ غالب انتقام لینے والا ہے، اس طرح وہ برائی اور ظلم کی راہ چھوڑ کر اعتدال اور نیکی طرف ہوتا ہے۔ جو بالآخر دنیاوی معاشرہ میں الفت و محبت کا باعث ہوتی ہے۔ یہ ہر دو فریق کے لئے باعث فلاح ہے۔ دنیا میں اچھے کام آخرت میں انجام خیر کے ضامن ہیں۔

کلام پاک میں اس سلسلے میں مختلف آیات ہیں۔ اہل تقویٰ کی کامیابی اور نیک نامی کا ذکر آیا ہے۔ ایک مقام پہ ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ہ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پہ ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ خدا سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔ مزید ارشاد ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرْ عَنْہُ۔ اور جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے۔ وہ (اللہ) سَیِّاٰتِہٖ وَیُعْظِمْ لَہٗ اَجْرًا ہ۔ اس سے اس کی برائیاں زائل کر دیتا ہے اور اس کو بڑا اجر دیتا ہے۔ برائیاں زائل ہو جائیں یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ جس کے گناہ دھل گئے وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ گناہوں کی معافی دنیا میں انسان کو بیماری، مصائب اور اس قسم کے دیگر وبالوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس طرح انسان مالی اور بدنی نقصان سے محفوظ رہتا ہے۔ یوں تقویٰ دنیا و آخرت دونوں میں انسان کو فلاح و کامیابی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

Marfat.com

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ کہ نفس سے سخت تر علاج میں نے کسی چیز کا نہیں دیکھا۔ کبھی تو یہ میرے مفید ہوتا ہے اور کبھی مضر۔ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔ کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلوار سے لڑنا چاہیئے۔ اور ریاضت چار طرح پر ہے، تھوڑا کھانا، تھوڑا سونا، بقدرِ حاجت بولنا، اور سب لوگوں کی ایذا کو سہنا، تھوڑے کھانے سے شہوت مرجاتی ہے، اور تھوڑے سونے سے نیت صاف ہوجاتی ہے، کم بولنے سے آفتوں سے سلامت رہتا ہے۔ آپ ہی نے فرمایا کہ انسان کے دشمن تین ہیں، دنیا، شیطان اور نفس۔ تو دنیا سے زُہد کے ذریعے بچنا چاہیئے۔ اور شیطان سے اس کی مخالفت کرنے سے۔ ترک شہوات سے بعض حکما کا قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہوجاتا ہے۔ وہ اس کی چاہ میں قید ہوجاتا ہے اور بیڑیاں اور طوق پڑ جاتے ہیں۔ باگ اس (نفس) کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ جدھر چاہتا ہے لئے پھرتا ہے۔

حضرت امام جعفرؒ فرماتے ہیں کہ اس پر علمأ کا اتفاق ہے کہ عیش دائمی بے عیش چھوڑے نہیں ملتی۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں جاگا، اور نماز پر کھڑا ہوا، کچھ وہ لذت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تھی۔ تو ارادہ کیا کہ سو رہوں، یہ بھی نہ ہوسکا، پھر بیٹھنا چاہا، یہ بھی ممکن نہ ہوا۔ آخر مکان سے نکلا ایک آدمی کمبل میں لپٹا ہوا راستے میں لیٹا ہے۔ جب اس نے میری آہٹ سنی تو اس نے کہا اے ابو قاسم اس وقت ذرا میرے پاس آنا۔ میں نے کہا میاں صاحب پہلے سے تو آپ نے اطلاع نہیں فرمائی۔ اس نے کہا ٹھیک ہے کہ میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمہارے دل کو میرے لئے حرکت دے۔ میں نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا۔ اب آپ فرمائیں کیا مطلب ہے۔ اس نے کہا کہ نفس کے درد کا کس وقت علاج ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہے۔ یہی اس کا علاج اور دوا ہے۔ پس وہ شخص اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا، اور کہنے لگا کہ میں نے تجھ کو سات بار یہی جواب دیا تھا۔ تو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سنوں گا۔ لے اب سن لیا۔ پھر وہ شخص چل دیا اور میں نے نہ پہچانا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کو شوق جنت کا ہو۔ وہ دنیا میں شہوت سے الگ رہے۔ اس طرح اور بھی علمأ حکمأ کے اقوال ہیں۔ المختصر علمأ و حکمأ کا اس پر اتفاق ہے کہ سعادت اُخروی کا طریقہ نفس کو اس کی خواہشات سے روک لینے اور شہوات کی مخالفت کے سوا اور کوئی

Marfat.com

نہیں ہے۔

ایک بزرگ نے حضرت سفیان ثوریؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ دو پروں کے ساتھ بہشت میں اُڑتے پھر رہے ہیں۔ پوچھا یہ مرتبہ کیسے ملا۔ آپؒ نے جواب دیا، پرہیزگاری کے باعث حضرت عیسیٰؑ ایک مرتبہ تشریف لے گئے اور مُردے کو آواز دی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے مُردہ زندہ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں حمال تھا اور لوگوں کا سامان اٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کسی کی لکڑیاں اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ ان میں سے ایک خلال (مسواک) میں نے توڑ لیا۔ مرنے کے بعد سے آج تک اسی خلال کے مطالبے میں گرفتار ہوں۔

تقویٰ کی تکمیل تقویٰ یعنی پرہیزگاری کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک انسان میں دس خصوصیات پیدا نہ ہوں۔

۱۔ زبان کو غیبت سے بچائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (حجرات) ایک دوسرے کو غیبت نہ کرو۔

۲۔ بدگمانی سے بچے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بہت بدگمانیوں سے بچو، اس لئے کہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ بُرے گمان سے دور رہو، کیونکہ بُرا گمان ایک طرح کا جھوٹ ہے۔

۳۔ ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ: مسلمانوں ایک دوسرے سے تمسخر نہ کرو، طعنے نہ دو، ایک دوسرے کا نام نہ دھرو۔ (حجرات)

۴۔ حرام کی طرف نہ دیکھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اے پیغمبر مومنوں سے کہہ دو، کہ اپنی نگاہیں ممنوعات سے بند رکھیں۔

۵۔ زبان سے حق بات کہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب بات کرو تو انصاف کی کرو۔

۶۔ اللہ کا احسان۔ اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرے، نہ اسے اچھا جانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تجھے ایمان کا راستہ دکھایا۔

۷۔ اپنے مال کو مستحق افراد پر خرچ کرے۔ نہ کہ ان لوگوں پر جو اس کے مستحق نہیں یا جو باطل کام

Marfat.com

کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کی تعریف فرماتا ہے۔ وہ لوگ خرچ کرنے والے ہیں۔ نہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں یعنی گناہوں اور ممنوعات میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کے حکم مطابق خرچ کرنے میں سستی نہیں کرتے۔

۸۔ بڑے اور بلند مرتبے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آخرت کا گھر (بہشت) ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں۔ جو دنیا میں بڑے بڑے مرتبوں کی خواہش نہیں کرتے اور نہ فساد کرتے ہیں۔

۹۔ پانچوں وقت کی نماز ادا کرے۔ سجود اور رکوع اچھی طرح بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم نمازوں کو نگاہ میں رکھو۔ خاص کر درمیانی نماز یعنی عصر کو اور اللہ کے تابعدار بنو۔

۱۰۔ سنتِ رسول کی پیروی کرے اور مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے، تم اس (سنت) پر چلو۔ دوسری راہ مت اختیار کرو۔ اگر دوسرے راستوں میں داخل ہو گئے، تو اللہ کے سیدھے راستے سے بہک جاؤ گے۔

تقویٰ حکمت و دانائی کا منبع ہے

بزرگانِ دین کا قول ہے، رضا کاشفِ اسرار ہے، انسان جب تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے، تو اس میں حکمت و دانائی کی خوبیاں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اعانت اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کر دیتی ہے۔ وہ نورِ الٰہی سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ وتعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اصل دانائی و حکمت خدا کا خوف ہے۔

تقویٰ کی اہمیت اور فضیلت

تقویٰ کو دین اسلام میں انتہائی اہم مقام حاصل ہے، کلام پاک میں تقویٰ کے متعلق بار بار ارشاد ہوا ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم اٹھاسی ۸۸ مرتبہ اور صرف سورۃ بقرہ میں ۱۴ مرتبہ مختلف احکامات کے بعد تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کے دیگر امور کا بیالیس ۴۲ بار اور متقی کے اوصاف وخصائص کا پنتالیس ۴۵ مرتبہ ذکر آیا ہے، کلام پاک میں غالباً اور کسی چیز پر اتنا زور نہیں دیا گیا، جتنا کہ تقویٰ کا حکم اور اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے، جس سے تقویٰ کی قدر و منزلت کا اظہار ہوتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسا جامع لفظ ہے جو تمام تعلیمات کے خلاصہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ

Marfat.com

اسلام کی تمام عبادات، دینوی معاملات، اخلاقیات اور روحانیات کا مقصد اور منشا یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں خدا خوفی اور خدا ترسی کی روح پیدا ہو جائے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تقویٰ تمام نیکیوں کی جان اور اخلاق کی روح ہے، اگر تقویٰ نہ ہو تو تمام معاملات بے روح اور بے جان ہوتے ہیں۔ اعمال کا بناؤ سنگھار اور حسن و خوبی تقویٰ ہے اور آخرت میں درجاتِ عالیہ اور فلاح و کامیابی انہیں کے باعث نصیب ہوگی۔ حدیث پاک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نسب مقرر کیا ہے جو تمہارے نسب سے الگ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے متقی کو بزرگ بنایا مگر تم نے تسلیم نہیں کیا۔ آج میں تمہارے نسب پست کر دوں گا اور اپنے نسب کو بلند کر دوں گا پھر ارشاد ہوگا۔ بلاؤ متقی کہاں ہیں۔ (طبرانی)

متقیوں کی صفات متقین جو اللہ کے ہاں سب سے برگزیدہ قرار دیئے گئے ہیں۔ ان کی خوبیوں کا کلام پاک میں مختلف آیات میں ذکر آیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔	وہ لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔
۲۔ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔	نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔
۳۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ	اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ اس پر جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔
۴۔ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔	آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

مراد تمام آسمانی اور الہامی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مزید ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ	وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ صبر کرنے والے اور سچے اور حکم

Marfat.com

وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ۔ (پ ۳ - آل عمران - ۱۷) — بجالانے والے اور خرچ کرنے والے اور پچھلی رات میں گناہ بخشوانے والے ۔

ے نہ چھوڑ ملے دل فغانِ صبح گاہی — اماں شاید ملے اللہ ہو میں

علمائے کرام نے ان مضامین کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ متقین :-

۱۔ متقین اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ وہ عجز و انکسار کے ساتھ اللہ کے سامنے ہمیشہ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے دست بدعا رہتے ہیں ۔

۲۔ مصائب پر صبر کرتے ہیں ۔

۳۔ سچ بات کرتے ہیں ۔

۴۔ اللہ کے احکام بجالاتے ہیں ۔

۵۔ اللہ کی دی ہوئی دولت سے خرچ کرتے ہیں ۔

۶۔ شب کے پچھلے حصے میں اللہ تعالی سے مغفرت مانگتے ہیں۔ مراد شب کے آخری حصے میں عبادت کرتے ہیں ۔

۶۔ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (آل عمران - ۱۱۴) — اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں ۔

۷۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ — جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کئے جاتے ہیں اور غصہ دبا لیتے ہیں۔

وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط۔ — اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ط (آل عمران ۱۳۵-۱۳۶) — وہ لوگ جو کچھ کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کر لیں تو اللہ کو یاد کر لیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں ۔

تو چیدہ چیدہ صفات یہ ہوئیں ۔

۱۔ اللہ کی دی ہوئی دولت سے تنگی اور فراخی میں خرچ کرتے ہیں ۔

Marfat.com

۲۔ غصہ ضبط کر لیتے ہیں۔

۳۔ دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔

۴۔ غلطی اور گناہ کی صورت میں فی الفور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی مختلف آیات قرآنی میں متقین کی صفات کا ذکر آیا ہے۔ ہمیں قرآنی آیات میں غور و خوض کر کے اپنا موازنہ کرنا چاہیئے۔ اپنے اعمال کو اس طرح انجام دینا چاہیئے کہ ہم صحیح معنوں میں متقی بن جائیں۔

متقین کا اجر

ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا ہے۔ مزید ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ؕ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ (پ۱۱۔ یونس ۔ ع۱۲)	وہ جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں آخرت میں۔ (اعلیحضرت بریلوی)

اسی کے حاشیہ میں ہے۔

اس خوشخبری سے یا تو وہ مراد ہے۔ جو پرہیزگار ایمانداروں کو قرآن کریم میں جابجا دی گئی ہے۔ یا بہترین خواب مراد ہے۔ جو مومن دیکھتا ہے۔ یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ کثیر احادیث میں وارد ہوا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا قلب اور اس کی روح دونوں ذکر الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ تو وقت خواب اس کے دل میں سوائے ذکر و معرفت الٰہی کے اور کچھ نہیں ہوتا، اس لئے جب ولی خواب دیکھتا ہے تو اس کی خواب حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس بشارت سے دنیا کی نیک نامی بھی مراد لی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا اُس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ جو نیک عمل کرتا ہے۔ اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ مومن کے لئے بشارتِ عاجلہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عاجلہ رضائے الٰہی اور اللہ کے محبت فرمانے اور خلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اُس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا

Marfat.com

ہے۔ حضرت قتادہؒ نے کہا کہ ملائکہ وقتِ موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ علماء کا قول ہے کہ دنیا کی بشارت وہ ہے۔ جو ملائکہ وقتِ موت سناتے ہیں۔ اور آخرت کی بشارت وہ ہے۔ جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے۔ کہ اُس سے اللہ راضی ہے

وہ لوگ جو دنیا کی رغبت اور کشش جو کہ ایک فطری بات ہے اور از خود گناہ نہیں کے حصول میں جائز حدود کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کی محبت میں دین اسلام کی مقرر کردہ حدیں نہیں پھلانگتے۔ خواہشات نفسانی جیسے مال و دولت جمع کرنا، بیوی بچوں کی محبت اور دیگر دنیوی وسائل سے استفادہ وغیرہ شامل ہے۔ ان میں پرہیزگاری اور حلال و حرام کی تمیز برقرار رکھتے ہیں نفس کو ان کی محبت میں مغلوب ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے دوام کے پیشِ نظر اپنے دامن کو گناہوں کی آلودگیوں سے بچا کر گزرتے ہیں۔ ان سے اُخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ۔
(پ ۳۔ آل عمران۔ ع ۲)

کہہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتاؤں۔ پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ستھری عورتیں ہیں۔ اور اللہ کی رضا مندی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں، تیار کر رکھی ہیں، ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ پاکیزہ بیویاں خدمت کے لئے موجود ہوں گی۔ باغ ہوں گے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی ان کی ٹھنڈک اور میٹھاس کا اندازہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں دل کو مسرت خوشی اور دائمی اطمینان حاصل ہوگا۔ ایک اور مقام پر یوں ذکر فرمایا:

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

انہیں لوگوں کی جزا ہے۔ ان کے رب سے بخشش اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

Marfat.com

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (پ۴ - آل عمران - ع۵)

اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔

اس سے سابق آیات کا تعلق اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہے کہ وہ ظاہرًا اور چھپا کر تنگی اور فراخی ہر حال میں اللہ کی محبت میں اس کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں، اپنی غلطی یا گناہ پر اصرار نہیں کرتے بلکہ جیسے ہی غلطی کا احساس ہوتا ہے، فورًا اسے تسلیم کر لیتے اور معافی کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

جنت کی مثال

جنت جس کا متقیوں سے وعدہ فرمایا۔ اس کی مثال کلام پاک میں یوں ارشاد ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ط تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔ (پ۱۳ الرعد ع۵)

احوال اس جنت کا کہ ڈر والوں کے لئے جس کا وعدہ ہے۔ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کے میوے ہمیشہ اور اس کا سایہ۔ ڈر والوں کا تو یہ انجام ہے۔

یہ ایسی جنت ہے جس کے میوے اور سایہ دائمی ہے۔ ان میں سے کوئی زائل یا منقطع نہیں ہو سکتا۔ جنت کا حال عجیب ہے۔ اس میں نہ سورج ہوگا اور نہ چاند اور نہ تاریکی اس کے باوجود سایہ ہوگا۔ یہ متقیوں کا انجام اور اجر ہے۔ مزید ارشاد ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ط اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۞ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۞ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ۞ (پ۱۴ الحجر - ع۴)

بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں۔ ان میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ امان میں اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے۔ آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے ہیں۔ نہ انہیں اس میں کچھ تکلیف پہنچے۔ نہ وہ اس میں سے نکالے جائیں۔

متقیوں کو حکم ہوگا جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ پھر نہ یہاں موت آئے گی اور نہ کوئی آفت رونما ہوگی۔ اس میں دائمی عیش اور راحت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو حسد و عناد

Marfat.com

اور عداوت وغیرہ کی مذموم خصلتوں سے پاک کر دے گا۔ اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے والے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں عثمان، طلحہ اور زبیر انہیں میں سے ہیں۔ یعنی ہمارے سینوں سے بغض وحسد اور عناد وعداوت نکال دیا گیا ہے، ہم آپس میں خاص محبت رکھنے والے ہیں۔ متقیوں کے اجر کے متعلق مزید ارشاد ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ج وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط (پ ۲۶۔ محمد۔ ع ۲)

احوال اس جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے۔ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں۔ جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں جس کے پینے میں لذت ہے، اور ایسی شہد کی نہریں جو صاف کیا گیا، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور اپنے رب کی مغفرت۔

جنت کا پانی ایسا لطیف ہوگا، کہ نہ سڑے، نہ اس کی بو بدلے اور نہ ذائقے میں فرق آتے۔ دنیا کا دودھ خراب ہو جاتا ہے، گرمی اور سردی اس پر اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن جنت کی نہروں کا دودھ کبھی خراب نہ ہوگا۔ اور نہ ہی مزہ بدلے گا۔ وہاں کی شراب میں لذت ہی لذت ہے۔ ہماری بنائی ہوئی شراب کی طرح اس کا ذائقہ خراب نہیں نہ اس میں میل کچیل اور خراب چیزوں کی آمیزش، نہ وہ سڑ کر بنی، اس سے نہ خمار آئے گا، نہ عقل زائل ہوگی اور نہ سر چکرائے گا۔ یہ سب برائیاں دنیا کی شراب میں پائی جاتی ہیں۔ جنت کی شراب ان تمام عیوب سے پاک ہے۔ نہایت لذیذ اور خوشگوار ہے۔ جنت کا شہد صاف پیدا کیا گیا ہے۔ دنیا کے شہد کی طرح نہیں کہ مکھی نے بنایا ہو۔ اس میں سے موم وغیرہ صاف کرنا پڑتا ہے۔ جنت کی نہروں کا شہد ان سب سے مبرا ہے اور مزید یہ کہ ان کے لئے جنت میں ہر قسم کے پھل موجود ہوں گے، جو چاہیں جہاں سے چاہیں اور جتنا چاہیں۔ کھائیں۔ کوئی حساب کتاب نہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سب مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ (آمین۔ ثمہ آمین) مزید ارشاد ہے۔

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے

Marfat.com

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ (پ ۱۶ - مریم - ع ۹) — اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔ (جائیں گے۔ مہمان بنا کر)

مطلب بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ پرہیزگاروں کو اللہ کے حضور لایا جائے گا، اور پھر انہیں درجات سے نوازا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مومنین، متقین حشر میں اپنی قبروں سے سوار کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اور ان کی سواریوں پر طلائی مرصع زینیں اور پلان ہوں گے۔ اور مجرموں کو پیاس، ذلت اور اہانت کے ساتھ ہانکیں گے

جو اللہ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں

قرآن کریم ارشاد ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (پ ۲۷ - الرحمٰن - ع ۳) — جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا۔ اسے قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اللہ کے روبرو کھڑا ہونا ہے۔ چنانچہ جس شخص کے دل میں خوف ہو کہ اسے ایک دن اللہ کے حضور کھڑا ہو کر حساب چکانا ہے، نیکیوں کی جزا اور گناہوں پر گرفت ہو گی، جس شخص کو یہ خوف دامن گیر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دو جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ جنت عدن اور جنت نعیم، اور یہ بھی کہا گیا ہے، کہ ایک جنت رب سے ڈرنے کا صلہ اور ایک شہوات ترک کرنے کا صلہ۔ بعض علمائے اس سے جنت کے دو باغ معنی لئے ہیں۔ بہر حال اللہ جل جلالہٗ کی حضوری کا خوف انسان کو ہر برائی سے محفوظ رکھتا ہے۔ گناہ سے باز رہنے کی گھنٹی بجاتا ہے۔ برائی کی راہ چھوڑ کر نیکی کی راہ اختیار کراتا ہے۔ اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اس طرح خوفِ خداوندی ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح اور کامیابی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک نوجوان عابد و زاہد کو ایک

Marfat.com

واقعہ پیش آیا۔ خوف خداوندی نے کس طرح اسے برائی سے بچایا اور اجر کیا ملا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت یحییٰ بن ابی ایوب الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک نوجوان عابد و زاہد تھا۔ امیر المومنین اس کو بہت پسند فرماتے۔ اس کا باپ بوڑھا تھا تو جب وہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر اپنے باپ کی طرف لوٹتا تو اس کے راستے میں ایک عورت رہتی تھی جو اس پر فریفتہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنے دروازے پر اس کے گزرنے کے وقت کھڑی ہوتی اور اس کو دیکھتی۔ ایک رات اس عورت نے اس نوجوان کو بہکانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ نوجوان اس کے بہکانے میں آ کر اس کے گھر میں داخل ہو گیا تو ایک دم اس کو خدا یاد آیا اور وہ اس برائی سے بیزار ہو گیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝

بے شک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کا طائفہ مس کرتا ہے تو وہ (خدا) کو یاد کرنے لگتے ہیں تو فوراً اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اور ایسا خوفِ خدا اس پر طاری ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عورت مذکورہ نے ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے اسی نوجوان کو اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس نہ پہنچا تو اُس کا باپ اُس کی تلاش میں نکلا۔ جونہی اُس کے باپ نے دیکھا تو اُس کو دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ اس نے اپنے بعض گھر والوں کو بلایا اور انہوں نے اس نوجوان کو اٹھا کر اس کے گھر میں داخل کیا جب اس کو افاقہ ہوا تو باپ نے کہا بیٹا تجھے کیا ہوا؟ بیٹے نے کہا خیر ہے۔ باپ نے کہا خدا کے واسطے مجھے بتا دے؟ تو بیٹے نے باپ کو واقعہ بتا دیا! باپ نے کہا بیٹا تو نے کونسی آیت پڑھی تھی۔ بیٹے نے وہی آیت پھر پڑھی تو پھر اس پر خوف طاری ہوا اور پھر وہ بے ہوش کر گر پڑا، باپ نے اُس کو ہلایا۔ مگر وہ مر چکا تھا گھر والوں نے رات ہی رات میں اس کو کفن دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ اُس نوجوان کے باپ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت کی اور فرمایا مجھے کیوں نہیں بلایا؟ اُس نے کہا اے امیر المومنین رات کی وجہ سے آپ کو تکلیف نہ دی تو فرمایا اچھا مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔

Marfat.com

فَاَتٰی عُمَرُ وَمَنْ مَعَہٗ اَلْقَبْرَ فَقَالَ عُمَرُ یَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ فَاَجَابَہُ الْفَتٰی مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ یَا عُمَرُ قَدْ اَعْطَانِیْھِمَا رَبِّیْ فِی الْجَنَّۃِ مَرَّتَیْنِ ۔

ذکر جمیل ۱۱۸-۱۱۹ بحوالہ
شرح الصدور

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے فلاں ولمن خاف مقام ربہ جنتان (جو اپنے رب کے دربار میں اپنے اعمال کی جوابدہی سے ڈرتا ہے۔ تو اس کے لئے دو جنتیں ہیں) تو

اُس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اے عمر مجھ کو میرے رب نے دو جنتیں عطا فرمادی ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خوب غور کر لو کالے اور گورے
ہونے میں کوئی فضیلت نہیں !
فضیلت و عظمت صرف
تقویٰ و عبادت سے ہے !

Marfat.com

حضور انورؐ صحابہ کرامؓ اور تقویٰ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی کا ہر پہلو، ہر عادت اور ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو اختیار کیا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے محبوب پاک کی مصاحبت اور رفاقت کے لئے منتخب کیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کی بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے یہ زمانہ ہر لحاظ سے خیر کا تھا۔ اور زمانہ کے بہترین آدمی حضور پرنور کی صحبت میں رکھے گئے۔ چنانچہ سید الانبیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیاتِ مبارکہ میں پیش آنے والے چند واقعات بضمن تقویٰ نقل ہیں۔

حضور کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عورت کا قاصد کھانے کی درخواست لے کر پہنچا۔ حضور خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا، تو لوگوں نے دیکھا کہ حضورؐ لقمہ چبا رہے ہیں۔ نگلا نہیں جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا، کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت کے لیا گیا ہے۔ اس عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے کے لئے آدمی بھیجا تھا۔ وہاں ملی نہیں پڑوسی نے بکری خریدی تھی میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں، اِن کی بیوی نے بکری بھیج دی۔ حضور نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے ازواج مطہرات میں سے کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ آج نیند کیوں نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ

Marfat.com

ایک کھجور پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اٹھا کر کھالی کہ ضائع نہ ہو جائے۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی علوشان کے مقابلے میں مشتبہ چیز کا گلے میں اٹک جانا کوئی ایسی اہم بات نہیں۔ حضور کے ادنیٰ غلاموں کو بھی ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک غلام کاہن کے کھانے سے قے کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا، جو غلہ کے طور پر آمدنی میں سے آپؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ تناول فرمایا۔ غلام نے عرض کیا، کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے، کہ کس ذریعہ سے کمایا ہے۔ آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ۔ عرض کیا میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا اور ان پر منتر پڑھا، انہوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا، آج میرا گزر ادھر کو ہوا تو ان کے ہاں شادی ہو رہی تھی۔ انہوں نے یہ مجھے دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ تو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ وہ بھی بھوک کی صورت میں کھا گیا تھا نہ نکلا، کسی نے عرض کیا، کہ پانی سے قے ہو سکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگایا۔ اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ نکالا۔ کسی نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے فرمائی۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو بدن مالِ حرام سے پرورش پائے آگ کے لئے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ حرام مال سے پرورش نہ پائے۔

Marfat.com

بیت المال کے وظیفہ میں کمی

خلیفہ بننے کے بعد بھی ذریعہ معاش کے طور پر کپڑے کی تجارت جاری رکھنی چاہی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا کہ اس طرح آپ خلافت کے کاموں میں پوری توجہ نہ فرما سکیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار پر بیت المال سے وظیفہ لینے پر راضی ہو گئے، اب مسئلہ یہ تھا کہ وظیفہ کی مقدار کیا ہو۔ غور و فکر کے بعد آپ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امین کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ان کے پاس گئے اور وظیفہ کی مقدار مقرر کروائی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایک مہاجر کو اوسطاً ملتا تھا، مقرر فرما دیا۔ سبحان اللہ! خلیفہ وقت مواخذہ کے خوف سے اپنا معاملہ دوسروں کے سپرد کر دیتے ہیں ایک مرتبہ اہلیہ محترمہ نے درخواست کی کوئی میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے آپؓ نے فرمایا۔ کہ میرے پاس دام نہیں کو خریدوں۔ اہلیہ نے عرض کی۔ کہ ہم روز کے کھانے سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں، کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہو جائے گی، آپؓ نے اجازت فرما دی، اہلیہ محترمہ نے کئی روز میں تھوڑے سے پیسے جمع کئے۔ آپؓ نے فرمایا، کہ تجربہ سے معلوم ہوا، کہ بیت المال سے اتنی مقدار ہمیں زیادہ ملتی ہے، اس لئے جو اہلیہ محترمہ نے جمع کیا تھا۔ وہ بھی بیت المال میں جمع فرما دیا۔ اور آئندہ کے لئے اتنی مقدار جو روزانہ کے حساب سے جمع کی تھی۔ وظیفہ سے کم کر دیا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رفیق نبوت بالاتفاق تمام انبیاء کے بعد افضل البشر ہیں۔ شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی، بلکہ قیامت کے دن آپ ایک جنتی جماعت کے سردار ہوں گے۔ بہشت کے ہر دروازے سے آواز آئے گی کہ یہاں سے بہشت میں داخل ہوں۔ آپ اپنے نفس کا بڑی سختی سے محاسبہ فرماتے تھے۔ خوفِ خداوندی انتہا درجے پر تھا۔ گھاس پھوس کو دیکھ کر فرماتے کاش میں گھاس کا تنکا ہوتا جسے مویشی کھا لیتے۔ میں پرندہ ہوتا۔ جس سے قیامت کے دن حساب کتاب نہ ہوگا تاکہ مواخذہ سے بچ جاتا۔ القصہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی محاسبہ کے بے شمار واقعات ہیں جن سب کا ذکر یہاں محال ہے۔

Marfat.com

وظیفہ کی واپسی ابن سیرین کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا۔ کہ بیت المال سے کچھ لوں۔ مگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ مانا کہ دقت ہوگی۔ اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہو گا۔ اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا۔ اب میرا فلاں باغ اس کے عوض دے دیا جائے۔ جب آپؓ کا وصال ہوگیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور والد کی وصیت کے مطابق۔ وہ باغ دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ، تمہارے باپ پر رحم فرمائیں۔ انہوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقع ہی نہ دیں۔

مسلمانوں کے لیے غور کا مقام ہے، اوّل تو مقدار ہی کیا مقرر کروائی تھی۔ اور وہ بھی اہل الرائے کے اصرار پر کیا تھا۔ اور اس میں بھی جتنی احتیاط ہو سکتی تھی کر دی۔ بیوی نے تنگی اٹھا کر جو کچھ میٹھے کے لیے جمع کیا تھا، وہ بیت المال میں جمع فرما دیا۔ اور اتنی مقدار مستقل کم کر دی، اور سب سے آخر میں جو کچھ لیا تھا، اس کے معاوضے کا بندوبست فرما دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدقہ کا دودھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا۔ اس میں مزہ کچھ عجیب نیا معلوم ہوا۔ جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ دودھ کیسا ہے۔ کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ میں وہاں گیا تو ان لوگوں نے دودھ نکالا۔ جس سے مجھے بھی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے فرما دیا۔

مشک کی تقسیم آپ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا ارشاد فرمایا کہ کوئی تول کر اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا میں تول دوں گی۔ آپ نے سن کر سکوت فرمایا کہ تھوڑی دیر میں وہی ارشاد فرمایا کہ

Marfat.com

کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ نے پھر بھی عرض کیا۔ آپؒ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے۔ اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرے۔ اور اتنی مقدار میرے حصے میں زیادہ آئے۔

جہادِ نفس کے سلسلے میں جو کہ جہادِ اکبر ہے یہ کمال احتیاط ہے۔ اپنے آپ کو شبہ سے بچانا مقصود ہے۔ ورنہ جو بھی تولے گا۔ اس کے ہاتھ کو لگے گا۔ لیکن آپ نے یہ پسند نہ فرمایا۔

حضرت علی بن ہند

حضرت علی بن ہند ایک محدث ہیں فرماتے ہیں میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لئے مٹی کی ضرورت ہوئی کچی دیوار تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کر تحریر پر ڈال لوں پھر خیال آیا کہ مکان کرائے کا ہے۔ جو رہنے کے لئے کرایہ پر لیا گیا ہے۔ نہ کہ مٹی لینے کے واسطے مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے۔ معمولی چیز ہے۔ میں نے مٹی لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے۔

کل معلوم ہوگا۔ بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کے درجات بہت زیادہ ہیں۔ درجہ کمال میں یہ یقینی تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جاتا۔ اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ شخص حجاج بن یوسف کے زمانے میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ برا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔

مراد یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے۔ اس پر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقویٰ کا اثر پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے بری صحبت سے روکا جاتا ہے۔

ع۔ بد کے پاس رہنے سے برا ہو جائے گا۔
نیک ہونے کے لئے نیکوں کی صحبت چاہیئے۔

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے۔ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی۔ اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں کہیں گیا ہی نہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَرَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

محتاج دعا

(فرمان علی چودھری)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزالئ زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ کے بلند پایہ
علمی وتحقیقی ایمان افروز اور باطل سوز مقالات کا مجموعہ

مقالاتِ کاظمی

یہ حقیقت ہے کہ علامہ احمد سعید کاظمی نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کو ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ان مقالات میں مخالفین کی تاویلات کو دلائل وبراہین سے لغو ولایعنی ثابت کیا ہے، معترضین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ اور ان کے مستند جوابات دیئے گئے ہیں۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ حسین وجمیل طباعت کے ساتھ دستیاب ہے

چند اہم موضوعات

٭ ضرورت نبوت ٭ ضرورت توحید ٭ میلاد النبی ٭ معراج النبی ٭ علم غیب النبی ٭ الحق المبین ٭ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ٭ سائنس ومذہب ٭ نفی الظل والفئ، ٭ تقریر منیر ٭ اسلام اور عیسائیت ٭ تسبیح الرحمٰن ٭ تصریح المقال ٭ اسلامی معاشرے میں طلباء کا کردار ٭ قرآن اور آسمان ٭ شہری زندگی ٭ الاذان ٭ کتاب التراویح، حجت حدیث ٭ اور حدیث کے بارے میں تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کے قلم سے مصنف کے حالات زندگی پر ایک ٹھوس مضمون شامل ہے۔ اہل علم حضرات کے لیے بیش قیمت تحفہ،

کاغذ سفید ‌‌ طباعت آفسٹ ‌‌ جلد خوبصورت ‌‌ حصہ اول قیمت ... ۲۷ حصہ دوم

ناشر شرکت حنفیہ لمیٹڈ، گنج بخش روڈ، لاہور،

Marfat.com

Marfat.com

IMAN, TAQWA

JEHAD

FISABILILLAH

BY

Subedar Farman Ali Chaudhry
A. E. C.

Shirkat-E-Hanfia Limited
Ganj Bakhsh Road, Lahore

Marfat.com